

تقریباً ہشتاد

امام شاہ احمد نورانی مدظلہ

کی تحریکات و فتاویٰ کی روشنی میں

ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت

میں تبدیلی کی ضرورت

کراہی اور رائی

زندہ ہے



مفت محمد رفیع الرحمن قادری

انٹرنیشنل سائنس فورم

الواری رضی اللہ عنہ

2012

ذیل، ملکی، اخلاقی اور ملی و قومی کامیابی

سہ ماہی
ماہنامہ اربن کالبرنی

2012

جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 1,2

ملک محمد قمر الاسلام

مفتی آصف محمود قادری

سید نگران شرف میانی
جدا سے مجھ شاہد جیل اویسی
علا سے ظہیر عباس ۵۵ دہری

زنگنه: اسرائیل به افسوس

۱۶ امیر المہنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری (مہر مجذوب شریف)

بنام استاذ اعظم مولانا مفتی محمد عبدالحمید بنده دلی ہے علامہ سید محمد انور حسین کاظمی مولانا محمد محفوظ الرحمن
 ہے جو بریلیت و اکثر کتب محمد سرسراؤ محمدی جی ہے جو سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)
 نامہ و کتب صاحبزادہ محبوب حسین (بکشی جوش شریف) ہے الحاج اختر احمد پوری (دلاور) ہے محمد شرف کوثر
 سید شاہ انور شاہ ہے و اکثر خاندانہ سید محمد عبداللہ شاہ قادری ہے علامہ سید اقبال احمد قادری

اسجلاس قشربو

مفتی العصر مفتی محمد خان قادری۔ ادیب شہید پیر سید محمد فاروق قادری
علامہ محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری۔ علامہ قاری محمد زوار بہادر
پروفیسر محمد ظفر الحق ہندیا لوی۔ سید وجاہت رسول قادری، عبد المجید ساجد
مفتی محمد ابراہیم قادری۔ مفتی محمد جمیل احمد نعیمی۔ مفتی عبد الحلیم ہزاروی
پروفیسر قاری محمد مشتاق انور۔ محمد طاہر فاروق نورانی۔ حاجی غلام اللہ خان نازکی

مجلس مشاورت

پیر سید مرید کاظم بخاری، ملک مطلوب الرسول اعوان، ملک محمد قادر و قی اعوان
صوفی گز احسین قادری رضوی، محمد اور بیس خان سواتی، الطاف چغتائی
ماہ رخ خان قادری، مولانا صوفی غلام مرتضیٰ، مولانا محمد اختر نورانی
ملک الطاف عابد اعوان، ملک قاری محمد اکرم اعوان، محمد جاوید اقبال کھڑا
مرزا عبدالرزاق طاہر، پیر زادہ محمد رضا قادری، صاحبزادہ محمد بلال الہاشمی
سید عارف محمود مجبور رضوی، پیر محمد فراد چشتی، قاری محمد عامر خان
مہافظ محمد خان مالی ایڈووکیٹ، مولانا محمد بشیر احمد فریدی، محمد مہمل مرتضیٰ

المجلة | المجلد 1 | العدد 1 | الصفحة 1

محمد نواز علی قادری

بیعت فی شمارہ

300 روپے

الذیہ وکشیہ وکشیہ

2000 روپے

0300-9429027

Ph: 0454-721787

PH: 6454-7217/07

الطیلس غنوشیہ فورم انوار رضا انجیریری بلاک نمبر ۴ جوہر آباد ضلع خوشاب

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوانات
5	اپنی بات ملک محبوب الرسول قادری
6	کلمات تفکر (ادارہ)
	پیشگامات
9	محسن پاکستان، بین الاقوامی شہرت یافتہ سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان
10	آہستہ صحافت، محافظہ نظریہ پاکستان جناب مجید نظامی
11	جگر گوشہ قائد اہل سنت حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اولیس نورانی
12	محقق العصر مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری
14	رہت السانات خدمت اہل سنت حضرت سید مرید کاظم شاہ بخاری (سندھ)
15	بے باک و بے لوث محبت وطن سیاست دان حضرت سید اعجاز احمد ہاشمی
17	بزرگ مصنف و مترجم ماہرِ فتویات سیدزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی
19	سلطان الشعراء الاستاذ علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری مدظلہ
	علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ (شخصیت، خدمات، احوال و آثار).....
21	ملک محبوب الرسول قادری
	علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ
31	نامور صحافی و کالم نگار جہاد مرزا کا مہمان کالم
	مسئلہ امامت کبریٰ، عورت کی حکمرانی اور نورانی سیاست
35	استاذ العلماء مولانا ملک حطامہ محمد چشتی گولڑوی بندہ پالوی برکات اللہ




الحمد لله رب العالمين

الرحمن الرحيم مالک يوم الدين اياک نعبد و اياک نستعین اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین

ماہریت حضرت مولانا

محمد عبدالستار خان بخاری

ماہریت حضرت مولانا

شاہ احمد نورانی بخاری

ماہریت حضرت مولانا

ملک عبدالرسول قادری

ماہریت حضرت مولانا

حضرت محمد شاہ بخاری

صفحہ نمبر	موضوعات
87	آلِاب ملیح اسلامیہ، امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
101	علامہ شاہ احمد نورانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> پر لگائے گئے الزامات کا تحقیقی جائزہ اور اہل سنت کو دعوتِ غور و فکر محمد سلیم مست قادری
115	حق و صداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی صدیقی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق رضوی
136	نورانی پارس علامہ پیر زادہ اقبال احمد قادری
147	قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی سیاسی خدمات ایک انتخابی "لیفٹ" جو آج بھی ایک مثال ہے
157	اہلِ انقلاب مکتگو چودھری حمایت علی ترمیم و تدوین: کنور اختر حسین
181	قادیانی فتنہ کے خلاف المسیح کی نورانی تاریخ چند جھلکیاں مردانہیم اختر نورانی
191	قائم مرزائیت حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> محمد سلیم مست قادری
211	منظور و منظور انتخابات مرتبہ محمد طاہر قادری نورانی
221	جمعیت علماء پاکستان ایک نظر میں علامہ شبیر احمد ہاشمی + رشید احمد رضوی
236	جمعیت علماء پاکستان کا تعارف و جدوجہد مولانا محمد علی نقشبندی
253	مولانا شاہ احمد نورانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> مظلوم قوموں کی آواز محمد جہانگیر خان صدیقی

اہلِ بات

امام نورانی! آپ کا مشن جاری رہے گا

۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء کا دن وطنِ عزیز پاکستان میں تقاضا نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حقِ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جدوجہد کرنے والے مخلصین کے لیے بہت بھاری تھا کیونکہ اُس روز اُن کے قائد سالار حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اُن سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ یہ قائد سالار اُس وقت بھی اپنے عظیم مشن کی جدوجہد میں مصروف تھے انہوں نے وقت کے یزید کو لٹکا رہا تھا۔ پاکستان کے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں ظالم و جاہل حکمران کے سامنے ملکہ حق بلند کرنے کے لیے میدانِ عمل میں تھے کہ حکمِ اجل آیا اور وہ اپنے رب کے حکم پر اُس کے حضور لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جانے والے چلے گئے باقی رہ جانے والوں کو بھی اسی بارگاہ میں ضرور جانا ہے لیکن۔

جس دمج سے کوئی مثل میں گماہد شانِ سلامت رافتی ہے

یہ جان تو آتی جاتی ہے اس جان کی تو کوئی بات نہیں

ہمارا عظیم قائد اللہ کی زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نظام کو عملی رواج دینے کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گیا آج اُن کی رحلت کو نو برس بیت رہے ہیں مگر ہم ایک لمحہ کے لیے بھی اُن کی جدائی کے درد کو بھلا نہ سکے ہم اپنے رب کے حضور عہد کرتے ہیں کہ پاکستان میں تحفظِ مومن رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور تقاضا نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ امام نورانی کا پرچم تھامے رہیں گے اور قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی روحِ مہار کہ سے عرض کرتے ہیں "امام نورانی! آپ کا مشن جاری رہے گا۔"

ملکِ محبوب الرسول قادری

..... (عمر اعلیٰ)

کلماتِ تشکر

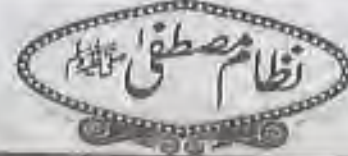
اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے اس کی بے حد حمد و ثنا کے اس کی توفیق خاص سے ہم اس کے ایک مقبول اور محبوب بندے حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، تعلیمات، افکار، گراں قدر جدوجہد کے اعتراف کے حوالے سے تعیناتی، تبلیغی، صحافتی اور اشاعتی میدان میں قابلِ رشک حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اس وقت ”انوارِ رضا“ کی اشاعتِ خاص ”کردارِ نورانی زندہ ہے“ کے منظرِ عام پر آنے سے ہم روحانی طور پر بے پناہ خوشی و مسرت محسوس کرتے ہیں ہم اُن تمام احباب کا مسیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کام کی ترغیب و تدوین اور اشاعت و ترسیل کے امور میں تعاون فرمایا۔ اپنے ریکارڈ سے گراں قدر جواہراتِ مرحمت فرمائے بالخصوص محسن پاکستان بین الاقوامی شہرت یافتہ انٹرنیٹ سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب، آمروئے صحافت، محافظ نظریہ پاکستان جناب مجید نظامی، جگر گوشہ قائد اہل سنت حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اولیس نورانی، محافظ نظریہ پاکستان جناب مجید نظامی، جگر گوشہ قائد اہل سنت حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اولیس نورانی، محقق انصر مصطفیٰ کتب کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری، جناب علی طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز حمزوی سیفی، حضرت علی طریقت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ بخاری، حضرت علی سید مرید کاظم شاہ بخاری، حضرت علی اعجاز احمد ہاشمی، جناب صاحبزادہ فیض الرسول نورانی، صاحبزادہ اقبال احمد قادری، علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری، گرامی قدر صاحبزادہ سید تقار اشرف رضوی، محمد طاہر فاروق نورانی، جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ذوالنور ساک، جناب علی طریقت سواتی علامہ مرثی سیلی، جناب پروفیسر قاری محمد مشتاق انور، جناب صاحبزادہ محمد طاہر چاہید قادری، صاحبزادہ پروفیسر انعام اکشتین شاہ کاشمی زنجانی، میثم عباس رضوی، جناب قاری محمد اولیس قادری سواتی، جناب محمد عثمان رضوی، جناب پروفیسر مرزا اعجاز احمد، جناب سید گلادی سمیت اُن تمام احباب کا شکریہ گزار ہوں جنہوں نے اس اشاعتِ خاص کی تکمیل تک کسی بھی مرحلے میں دستِ تعاون دراز فرمایا۔ ربنا لا تُدِخِلْ قُلُوبَنَا دُخَانًا وَتُخَلِّصْنَا مِنْ لُغْوِكَ رَحْمَةً ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

کردارِ نورانی زندہ ہے

پیغامات

- ☆ محسن پاکستان، بین الاقوامی شہرت یافتہ انٹرنیٹ سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان
- ☆ آمروئے صحافت، محافظ نظریہ پاکستان جناب مجید نظامی
- ☆ جگر گوشہ قائد اہل سنت حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اولیس نورانی
- (سیکرٹری نائب صدر: جمعیت علماء پاکستان)
- ☆ محقق انصر مصطفیٰ کتب کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری
- ☆ زینت المساجد خادم اہل سنت حضرت علی سید مرید کاظم شاہ بخاری (سندھ)
- ☆ بے باک و بے لوث محبت وطن سیاست دان حضرت علی اعجاز احمد ہاشمی
- (چیرمین: جمعیت علماء پاکستان)
- ☆ بزرگ مصنف و مترجم ماہرِ رضویات علی زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی
- (ایڈیٹر: جہانِ رضا لاہور)
- ☆ سلطان الشعراء الامام علامہ محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری مدظلہ

قائد نورانی



دستور قرآنی

کے نفاذ کی تحریک کو کامیاب بنانا مسلمان کا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے کیونکہ

نظام مصطفیٰ

- ہر انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا سچا محافظ ہے۔
- مزدوروں، کسانوں، طلبہ اور عوام کے حقوق کا ضامن ہے۔
- میں حکومت رعایا کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔
- معاشرے میں اخوت، محبت، عدل و مساوات کا قائل و سرچشمہ ہے۔
- جملہ معاشرتی برائیوں کے یقینی خاتمے کا ضامن ہے۔

یاد رکھیے

- میں طاقت کا سرچشمہ اللہ جل شانہ کی ذات ہے۔
- میں ہمارے عشق کا محور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔

نظام مصطفیٰ

جمعیت علماء پاکستان چاہتی ہے کہ: - غلہ، گدڑی، رشتہ خوری، چور بازاری، شراب نوشی، سود خوری، عربی، ریس، چور، سنگٹک، نامک کلب، ذخیرہ اندوزی، دفعہ 144 اور انتہائی نظربندی کے قوانین کا ناجائز استعمال، تعصب، منافرت، علیحدگی پسندی، استحصاں، لادینییت اور مذہب کا کھلم کھلا خلاف ہو۔ عدل و انصاف قائم ہو، وافر سہولتیں فراہم کی جائیں۔ خواتین کو حفاظت کیے گئے شرعی حقوق کا تحفظ ہو۔ عدلیہ و صحافت آزاد ہو اور عوام کو بنیادی شہری حقوق حاصل ہوں۔

اگر آپ بھی چاہتے ہیں تو آئیے!

جس سے میں شامل ہو کر شرفِ خدا اور عشقِ رسول ﷺ فرم سکے والے قائدین کی قیادت میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے جدوجہد کیجئے۔

جمعیت علماء پاکستان

پیغام

محسن پاکستان، بین الاقوامی شہرت یافتہ انٹیلی سائنس دان

جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان

زندہ و جاوید نورانی

کردار نورانی زندہ ہے، ممتاز قلم کار اور علمی اسکالر جناب محبوب الرسول قادری کا ادب و ملت کے راہنماؤں کو عقیدت کے پھول پیش کرنے کا یہ بہت ہی خوبصورت اعزاز ہے۔ حضرت شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار زندہ و تابندہ ہے اور رہے گا بھی، آپ کے اہدائے وطن عزیز پاکستان کے حصول کے لیے اور دینِ حید کی سر بلندی کے لئے جو قربانیاں دی ہیں تاریخ کے پتے پر سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں۔

عالی مرتبت شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کارنامہ ایسا ہے جو انہوں نے ۱۹۷۴ء میں قلام احمد قادیانی کے باطل نظریے کی تصحیح کی کے لیے سر انجام دیا تھا اب تک یاد کیا جاتا رہے گا۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی نویں برسی پر "کردار نورانی زندہ ہے" کی صورت میں خراجِ تحسین پیش کرنے کا طریقہ دراصل عقیدت و وابستگی کا اعلیٰ و عظیم اظہار ہے، انسان عدمِ مدعا رہ بھی جائے تو اسے اس کا کردار زندہ رکھتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ آج بھی اپنے زندہ و جاوید کردار کی وجہ سے ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ہمارے مشاہیر کے طریقے اور اسوۂ حسنہ پر چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیغام

آمدنی صحافت، محافظہ نظریہ پاکستان

جناب مجید نظامی

ایڈیٹر انچیف، نوائے وقت گروپ، چیئر مین، نظریہ پاکستان فرسٹ، چیئر مین، وقت ٹی وی چینل

کردار کی قوت انسان کو رہتی دنیا تک ابر کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں بیت چلنے کے باوجود عظیم کردار کے لوگ آج بھی مستقل حلقہ کا حصہ رکھتے ہیں اور بڑے احترام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ایسے ہی پاکستانیوں میں سے ایک شخصیت جس کا تعلق ہمارے ہی مہر سے ہے وہ مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت ہے وہ ایک دیانت دار، محب وطن، اصول پرست، حق گو، سحر سے صاف کمرے اور سچے عاشقِ رسول سیاست دان اور مبلغِ اسلام تھے وہ مغبوط کردار کے حامل تھے ان کا علم اور تقویٰ اس معاشرے کے لئے عمدہ مثال تھی انہوں نے ہمیشہ اصولوں کی سیاست کی اور تقویٰ بھرے سیاسی ماحول کو ٹھکانے کے لئے جدوجہد کرتے رہے وہ اسلام کے بے لوث اور انگلیک مجاہد تھے ہم نے انہیں بہت کڑے امتحانوں میں کامیابی سے باہر آتے دیکھا وہ ہر میدان اور حلقہ کے غازی تھے وہ ہمیشہ سرخرو رہے نظریہ پاکستان کے تحفظ اور جذبہ حب الوطنی کے فروغ کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

سہ ماہی "انوارِ رضا" جو ہر آدھ جناب ملک محبوب الرسول قادری کی زیر اہانت و دینی، ملی، سماجی اور علمی خدمات سر انجام دے رہا ہے اس مادی اور میں صاف ستم پر چڑھنا بجائے خود ایک مشکل مگر احسن اقدام ہے جس میں ملک محبوب الرسول قادری کامیاب ہیں۔ ان کی محنت اور کوشش سے میں ذاتی طور پر مستحضر ہوں اس وقت انہوں نے حضرت مولانا نورانی صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے..... "کردارِ نورانی زندہ ہے" کے ذریعہ عنوان اشاعت خاص کا اہتمام کیا ہے جتنا یہ شمارہ قارئین کے لئے مفید، تحقیق کے لئے حوالہ اور تاریخ کو محفوظ کرنے کی عمدہ کوشش ہے میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کاموں میں دل جمعی کے ساتھ کوشش جاری رکھے کی توفیق دے۔ آمین۔



پیغام

بکر کوثر قائد المل سنت

حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی مدظلہ

سیکرٹری ناظم صدر: جمعیت علماء پاکستان

..... کردارِ نورانی زندہ ہے.....

قائد اہلسنت امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ کے وصال پر طالع کو ۹ سال گزر چکے ہیں الحمد للہ ان کی امانت جمعیت علماء پاکستان تاساعد حالات کے باوجود مشن نورانی پر کئی سے عمل جاری ہے پورے ملک میں نظام مصطفیٰ علیہ السلام عقیدہ ختم تحفظ نبوت علیہ السلام اور تحفظ ناموس رسالت علیہ السلام سمیت اہم قومی انشور پر اپنی بساط کے مطابق کام کر رہی ہے تحریر کے میدان میں ہم سب کے محبوب ملک محبوب الرسول قادری حوام اہلسنت کی روایتی عدم توجہی اور محدود وسائل کے باوجود جو روشن کام کر رہے ہیں اس پر ان کو جتنی بھی داد حسین دی جائے وہ کم ہے وہ حضرت رحمہ اللہ کی نویں (۹) عرس کے موقع پر گیارہ دسمبر کو "کردارِ نورانی زندہ ہے" کے عنوان سے موسوم کتاب مظهر عام پر لا رہے ہیں اسکی اشاعت پر میں دل کی گہراپوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

فقیر شاہ محمد اویس نورانی صدیقی
۱۴ محرم الحرام..... کراچی پاکستان

پیغام

محقق امیر مفتی کتب کثیرہ

حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری

امیر: کاروان اسلام بانی و شیخ الجامعہ جامعہ اسلامیہ لاہور

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی بعثت کا مقصد مہادات اور خوف و خشیت کے ساتھ ساتھ معاشرے کی تعمیر سیرت و کردار بھی متعین فرمایا۔ کردار کی پختگی اور اخلاص و اخلاق کی خاصیت معاشرتی ترقی کا باعث ہوتی ہے اور کردار کی کمزوری ہی معاشرتی زعمی کو زوال کے گہرے ظلمت کدوں میں پھینک دیتی ہے انسان کو اعتقادی صحت اور لہجہ کا جذبہ بہت کردار کے ساتھ مل کر قرب خدا کی منزلوں سے آشنا کرتا ہے اور اس کی تائید میں ایک آدھ مثال نہیں پوری امت کی ساڑھے چودہ سو سالہ روشن تاریخ بول بول کر گواہیاں دے رہی ہے صلحائے ملت اور اولیائے امت کی دعائیاں سیرت رسول ﷺ کے نور سے مستفید تھیں اور انہی خطوط پر عمل درآمد نے انہیں عزت و وقار کا استعارہ بنا دیا۔ ہمارے عہد کے عظیم دینی و ملی سیاسی، روحانی اور سماجی شخصیت حضرت قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ بھی اسی خوش بخت اور پاکہا ز قافلے کے رکن رکین تھے۔ ہم نے مولانا شاہ احمد نورانی کی بصیرت، علمی قابلیت، شریعت کی بالادستی کے لئے انھیں مسلسل جدوجہد، دین ہزار قوتوں کے ساتھ حکمت و دانائی کے ساتھ معاملہ کرنے، زہد و تقویٰ، دیانت داری، تبلیغ و اشاعت دین، شہادت، اصول پسندی اور دانش مندی کے بیسوں واقعات دیکھئے اور سنے۔ پھر نتیجہ یہ اخذ کیا کہ گھر کی تربیت، علمی ثقافت اور محنت و غلوں سے جو شخصیت تعمیر ہوتی ہے وہ گفتار کی نہیں بلکہ کردار کی عادی شخصیت بنتی ہے مولانا شاہ احمد

نورانی ماقی کردار کے عادی تھے ہمارے دیرینہ ساتھی محبوب المل سنت ملک محبوب الرسول قادری نے پہلے ہی حضرت نورانی صاحب قبلہ رحمہ اللہ کی شخصیت پر بہت کام کیا ہے اب کی بار وہ "کردار نورانی، ذمہ ہے" کے عنوان سے "انوار رضا" کی اشاعت خاص کا اہتمام کرنے جا رہے ہیں یہ کام وقت کی اہم ضرورت ہے اگر اہل سنت کے مختلف ادارے اور باصلاحیت شخصیات اسی طرح علمی دیانت اور سچائی کے ساتھ تاریخ کو مرتب و مدون کر دیں تو یہ ملت و امت کے ماضی و حال کو مستقبل تک محفوظ طریقے سے منتقل کرنے کی کامیاب کوشش ہوگی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک محبوب الرسول قادری کو ان تمام پروگراموں کی تکمیل کی توفیق ارزانی فرمائے جو انہوں نے شروع کر رکھے ہیں۔ آمین

خود احتسابی..... پیغام بیداری

"یہاں غیروں کا تو گھٹ شکوہ ہی بے کار ہے کہ ان کا جو طریقہ ہے اس پر وہ عمل کرتے ہی رہیں گے الہت احتساب خود اپنا کرنا چاہئے کہ اپنی خدمات اور کثرت تعداد کے باوجود ہم سے بے توجہی اور ہماری یہ ناقدی کیوں ہے؟ عند اللہ ہمیں اپنے کاموں کا جو اجر ملے گا اس کا ہمیں جو کچھ کرنا چاہئے اس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے ورنہ حالات جوں کے توں باقی رہیں گے اور مخالفین کی ظاہری بالادستی ہمارے اوپر اسی طرح قائم رہے گی ہمیں اپنی اصلاح کے لیے بالکل اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہئے کہ ہمارے اندر جماعتی شعور اور تنظیمی صداقت کا افسوس ناک حد تک فقدان ہے اور اس ایک کمی نے ہمارے وزن اور قدر کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔

(مولانا یحیٰی خٹک مصباحی ماہنامہ مجاز دہلی ص ۳۱ ایت ۱۹۹۰ء)

پیغام

زینتِ السادات محمدِ اہل سنت

حضرت پیر سید مرید کاظم شاہ بخاری

آستانِ سادات..... سومرا کالونی میرپور ماٹھیلہ (سندھ)

—————○—————

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایسی برکتیہ ہستیوں کو پیدا فرمایا جنہوں نے عالم اسلام اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں مرکزِ مدینہ ﷺ کی محبت کے دیپ جلائے اور ساری دنیا کو نورِ محبت رسول ﷺ سے روشن کر دیا۔ اسی بہت سے شخصیات میں سے ایک ہستی موجودہ صدی کے مجدد اور عالم اسلام کے روحانی پیشوا حضرت علامہ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ بھی تھے جنہوں نے ملک کے آئین میں قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلویا۔ ان کی زندگی عشق رسول ﷺ سے عبارت تھی۔ وہ اسلام کے مجاہد کبیر اور ملت کے قائد سالار تھے ان کی نظرِ عالی افق پر بڑی گہری تھی اور ان کا دین بہت کھلا تھا۔ ہم نے انہیں کراچی، لاہور، ملتان، خانقاہ قادریہ بھرچوڑی شریف، سکھر اور سہون شریف میں بار بار دیکھا، سنا، ملے اور ان سے راہنمائی لی۔ ہر مرتبہ ان سے ملنے پر ان کی بہت سی نئی خوبیاں، خصوصیات اور لیاقت و قابلیت سے شناسائی ہوئی۔ وہ پوری قوم کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام تھے۔ عزیز گرامی مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے ان کی شخصیت پر جس قدر طبعی کام کیا ہے وہ قابلِ رشک ہے بلاشبہ انہوں نے اپنے قائد کے ساتھ محبت و تعلق داری کا حق ادا کر دیا ہے پوری قوم کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ میرا یقین ہے کہ ملک صاحب مستقبل میں حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے حوالے سے کام کرنے والوں کے لئے مرجع اور ماخذ قرار پائیں گے۔ ”کردارِ نورانی، دعوہ ہے“ اسی سلسلہ محبت و محنت کی ایک کڑی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کارِ خیر کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین

پیغام

محبتِ وطن، صاف گو اور اصول پسند سیاست دان، قائد اہل سنت کے رفیقِ خاص

جناب پیر اعجاز احمد ہاشمی

چیمبرمین: جمعیت علماء پاکستان

—————○—————

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کا نام کلی سیاست میں ایک روشن آفتاب و ماہتاب کی حیثیت سے ہمیشہ جگمگاتا رہے گا کہ انہوں نے ساری زندگی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے فسادِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ، فسادِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ، استحکام پاکستان، فتنہ گری گروہی اور دہشت گردی کے خاتمے، عوام کے طرزِ حیات کے معاشی و معاشرتی معیار کو بلند کرنے اور دینی اقدار کی بالادستی کے لئے وقف کئے رکھی اور کسی تساہل کے بغیر مسلسل مصروفِ جہد رہے۔ ہمارے اجداد کے زمانے سے ان کے ساتھ خاندانی طور پر بہت اچھے روابط ہیں اور میری ان سے رفاقت بہت قدیم ہے بچی ہاتھ یہ ہے کہ میں نے ان جیسی پختہ کردار کی حامل کوئی دوسری شخصیت نہیں دیکھی۔ مولانا نورانی رحمہ اللہ مضبوط کردار کے حامل قومی سیاست دان تھے ان کی رحلت نے انہوں کو تو بہت زیادہ دکھ دیا ہے مگر دوسرے بھی ان کی جدائی کو شدت سے محسوس کرتے ہیں مولانا نورانی ملت بلکہ پوری امت کا بہت قیمتی اثاثہ تھے ان کے پاس کردار کی بڑی قوت تھی جس کی طاقت سے وہ جہاں جاتے، چھا جاتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ہمارے تنگی اور جماعتی ساقی مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے جس تسلسل کے ساتھ حضرت مولانا نورانی رحمہ اللہ کے حوالے سے اپنے رسالے کے پے درپے کئی خصوصی نمبر شائع کئے ہر سال مسلسل نورانی و انری شائع کرنا اپنا معمول بنایا اور ہمیشہ اخبارات میں اس عنوان سے

مولانا کی مختلف جہتوں پر مضامین لکھے اور ان کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ وہ قادری صاحب کی حضرت قائد اہل سنت کے ساتھ تعلیمی و ادبی، دینی ہم آہنگی اور نظریاتی تعلق کا مضبوط اور پائیدار حوالہ ہے اس وقت ”کردار نورانی زندہ ہے“ کے عنوان سے ان کا خصوصی نمبر شائع ہو رہا ہے جو خوش آئند بھی ہے اور مستقبل کے لیے ایک عمدہ تحفہ بھی۔ میں محترم ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دارین میں ان کے لئے اجر عظیم کی دعا کرتا ہوں۔

قائد اہل سنت نے فرمایا

باشعور سنیوں کے دلوں پر امام نورانی کی دستک

آپ کے متعلق ہمیں شکایت ہے وہ یہ کہ آپ نے بے یوینی کا پیغام عام کرنے کے لیے توجہ نہیں دی۔ آپ نے اپنی قیادت کی طرح جان توڑ کوشش نہیں کی۔ آپ ابھی تک دعوت و تحریک کے حوالے سے سنجیدہ نہیں ہوئے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں شامل ہو کر بھی آپ کے شب و روز میں کوئی نمایاں فرق محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے خود کو ملک میں انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کے لیے پوری طرح وقف نہیں کیا۔ آپ ابھی تک تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر قربانی دینے کے لیے دینی طور پر تیار نہیں ہوئے۔ یہ حال تو اپن ہے مگر ہم دیکھتے ہیں۔۔۔ کہ ہمارے مخالفین لوگوں کو گھروں سے نکالنے کے لیے ہر روز اڑے پر دستک رہے ہیں میں آپ سے کہوں گا کہ ذرا یہاں ٹھہر کر تھوڑا سا اپنا احتساب کر لیجئے اور ذرا غور کیجئے! پھر تھوڑی دیر کے لئے سوچئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ آپ سوچیں تو سہی! آخر وہ کیا ہے کہ آپ اتنے غیر منظم ہیں؟

(انتہا خطاب امام نورانی اپریل ۱۹۸۸ء بمقام قلم گاہ قاسم باغ، ملتان)

انوار رضی اللہ عنہما

اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ



قائد اہل سنت امام الشاہ احمد نورانی رحمہ اللہ (م: ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء)



فائز اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانی، جنرل کے ایکم انٹرنیٹ، ابو الیمان علامہ سعید احمد مجیدی
نوری خادمہ رسول، مولانا خادمہ حسین شریکوئی، مہمان علی چودھری شہید، محمد طاہر فاروقی، نورانی اور دیگر



فائز اہل سنت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی اور نواب زادہ نصر اللہ خان



علامہ الشاہ احمد نورانی اور سابق وزیر اعلیٰ ملک معراج خاندانی ملاقات
جنرل کے اعزہ انٹرنیٹ اور دیگر اعلیٰ شہری شریک ہیں

پیغام

بزرگ معتمد و مترجم، ناشر و مضامینات

میرزا دادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

ایڈیٹر ”جہانِ رضا“ لاہور

فائدہ اہل سنت الشاہ احمد نورانی رحمہ اللہ

.....ایک زندہ کردار.....

الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ موجودہ صدی کے عظیم قائد اور سنی راہنما تھے آپ کی ساری زندگی نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے گزری آپ کی کوششوں سے پاکستان کے سنیوں کی اکثریت ایک سیاسی اور دینی قوت بن کر سامنے آئی۔ آپ کی قیادت ایک نورانی کردار کی روشنیاں پھیلاتی ہوئی آئی اور حقیقت ہے کہ آپ کے نورانی کردار کی راہنمائی نے طالب علموں سے لے کر اساتذہ تک، درویشوں سے لے کر مشائخ تک، عام و درکروں سے لے کر بلند قد سیاست دانوں تک، ہر ایک کو متاثر کیا۔

الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ کے ”قائد نظامِ شریعت“ کے ایک سپاہی مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کردار نورانی پر ایک خوبصورت کتاب لکھنے کا اعلان کیا ہے اور آپ نے کوشش کی ہے کہ نئی نسل کو اپنے قائد کے سیاسی اور ملی کردار سے روشناس کرانیں اور بھولے نکلے نوجوانوں کو بتائیں کہ ایک زندہ کردار اور نورانی کردار کبھرے

اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ

الانوار رضاؒ



سید شہد و حضرت امام مسلمان شاہ ابوالحسنؒ (15 جولائی 1994ء) نورانی مسجد لاہور کے منبر پر قائد اہل سنت، دانش و انداز نورانی تشریف فرما ہیں۔ ملک محبوب الرسول قادری اپنے عظیم قائد کے ہمراہ ہیں۔



فائدہ اہل سنت علامہ الشاہ احمد نورانیؒ - انور رضاؒ (بحری جہاز یادیں 1994ء) (1994ء) (ملک محبوب الرسول قادری اور ملک عبدالعزیز انجمان لاہور ہیں)

ہوئے کارواں کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے کتنا اہم کام کرتا ہے اور دروں کو افکار کیسے ایک بلند مقام دلاتا ہے۔

ستارہ می گلشنِ آفتاب می یاد

مجھے قائدِ اہلسنت، الشاہ احمد نورانی صدیقی جیلانی کے زیرِ قیادت زندگی کے چند سال گزارنے کا موقع ملا ہے۔ میں آپ کے قائدانہ کردار پر روشنی ڈالنا چاہوں تو ایک دفتر چاہیئے میں نے دیکھا کہ آپ ایک عالمِ دین، ایک سیاسی رہنما اور ایک روحانی پیغمبر کی حیثیت سے اپنے کردار کی روشنیوں میں ہر ایک کو متاثر کرتے ہیں۔ طالبِ علموں کے ساتھ غلط فہموں پر بیٹھ کر طبعی باتیں کر رہے ہیں علمائے کرام کی مجالس میں طبعی مباحث پر طبعی گفتگو کر رہے ہیں۔ سیاست دانوں کے مجمع میں سیاسی گھبراہٹیں سمجھا رہے ہیں ارہابِ اقتدار کے سامنے ایک جرأت مند لیڈر کی حیثیت سے ملکی مسائل اور عالمی حالات پر گفتگو کر رہے ہیں۔ آج ہم سیاسی راہنماؤں کو دیکھتے ہیں تو وہ دولت کے بکھیروں میں الجھے ہوئے ہیں۔ دینی علماء کو دیکھتے ہیں تو وہ فردوسی اختلاقات کی راہوں میں بھٹکے ہوئے ہیں مشائخ کی خانقاہوں میں جائیں تو وہاں غرر و نیاز پر بھڑکے ہیں۔ اقتدار کے ایمان کو دیکھیں تو وہاں اقتدار کی کرسیوں پر باتیں ہو رہی ہیں اور سودے بازی جاری ہے۔

ملک و ملت کے جس کردار کی ضرورت ہے وہ ناپید ہے ہم نے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کو دیکھا تھا وہ کردار کی شمعِ فروزاں تھے زیرِ مطالعہ کتاب میں آپ کو الشاہ احمد نورانی کے کردار کی مثالیں ملیں گی اور آپ کردارِ نورانی کی روشنیوں میں اپنے اخلاق اور کردار کو روشن کریں گے۔

ہم جنابِ ملک محبوب الرسول قادری صاحب کی اس مساعی پر مدیہ تحریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو نوجوانوں کے کردار کے لئے مشعلِ راہ بنائے۔

شاعری کی نوا

سلطان الشعراء

الاستاذ حضرت علامہ محمد عبدالقیوم

طارق سلطانپوری مدظلہ

کتاب مستطاب موسوم ہے

..... کردارِ نورانی زندہ ہے

اثر خاصہ: ادیب شہیرہ محبوب جہان ادب و صحافت

ملک محبوب الرسول قادری مدظلہ

مدیر ماہنامہ ”سوئے تجا“ لاہور: مدیر اعلیٰ سہ ماہی ”انوارِ رضا“ جوہر آباد

سال اشاعت ۱۴۲۳ھ ۲۰۱۲ء

ٹکالے خوب ”انوارِ رضا“ کے پے پے نمبر ملک صاحب کی رفتارِ قلم ہے ہجہ حیرانی رواں ہے آویزِ ملت کے لئے ملکِ شیران کا فروغ حق کی خاطر وقف ہے ان کی قلم رانی حلا کی حق تعالیٰ مسطی و وہابِ مطلق نے اسے جولانی فکر اور جذبے کی فراوانی وہ بھی شامل ہے ان پر جوش و باغلاں بندوں میں جنہوں نے کی سدا اقتدارِ ملت کی تمبھانی ہے چٹائی لعلی، صرف مہرِ تراسوں میں کرنی ہے سراپا جہد و حرکت مروجہ لے دل میں ہے خدائی

علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ

(شخصیت، خدمات، احوال و آثار)

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ۱۷ رمضان ۱۳۳۳ھ / اپریل ۱۹۱۸ء کو میرٹھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت صدیقی اکبر علیہ السلام سے جاملتا ہے اسی نسبت سے آپ صدیقی کہلاتے تھے۔ انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ حفظ قرآن کے بعد ثانوی تعلیم کے لئے ایسے سکول میں داخلہ لیا جہاں ادریہ تعلیم عربی تھا۔ عربک کالج میرٹھ (یوپی ہندوستان) سے بھی ڈگریاں حاصل کیں۔ درس نظامی کی کتب متداولہ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں استاذ العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی سے پڑھیں۔

دستار بندی کے موقع پر ایک مددگار تقریب کا انعقاد ہوا جس میں آپ کے استاد محترم مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عبد العظیم صدیقی اور صدر الاقافل مولانا سید ضیہ الدین مراد آبادی کے علاوہ شاہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند بھی سند افروز تھے۔ آپ کی حالیہ دہائیوں پر عبور حاصل تھا۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی (امریکن اور برٹش لہجہ میں)، سواحلی (افریقی)، فرانسیسی کے علاوہ بنگالی، گجراتی، سبھی زبانیں بڑی روانی سے بول سکتے تھے۔ علامہ نورانی تحریک پاکستان کے دور میں طالب علم تھے۔ آپ نے نہ صرف تحریک پاکستان میں حصہ لیا بلکہ میرٹھ کی سطح پر نوجوانوں کو ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے فکری اعزاز میں منظم بھی کیا۔ مسلم لیگ کی حمایت میں شلیخ مین پوری (یوپی) ہمارت) میں سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۲ء

کئی پروردگار پہلو اس نے دکھائے زمانے کو اُسے محبوب ہے ذات و حیات شاہ نورانی عیاں کی اس کتابِ خوب سے اس نے زمانے پر بہ اعزاز حسین، کردارِ نورانی کی تابانی بہ خوبی اس کتاب اور خطاں سے نمایاں ہے ضیا اس کے عمل کی اس کی سیرت کی درخشانی ہمارے پاس آج، اسوں سے یہ کہا پڑتا ہے عظیم الشان اس انسان کا کوئی نہیں ثانی ملک محبوب کی یہ سہی نورانی قیمت ہے جو حق تھا ہوگی ہم سے نہ اس کی مرتبہ دانی کتاب حق کی تاریخِ علماعت مل گئی طارق ”سجائی، آگئی“ سے جب کہا چہ باز ”نورانی“ ۱۱۰ ۳۱۷

بڑے اخلاص سے تاریخِ ہمیری سال میں طارق رقم کی میں نے ”زمین و خوبی کردارِ نورانی“ ۱۳۳۳ھ
”دعوتِ ”وہود“ اک اور بھی تاریخِ طارق نے کہی ہے ”نامتوان رفعتِ کردارِ نورانی“ ۲۰۱۲+۲۰۰۸+۳

قرض دینے کی فضیلت و ثواب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ہاں جب کوئی سائل آتا تو آپ اس کی ضرورت کے مطابق اُسے قرض دیتے اور اس سے واپسی کا تقاضا نہ فرماتے تاکہ آپ کو قرض کے برابر رقم روزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا رہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سائل کو ویسے خیرات کے طور پر دینے کی بجائے اس کی ضرورت کے مطابق اسے اس لیے قرض دیتا ہوں کہ ایک تو اسے کسی اور سے مانگنا اور وہ بدر بھرنے پڑے اور دوسرے یہ کہ مجھے اسی قدر رقم روزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ملتا رہے ورنہ اس قدر رقم روزانہ خرچ کرنا میری استطاعت میں نہیں۔

میں مرزا نیوں کے خلاف کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس کا انعقاد ہوا تو آپ اس بورڈ کے اہم رکن مقرر ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں کراچی میں مولانا عبدالخالق بدایونی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) اور دیگر علماء کے ساتھ تحریک میں شریک ہوئے۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن تحریک کا آغاز ہوا تو علامہ نورانی پیش پیش تھے۔ گرفتاری کے لئے رضا کاروں کی تیاری کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں علامہ شاہ احمد نورانی نے اپنے والد ماجد علامہ شاہ عبداللطیف صدیقی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے مشن کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دینے کا عزم کر لیا۔ ۱۹۵۵ء میں آپ جامعہ ازہر (مصر) کے علماء کی دعوت پر قاہرہ تشریف لے گئے اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔ ۱۹۵۸ء میں علامہ نورانی نے حضرت مفتی ضیاء الدین بابا خانوف مفتی اعظم روس کی خصوصی دعوت پر روس کا تبلیغی دورہ کیا اور سوشلسٹ معاشرے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ ازبکستان، تاجکستان، سرقد بخارا کے مسلمانوں میں دینی جذبہ پیدا کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا اور روسی حکومت کے پروگرام کے برعکس سوشلسٹ رہنما لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کر دیا۔ جس کے سبب اس موقع پر ایک طرف تو ہلچل مچ گئی مگر دوسری طرف اسلامی موقف کھل کر سامنے آیا۔

علامہ نورانی، مشغی مولانا روم اسے دلکش انداز میں پڑھتے تھے کہ روس کے تبلیغی دورہ کے دوران ازبکستان، تاجکستان، سرقد بخارا اور دوسرے مقبوضہ علاقوں کے مسلمانوں نے بار بار آپ سے مشغی مولانا روم سنانے کی فرمائش کی۔ سرقد میں آپ نے مصحف عثمانی کے اصل نسخہ کی زیارت کی۔ ۱۹۵۹ء میں علامہ شاہ احمد نورانی نے مشرق وسطیٰ کا خیر سگالی دور کیا۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء تک علامہ شاہ احمد نورانی نے مشرقی افریقہ، اڈھاسکر، سیلون (سری لنکا) اور شمالی افریقہ، صومالیہ، کینیا، ٹانزانیہ، یوگنڈا اور ماریشس کے دورے کیے نیز تانجیریا کے وزیر اعلیٰ جناب احمد بیلو شہید کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور ان کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تبلیغی

دورہ کیا۔ ۱۹۶۲ء میں آپ کی شادی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اسی دورے میں آپ نے ترکی، فرانس، مغربی جرمنی، برطانیہ، تانجیریا، اکیڈم، یونین ممالک، جاپان، امریکہ، جنوبی امریکہ، کینیڈا، جزائر یوگنڈا، مالاگوسی اور سرینام (ڈچ گینا، جنوبی امریکہ) کا تبلیغی دورہ کیا۔ دورہ افریقہ سے واپسی پر کراچی میں مولانا عبدالخالق بدایونی علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) کی طرف سے دیئے گئے استقبال میں اپنے دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”افریقائی مسلمانوں نے پاکستان کے خلاف بھارتی جارحیت کی شدید مذمت کی ہے۔ میں گیارہ ماہ قیام کے دوران جہاں بھی گیا میں نے محسوس کیا کہ افریقائی مسلمان اسلام کو اسی طرح پسند کرتے ہیں جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے پسند کیا تھا۔ سینکڑاں جزائر، یوگنڈا، سوڈان، صومالیہ، مالی، تانجیریا، اڈھاسکر، کانگو، چاد، داہومی، آئیوری کوسٹ کے لوگ اچھی عادات کے حامل ہیں اور اپنی عادات کی وجہ سے وہ روز بروز اسلام کے قریب ہوتے جا رہے ہیں“ اسی سال سرینام (جنوبی امریکہ) میں بھی سات ماہ قیام کر کے فقیر مرزا نعیم کو پکلا اور ایک مناظرے میں مرزا نیوں کو شکست فاش دی کہ اب وہاں مرزائی کسی سنی عالم دین کے مقابلے میں آنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے مزاج میں مزاح کا عنصر بھی تھا جب قومی اسمبلی میں غلام غوث ہزاروی نے ذوالفقار علی بھٹو کی خوشامد کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا سہرا مسٹر بھٹو کے سر بٹھا ہے تو مولانا نے فوراً فی البدیہہ جملہ کسا کہ سبحان اللہ! جو لوگ کل تک سہرے کو بدعت قرار دے رہے تھے آج وہ خود بھٹو کے سر پر سہرے باندھ رہے ہیں۔

۱۹۶۵ء میں آپ نے جمعیت تبلیغ الاسلام کی دعوت پر شمالی انگلینڈ اور اس کے علاوہ امریکہ، جنوبی امریکہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ ۱۹۶۸ء میں علامہ شاہ احمد نورانی نے ٹریڈ اڈ میں ایک قادیانی (جو کہ اسلامک ریویو لندن (برطانیہ) کا ایڈیٹر تھا) سے ساڑھے پانچ گھنٹے مناظرہ کیا، بالآخر وہ کتاہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ۱۹۶۹ء میں آپ نے پاکستان آنے

خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس میں شرکت کی۔ آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور غم نبوت کے مسئلہ سے انہیں آگاہ کیا۔ اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقے میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان کی ذہانت و قابلیت اور حاضر جوابی بھی مدبرم الطیر تھی جب دو القادری بھٹو سے کانگریز اختلاف کی حیثیت سے آپ کا پہلا تعارف ہوا تو مسٹر بھٹو نے کوثر یادی سے کہا کہ اچھا یہ مولانا نورانی ہیں جو حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے رہتے ہیں؟ اس پر آپ نے فی البدیہہ جواب دیا کہ حکومت اپنے کاموں میں کیڑے کیوں پڑنے دیتی ہے جو ہمیں نکالتے پڑتے ہیں اس پر مسٹر بھٹو خاموش ہو گئے ۱۹۷۵ء میں علامہ نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کے تحت مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی پروفیسر شاہ فرید الحق اور علامہ ارشد القادری کی رفاقت میں امریکہ، افریقہ اور یورپ کا تبلیغی دورہ کیا۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی حاضری اور حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد یہ وفد ۱۲ جنوری ۱۹۷۵ء کو حیدرہ سے نیروبی (کیلینیا، افریقہ) پہنچا۔ نیروبی کی جامع مسجد کھیرا میں علامہ نورانی نے عربی میں خطاب کیا۔ بعد میں تقریر کا سوا انی زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ نیروبی ٹی وی اسٹیشن پر آپ کا انٹرویو ریکارڈ ہوا جس میں آپ نے فرمایا: ”افریقہ ممالک میں قادیانی اسلام کا نام لے کر معروف کار ہیں مگر درحقیقت وہ ان ملکوں کے اتحاد کو کمزور کر رہے ہیں۔“

۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو لاہور سے آپ کو حراست میں لے لیا گیا گزشتہ خیرہ (سندھ) میں جو گرم ترین علاقہ ہے پھل اور پچھے کی سہولت کے بغیر رکھا گیا بلکہ پانی کی بنیادی سہولت تک سے محروم کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عرب ممالک کی کوششوں سے رہائی ہوئی مگر ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لا کے نفاذ پر آپ کو قومی اتحاد کے

دوسرے رہنماؤں کے ساتھ سری میں زیر حراست رکھا گیا۔ جنوری ۱۹۸۱ء میں علامہ نورانی کیلینیا کے مسلمانوں کی دعوت پر تبلیغی دورہ کے لئے کراچی سے روانہ ہوئے۔ آپ پہلے مکہ مکرمہ (سعودی عرب) حاضر ہوئے۔ وہاں عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری۔ پھر عید میلاد النبی ﷺ کی ایک عظیم الشان تقریب سے خطاب کرنے کے لئے نیروبی (کیلینیا، افریقہ) تشریف لے گئے۔ بعد ازاں آپ نے مارشس، جنوبی افریقہ، زمبابوے، ملاوی، جزائر فیجی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہانگ کانگ اور سنگاپور کے کامیاب تبلیغی دورے کئے۔ اس چھ ماہ کے تبلیغی دورہ میں نوے افراد آپ کے ہاتھ پر شرف بہ اسلام ہوئے۔ تبلیغی دورہ سے واپسی پر کراچی میں حاجیانی حور ہائی ہال میں عظیم اہل سنت و جماعت کوادر کی جانب سے دی جانے والی افکار پارٹی میں تقریر کرتے ہوئے علامہ نورانی نے کہا کہ ”اہم بات یہ ہے کہ یورپ، مشرق بعید اور افریقہ والے اسلام قبول کر رہے ہیں لیکن ان ممالک میں موجود بعض لوگوں نے تبلیغ کے نام پر گروہ بندیوں قائم کر رکھی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی من گھڑت تاویلات سے دین کو نقصان پہنچایا ہے اور اپنی بے راہ روی سے نو مسلموں کو اسلام سے بھڑک کر رہے ہیں۔ علامہ نورانی نے کہا کہ ہم نے اسلام ورثہ میں پایا ہے جبکہ یورپ اور دیگر ممالک کے نو مسلموں نے اسلام کی حقانیت کو دیکھ اور پرکھ کر اسے قبول کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد ان کی زندگی میں انقلاب آ جانا چاہئے لیکن غم ملاؤں کے قول و فعل میں تضاد اور ان کی تفرقہ بازوں کے سبب انقلاب تو درکنار وہ مبادیات سے بھی بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا امریکہ، برطانیہ اور دیگر ممالک میں اسلام کی تبلیغ کے لئے ماحول سازگار ہے۔ بلاشبہ عیسائی اور ہندو بھی مقابلے پر آ چکے ہیں اور بڑے منظم طریقہ پر اپنے مذاہب کا پرچار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھیے کہ اسلام کی طاقت سے انہیں شکست دی جاسکتی ہے۔ مختلف مذاہب فکر کے ایک اجتماعی پلیٹ فارم کے زیر اہتمام منعقدہ ”ختم نبوت کانفرنس“ سے خطاب کے دوران جب ان کا کلام اور عوام نے جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے نعرہ ہائے گہیر و رسالت کے

بعد "تخت و تاج ختم نبوت زندہ باد" کا نعرہ لگایا تو مولانا نورانی نے بڑی متانت سے تقریر کا رخ بچھرتے ہوئے فرمایا شاہناش تخت و تاج ختم نبوت زندہ باد واقعی تخت بھی زندہ باد ہے اور تاج بھی زندہ باد ہے اور خوب یاد رکھو کہ تخت و تاج ختم نبوت اس لیے زندہ باد ہے کہ صاحب تخت و تاج ختم نبوت خود زندہ ہے۔

۱۸ دسمبر ۱۹۸۲ء کو علامہ شاہ احمد نورانی مارشس (افریقہ) کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے۔ اس دورہ میں بہت سے قادیانی آپ کے ہاتھ پر شرف بہ اسلام ہوئے۔ یہاں آپ نے تقریباً ۳۵ مذہبی اجتماعات سے خطاب کیا۔ یہ تمام پروگرام ریڈیو مارشس سے نشر ہوئے۔ آپ نے طیبہ مشرقی کالج مارشس کا معائنہ بھی کیا۔ مولانا نورانی کے دست مبارک پر دنیا بھر میں تبلیغی دوروں کے دوران ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا آپ نے دو مرتبہ ۱۹۷۸ء اور ۱۹۸۶ء میں ہائی پاس آپریشن کرایا ہالینڈ میں بین الاقوامی شہرت کا حامل ہارٹ سیٹلسٹ جو آپ کا ذاتی معالج تھا آپریشن میں مشاہدات اور آپ کی دین پر استقامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

اپنی وفات سے ٹھیک ۲۰ سال قبل ایسٹروڈیم (ہالینڈ) میں آپ نے ۱۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو جامع مسجد طیبہ کا باقاعدہ افتتاح اور ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا۔ افتتاحی اجلاس میں شرکت کے لئے برطانیہ، ہندوستان، اٹلی، نیشیا، مراکش اور مغربی جرمنی سے کثیر تعداد میں علماء ڈاکٹر، دانشور حضرات ہالینڈ پہنچے۔ ایک (ہالینڈ) میں مدرسۃ الاسلام یونیورسٹی کے قیام کے بعد وہاں کے مسلمانوں نے ایک بڑی جامع مسجد کی ضرورت محسوس کی تھی تاکہ وہاں کے مسلمان ایک ہی جگہ عیدین اور جمعہ کی نماز ادا کر سکیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے لاکھوں روپے کی مالیت سے چار ہزار گز زمین خرید کر جامع مسجد طیبہ کے لئے وقف کر دی۔ اس مسجد میں تقریباً ہزار آدمی بیک وقت نماز ادا کر سکیں گے۔ جامع مسجد طیبہ کی افتتاحی تقریب کے بعد علامہ نورانی نے قادیانیوں اور عیسائیوں کو بھی مسلمان کیا جو جرمنی، برطانیہ، مارشس، نیروبی (کینیا) اور یورپ کے مختلف شہروں سے ہالینڈ پہنچے تھے۔ ابراہن عراقی جنگ بندی کے لیے

مولانا نورانی نے کلیدی کردار ادا کیا اور عراقی صدر صدام حسین سے ملاقات کر کے مصالحتی کیشی کے اہم رکن کی حیثیت کے علاوہ ذاتی رسوخ استمال جس کے نتیجہ میں گیارہ سالہ جنگ کا خاتمہ ہوا۔ جب پاکستان کو فرقہ وارانہ کشیدگی کی آگ میں جھونک دیا گیا تو قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی نے پہلے ملی جیجی کونسل اور پھر متحدہ مجلس عمل قائم کی اور تمام مکاتب فکر کو ایک پھتری کے سائے تلے بٹھا کر علیحدہ سیاست کو برقرار رکھا۔ ۷ جولائی ۲۰۰۱ء کو ملک عزیز کی ۶ بڑی سیاسی و دینی جماعتوں نے ملی وحدت اور اقامت دین کے لیے آپ کی جدوجہد سے ملی جیجی کونسل کا پلیٹ فارم تشکیل دیا۔ ۷ جولائی ۲۰۰۲ء کو جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اسلامی پاکستان، تحریک جمہوریہ پاکستان، جمعیت اہل حدیث اور بے پناہی کے دونوں گروپوں نے مل کر اسلام آباد میں متحدہ مجلس عمل تشکیل دی اور مختلف طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کو اس کا سربراہ بتایا گیا آپ ہی کی سربراہی اور سیاسی حکمت عملی کی برکت سے اکتوبر ۲۰۰۲ء کے قومی اسمبلی و صوبائی اسمبلیوں اور فروری ۲۰۰۳ء کے سینٹ کے انتخابات میں ایم ایم اے کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ تھا اور ان کی جدوجہد پے عالمی طاغوت کے سامنے امت مسلمہ کی وحدت و اخوت کے اس عملی مظاہرہ نے من حیث القوم مسلمانوں اک سرخرو سے بلند کر دیا اور دوسری طرف فرقہ واریت کی وہاں کو کنٹرول کر لیا گیا۔

۱۶ اشوال المکرم ۱۴۲۳ھ (۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء) کو ساڑھے بارہ بجے دن اسلام آباد میں اسلام کا یہ بے لوث مجاہد داعی حق کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے واصل حق ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان حضرت قائد اہل سنت کے وصال کے بعد ان کے مشن کی ترویج و اشاعت کے لیے مصروف عمل ہے جس نے اب تک خدو کتب شائع کی ہیں اور طبعی تحقیقی میدان میں ٹھوس بنیادوں پر کام جاری رکھنے کے منصوبے زیر تکمیل ہیں اس سلسلہ میں ملت و امت کے درخیز ذہنوں اور اہل خیر کو مل بیٹھنا چاہیے۔ مولانا شاہ احمد نورانی تمام مکاتیب فکر کے سرکردہ اور جدید قائدین، علماء اور

راہنماؤں نے مسلمہ طور پر "قائم ملت اسلامیہ" تسلیم کیا وہ ایک سچے عاشق رسول اور راسخ اعلم شخصیت تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود سے امت، ملت، ملک اور قوم کو خوب فیض یاب فرمایا آج بھی ان کے افکار کی روشنی میں قوم مصری مسائل کو کنٹرول کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کا فیضان نصیب کرے۔

ملک محمد محبوب الرسول قادری

چیمبر مین: علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ (سیدنا نعمت اعظم سرگت، نزد چنگی نیرا) سرگودھا روڈ، جوہر آباد (41260)

Mob: 0300/0321/0313-9429027

E-mail: mahboobqadri787@gmail.com

آل انڈیائی سنی کانفرنس سے جمعیت علماء پاکستان تک

جمعیت علماء پاکستان کا سارا سفر "آل انڈیائی سنی کانفرنس" کے نام سے ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد مختلف پاکستان و ترویج نظریہ پاکستان ایک الگ ضرورت تھی جس کے پورا کرنے کے لئے ۱۹۴۸ء میں ملتان میں تحریک پاکستان کے انہی مجاہدوں نے آل انڈیائی سنی کانفرنس کا نام بدل کر جمعیت علماء پاکستان رکھ دیا جس کے پہلے صدر مجاہد کشمیر مولانا ابوالحسنات سید احمد قادری اور ناظم اعلیٰ مولانا سید احمد سعید کاشمی مقرر کیے۔..... بعد ازاں حضرت مولانا عبدالخالق بدایونی، حضرت شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی، خلیفہ اسلام مولانا عبدسید فیض الحسن آلومہار شریف، حضرت میر سید محمود شاہ کمراتی، حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ ہد فیض شاہ فرید الحق، حضرت صاحبزادہ شاہ محمد انس نورانی کے بعد اس وقت حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر الحاج محمد صاحبزادہ محمد زبیر، حضرت صاحبزادہ شاہ محمد اویس نورانی اور جناب قادری محمد زوار بہادر اس سفر کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ

مولانا نورانی رحمہ اللہ آج بھی زندہ ہیں کیونکہ انسان کو اس کا کردار ہمیشہ زندہ رکھتا ہے

نامور صحافی و کالم نگار چچا رحمان کا مہمان کالم

علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ ایک تحریک کا نام ہے۔ آپ ملت اسلامیہ کا انشا ہیں، آپ کی شخصیت کے کئی حوالے ہیں، آپ ہر طریقت بھی ہیں، سیاست دان بھی، عوامی رجحان اور مذہبی پیشوا بھی، آپ کی دینی، علمی، قومی اور ملی خدمات کا احاطہ کرنا چھٹاں آساں نہیں۔ آپ کی تخلیقی خدمات سات سیندر پارک تک بھی ہوئی ہیں، آپ نے ہمیشہ اسلام کو ایک کائناتی دین سمجھا، پاکستان اور بیرون پاکستان، ملکوں ملکوں، دنیا بھر میں آپ اشاعت اسلام کے لئے پیچھے، آپ کی زندگی مجروحہ اکسار سے عبارت ہے، آپ نے خود کو کبھی شیخ الاسلام، فقیر قوم و ملت یا محدث اعظم نہیں لکھا، آپ صحیح معنوں میں خادم اسلام تھے۔

وطن سے محبت اور دین اسلام کی سر بلندی کی جدوجہد کی توفیق آپ کو ودیعت ہوئی تھی، عقیدہ شتم نبوت کی پاسداری اور نظام معطلی کے لئے آپ کی انتھک محنت آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ رہے گی، ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت، آپ کے ناقابل فراموش کارنامے ہیں، آپ کی جدوجہد اسلامی اور جذبہ حب رسول ﷺ قرولنا لوفی کے مسلمانوں کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ۱۹۷۵ء کی بحالی وحدت امت کے خواب کو تعبیر سے ہمکنار کرنا، اسلام کی بالادستی آپ کے کردار کے ایمان افروز حوالے ہیں۔ آپ ہی کی کلاشوں کا ثمر ہے کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے آئین کی دفعہ ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کر کے تادیبوں کو غیر مسلم اقلیت اور ریلوے (چناب نگر) کو کھلا شہر قرار دے کر برصوں کا پیچیدہ مسئلہ حل کیا۔

علامہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کا شمار باعمل علمائے کرام میں سرفہرست ہے، آپ نے "جمعیت علماء پاکستان" جو صرف علماء کی جماعت ہوا کرتی تھی جہد و دستاورد ہجرت تک محدود تھی اسے عوامی جماعت بنایا، جس میں قلم کار، وکیل، استاد، تاجر اور مزدور

بھی شامل ہوئے۔ آپ نے ہر شعبہ زندگی میں آسانیاں پیدا کیں۔

۱۹۷۰ء کے قومی انتخابات میں حصہ لے کر ثابت کیا کہ سیاست مذہب سے جدا نہیں ہے، ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے میں وزارتِ عظمیٰ کا امیدوار بن کر جمہوریت سے بلا مقابلہ انتخاب کی رحمت کو شتم کیا، آپ نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں داخل ہو کر وہی راستہ پسند فرمایا، جو آپ کے والد گرامی سفیر اسلام شاہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی نے علامہ کی قیادت میں قائمِ اعظم محمد علی جناح کو بنایا تھا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے پوری دیانت، مثبت اور منفرد کردار حق گوئی اور جرأت مندی کے ساتھ سیواِ اعظم کی تربیاتی کی۔ آپ نے زندگی کے ہر شعبے میں اصولوں کو مقدم رکھا، جنرل ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن اقتدار میں شریک ہونا پسند نہ کیا۔ ۸ اگست ۱۹۷۷ء کو لاہور میں پگھلے پارٹی کے جیالوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، گاڑی کے شیشے توڑے، دستار چھینی، آپ نکلے سر ڈھکی حالت میں پاکستان قومی اتحاد کے اجلاس تک پہنچے، لیکن آپ آج بھی پورے قدر و جاہت، شانہ اور مالانہ دستار کے ساتھ کھڑے دکھائی دیتے ہیں جبکہ ”وہ لوگ“ حسبِ عادت آپس میں ایک دوسرے کی پگھلیاں اچھالنے میں لگے ہوئے ہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی زندگی بہت سی حیثیتوں کو محیط ہے۔ آپ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۳ء تک ورلڈ مسلم علامہ آرگنائزیشن کے سیکرٹری جنرل رہے۔ نامور عالمِ دین حافظ قاری، عالمی مبلغ، درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد پیمپل مرہٹہ کالج میرٹھ سے گریجویشن اور الہ آباد یونیورسٹی سے عربی فاضل کی ڈگری لی، ۱۹۷۴ء میں تحریک ناموس رسالت کی قیادت کی اور ۱۹۷۷ء میں نظامِ مصطفیٰ کے خلاف کی جدوجہد کی رہنمائی کی، آپ جمعیتِ علمائے پاکستان کے سربراہ بھی رہے اور متحدہ مجلسِ عمل کے علاوہ اسلامی جمہوری محاذ اور اسلامی جمہوری اتحاد کے راجھا بھی رہے۔ آپ ۱۹۷۰ء کی قومی اسمبلی کے رکن بھی رہے اور ۲۰۰۳ء میں پاکستان پیٹ کے ممبر بھی۔

آپ کے اجداد افغانستان کے شمال میں واقع ایشیاء کے ایک قدیم ملک، دیلمائے آمو کے اس پار (ماورائے النہر) تاجان یا توران کے شہر خجندہ سے ہندوستان آئے تھے، حضرت صوفی حمید الدین صدیقی خجندی جو مثل شہنشاہ ظہیر الدین بابر کے اتالیق بھی تھے، ہندوستان پر

حملے کے وقت ظہیر الدین بابر کی دعوت پر یہاں تشریف لائے تھے جن کی وجہ سے اس خطے میں صدیقی خاندان کی آمد کا آغاز ہوا۔ صوفی حمید الدین صدیقی خجندی کی اولاد سے میرٹھ میں انیسویں صدی عیسوی میں دو بھائیوں علامہ عبدالعظیم جوش میرٹھی اور مولوی اسماعیل میرٹھی نے بہت شہرت پائی۔ علامہ عبدالعظیم جوش میرٹھی جو ممتاز شاعر، نامور عالمِ دین اور میرٹھ کی شاہی مسجد کے خلیف بھی تھے علامہ مولانا شاہ احمد نورانی کے دادا حضور تھے جبکہ آپ کے والد مولانا عبدالعظیم صدیقی جنہیں سفیر اسلام اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کے قابلِ بھروسہ ساتھی ہونے کا اعزاز حاصل رہا جو تحریک پاکستان میں اور قراءِ پاکستان کے موقع پر قائدِ اعظم کی ہدایت پر برصغیر کے مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا کرنے اور اپنے خطاب سے مسلمانانِ ہند میں آزادی اور خودمختاری کا شعور اجاگر کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ فقیرِ قادیاہیت کے ارتداد میں بھی آپ نے ملکوں ملکوں ناموس رسالت کے تحفظ اور حقیقہ ختم نبوت کا لڑ پھر تقسیم کیا، مناظرے کئے، خطاب اور تقاریر فرمائیں۔ روِ قادیاہیت میں کتب تحریر فرمائیں۔ برتاؤ شاہیچے انگریز مفکر کو یہ کہنے پر آمادہ کر لیا کہ ”سو سال بعد دنیا کا مذہب اسلام ہوگا۔“

الغرض علامہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کو دین اسلام کی تبلیغ، وطن سے محبت اور ارتدادِ قادیاہیت کا جذبہ ویرٹے میں ملا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے خطابات اور تحریک ختم نبوت میں خالص کردار ادا کرنے کے علاوہ کتابی صورت میں اچھا خاصا مواد، مناظرے، مہابے، خطابات اور تحقیقِ مجمع کی تھی، لیکن ورلڈ اسلامک مشن کے آفس سے وہ چیزیں باوجود تلاشِ بسیار کے دستیاب نہ ہو سکیں، یوں وہ اصولِ تحفظِ تشنگانِ اسلام کی پہنچ سے دور رہا۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی ولادت ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء میرٹھ میں اور جس دن ان کی روح نے نفسِ حضری سے پرواز کی اس روز وہ اسلام آباد میں تھے سینٹ کے اجلاس میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء (مطابق ۱۷ شوال ۱۴۲۳ھ ہجری) آپ کی تدفین کراچی میں حضرت عبداللہ شاہ قازی رحمہ اللہ کے حرار کے احاطے میں ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعہ الہدایک کو ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کو پردہ فرمائے تو برس بیت گئے لیکن وہ آج بھی ہم میں موجود ہیں کیونکہ انسان کو اس کا کردار زعمہ رکھتا ہے۔

عکس تحریر

جو قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی نے ملک محبوب الرسول قادری کی فرمائش پر عطا کیا

اهم گزای

ولایت

تاریخ پیدائش

مقام ولادت

پنجدہ کتاب

پستیدہ لباس

پند و رنگ

پسندیدہ زبان

پسندیدہ ملک

پنڈیو

پسندیدہ کچل

پسندیدہ پھول

پندرہ شخصیت

پیشدیده شعر

پسندیدہ شاعر

پسندیدہ مقرر

پسندیدہ موضوع

پسندیدہ دانش

پسندیدہ مشروب

۱۵ اگست ۱۹۹۹ء جمعرات گیارہ بجے شب

15

149. 149
R

آوارِ رضا

اشاعت خاص
گودارواری زندہ



☆ امام شرعی..... (مسئلہ امامت کبریٰ)

☆ عورت کی حکمرانی

☆ جمعیت کے اندرونی اختلاف پر ایک

ثالثی و تجزیاتی تحریر

از: استاذ العلماء امام المناطقه، شيخ العرب وعجم

علامہ مولانا ملک عوطا محمد بند یا لوی قدس سرہ

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سنیہ ماتحت اعظم شریعت (دارالافتاء) ممبر کونسل اتحاد علماء ہند (412600)
0321/03300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَسَلُوْہُ وَکَسَلُوْہُ عَلٰی اَعْلٰہِہَا

آج کل علماء و مشائخ کے درمیان عورت کی حکمرانی پر بڑی بحث اور لے دے ہو رہی ہے۔ اس فقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی نے اس بحث پر متصفانہ اور خالی الذہن ہو کر غور کیا ہے تو بندہ کو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر جو بحث اخبارات میں ہو رہی ہے یہ یا تو ذاتی حاد پر مبنی ہے اور یا اس مسئلہ سے ناواقفگی پر مثلاً مولوی منظور احمد چنبیوی کا ایک بیان بندہ نے اخبار میں پڑھا ہے کہ ”اگر غلام مصطفیٰ کھر کو وزیر اعظم بنا دیا جائے تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں“ اور اسی طرح جناب جتوئی کا بیان اخبار میں شائع ہوا ہے کہ ”ہم بھٹو خاندان کو مجبور کریں گے کہ وہ اپنے خاندان کے کسی مرد کو وزیر اعظم مقرر کرے۔“ کوئی عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی اور ہر مرد سربراہ مملکت ہو سکتا ہے۔ یہ امر شرع شریف سے جہالت پر مبنی ہے جیسا کہ کوئی عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔ ہر مرد بھی سربراہ مملکت ہوگا جو ان شرائط کا حامل ہو اور اگر وہ صرف مرد ہے اور کوئی شرط اس میں مفقود ہے تو وہ مرد سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا اور اگر وہ کسی ذریعہ سے برسر اقتدار آگیا تو یہ شرع شریف میں اپنی کھلانے گا۔ بعض اکابرین نے صدر ایوب ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق کے دور حکومت میں یہ فرمایا تھا کہ ان سربراہان حکومت کے ساتھ ہمارا اختلاف صرف اس وجہ سے ہے کہ ان حکمرانوں نے باوجود قدرت کے نظام مصطفیٰ ﷺ کو پاکستان میں نافذ نہیں کیا اگر یہ نظام اسلامی نافذ کر دیجے تو ہم ان کو سربراہ تسلیم کر لیتے اور ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اکابرین کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حکمران مرد نظام مصطفیٰ ﷺ کو نافذ کر سکتا ہے حالانکہ یہ قول شرع شریف کے باطل خلاف ہے اگر مذکورہ بالا

مفتی محمد خان قادری

کادری، علمی اور تحقیقی سرگرم



۱۔ شرح ابن کثیر اس راوی	۲۔ عمارت اللہ کا نام	۳۔ شہید، اس کی تعلیم	۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۵۔ حضور ﷺ کے آپس کی کلمہ	۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۔ اسلام اور ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۱۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۱۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۲۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۲۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۲۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۲۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۲۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۲۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۲۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۲۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۲۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۲۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۳۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۳۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۳۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۳۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۳۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۳۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۳۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۳۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۳۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۳۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۴۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۴۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۴۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۴۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۴۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۴۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۴۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۴۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۴۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۴۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۵۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۵۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۵۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۵۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۵۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۵۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۵۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۵۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۵۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۵۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۶۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۶۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۶۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۶۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۶۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۶۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۶۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۶۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۶۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۶۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۷۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۷۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۷۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۸۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۸۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۸۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۸۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۸۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۸۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۸۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۸۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۸۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۸۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۹۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۹۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۹۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۹۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۹۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۹۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۹۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم
۹۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۹۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۹۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم	۱۰۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم

- ۱۔ کیا مولانا صاحب نے کہا ہے کہ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۔ حضور ﷺ نے متعدد مواقع پر فرمایا ہے کہ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۔ انھوں نے کہا ہے کہ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۲۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۳۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۴۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۵۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۶۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۷۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۸۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۱۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۲۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۳۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۴۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۵۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۶۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۷۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۸۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۹۹۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟
- ۱۰۰۔ ہر مرد کو ہر عورت پر حاکم؟

حکمران پاکستان میں نظام شرعی نافذ کر دیتے تو یہ اس طرح ہوتا جیسا امریکہ، فرانس اور ماسکو کے حکمران اپنے اپنے ملکوں میں نظام شرعی نافذ کر دیں۔ تو یہ حکمران ان کے ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے شرعی امام ہرگز نہ ہوں گے۔ اسی طرح پاکستان کے مذکورہ بالا حکام اگر پاکستان میں نظام شرعی نافذ کر دیتے تو یہ لوگ پاکستانی مسلمانوں کے شرعی امام ہرگز نہ ہوتے۔ اب یہاں ایک اشکال ہوتا ہے جس کا جواب ضروری ہے۔ اشکال یہ ہے کہ بندہ نے مذکورہ بالا پاکستانی حکام کو امریکہ وغیرہ کے حکام سے تشبیہ دی ہے تو یہاں وہم ہوتا ہے کہ شاید بندہ ان کو مسلمان نہیں سمجھتا تو جواب یہ ہے کہ سلفا و کلا بندہ کا یہ مطلب نہیں ہے بندہ کے نزدیک مذکورہ بالا پاکستانی حکام بکے مسلمان ہیں تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہر مرد شرعی امام نہیں ہو سکتا۔ شرعی امام کے لیے متعدد شرائط ہیں۔ بعض شرائط امریکی حکام میں مطلق ہیں اور بعض اور شرائط پاکستانی حکام میں ناپید ہیں، بندہ جب شرعی امام کے شرائط کا ذکر کرے گا تو اس اشکال کے جواب کی طرف اشارہ کرے گا۔ اخبار نوائے وقت جو کہ نہایت سنجیدہ اخبار ہے اس سے بھی اس قسم کی ایک کوتاہی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہوا اخبار مذکور نے اپنی ایک اشاعت میں ضیاء الحق مرحوم پر یہ تنقید کی تھی کہ ”اس نے گیارہ سال بلا شرکت غیرے پاکستان پر حکومت کی ہے وہ نظام اسلامی نافذ کر سکتا تھا اگر وہ نافذ کر دیتا تو قیام پاکستان کا مقصد پورا ہو جاتا۔ حالانکہ صدر مرحوم کا اذعان چھوٹا اسلام تھا۔“ نوائے وقت سے یہاں کوتاہی یہ ہوئی ہے کہ اگر صدر مرحوم اسلامی نظام نافذ کر دیتا تو قیام پاکستان کا مقصد ہرگز ہرگز پورا نہ ہوتا کیونکہ شرعی شریک نے صدر مرحوم کو اسلامی نظام نافذ کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نظام نافذ کرنے کا اختیار صرف اور صرف شرعی امام کو ہے اور صدر رحمہ ضیاء الحق شرعی امام نہ تھے اور اس کو بندہ آگے چل کر دلائل سے ثابت کرے گا۔ اور قیام پاکستان کا مقصد اس نظام اسلامی کا نفاذ ہے جس کو شرعی امام نافذ کرے تو اگر صدر مرحوم اسلامی نظام نافذ کر دیتے تو مقصد پاکستان پورا نہ ہوتا۔ خلاصہ کام یہ ہے کہ کوئی عورت شرعی امام اور سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ صحابیہ ہی کیوں نہ ہو باقی رہا مرد تو ہر مرد بھی شرعی امام نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مرد شرعی

امام ہو سکتا ہے جو ان شرائط کا حامل ہو جو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ نے بیان کیں اور جن پر اجماع امت ہے۔ بعض لوگ عورت کی حکمرانی پر جنگ جمل سے دلیل لاتے ہیں کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اس کی سربراہ تھیں تو یہ دلیل غلط ہے کیونکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی نہ کہ مطلق سربراہ نہیں ہو سکتی اور جنگ جمل کے موقع پر سربراہ مملکت یا تو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھے اور یا حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سربراہ مملکت اور شرعی امام نہ تھیں زیادہ سے زیادہ عسکر ضرور تھیں اور یہ عہدہ مرد کے ساتھ تخصّص نہیں ہے بلکہ عورت بھی اس عہدہ پر فائز ہو سکتی ہے جیسا کہ کتب مذہب میں مصرح ہے کہ عورت چیف جسٹس ہو سکتی ہے بندہ نے یہاں تک جو ذکر کیا ہے بعض جدید ذہنوں کو ان پر اعتراض ہوگا لیکن بندہ ان تمام امور پر ایسے دلائل ذکر کرے گا کہ کسی مسلمان کو اس میں کوئی شک نہ ہوگا اور بندہ کے اس مضمون کا قاطب صرف مسلمان ہے جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے محبوب ﷺ کے ساتھ ایمان ہے اس مضمون کا قاطب مطلق جدید ذہن نہیں ہے جس کے نزدیک صل خدا اور رسول سے بھی مقدم ہے یہاں تک بندہ نے مرد اور عورت کی حکمرانی کی تمہید ذکر کی ہے اور اب بندہ چند مقاصد ذکر کرتا ہے۔

مقصد اول

شرح عقائد علم عقائد کی مستند اور مشہور کتاب ہے جو کہ درس نظامی کا حصہ ہے اور اس کا مصنف علامہ نسفی ہے جو کہ حنفی اور صاحب ہدایہ کا استاد ہے اور علامہ دہلوی کا ہم عصر ہے اور شارح علامہ تھنائی ہے جو کہ لغارف کا قاض نہیں یہاں بندہ امامت شرعی کے مسئلہ پر متن اور شرح ہر دو کی مہارت نقل کرتا ہے۔ عقائد نسفی میں ہے۔

وَلِلَّهِ الْأَعْمَالُ عَلَىٰ أَنْ نَصِبَ الْأَعْمَالُ
خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مکاتب فکر کو اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنا امام منتخب کرے۔

اب اس عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تمام مکاتب فکر اسلامیہ کا نصب نام پر اجماع ہے یا کہ بعض مکاتب فکر کا صاحبِ نبیر اس نے اس دہم کی وضاحت اس طرح کی ہے۔
 اراد اجماع اہل سنت والجمہ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امام کے انتخاب والی مسئلہ لافعل سنت لفظ والفرق کے وجوب پر جو اجماع ہے تو اس اجماع سے نہ تو فقط اہل سنت کا اجماع مراد ہے اور نہ تمام مکاتب فکر اسلامیہ کا اجماع بلکہ اس اجماع سے اہل سنت اور شیعہ اور معتزلہ کا اجماع مراد ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہل سنت، شیعہ اور معتزلہ یہ تینوں اس پر متفق ہیں کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے اور جتنے اسلامی فرقے ہیں ان سے صرف خارج اس وجوب کے مگر ہیں اب اہل سنت، شیعہ اور معتزلہ کے درمیان منہ الاشعرات تو یہ ہوا کہ تینوں گروہ اس پر متفق ہیں کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے۔ اس کے بعد مابقی نے تینوں کے درمیان مابہ الامتیاز پایا الفاظ ذکر کیا ہے۔

ولما اختلف فی انہ یجب علی اللہ لو علی الخلق بدلیل مسمیٰ لہ بدلیل علی خلاصہ عبارت یہ ہے کہ تینوں گروہ اس امر پر متفق ہیں کہ امام کا مقرر واجب ہے لیکن ان کے درمیان اختلاف اس میں ہے کہ امام کا مقرر اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا کہ مخلوق پر واجب ہے۔ شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور اہل سنت اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق پر واجب ہے اب ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک دلیل نقلی یعنی کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور معتزلہ کے نزدیک یہ وجوب عقل سے ثابت ہے کیونکہ معتزلہ عقل کو بھی حاکم مانتے ہیں۔ بخلاف اہل سنت کے کہ یہ حکام صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے محبوب علیہ السلام کو مانتے ہیں نہ کہ عقل کو۔ کسی نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

عقل قربان کن بہ عقلی مسئلے

اس کے بعد علامہ نسفی نے اہل سنت کے مذہب پر تین دلائل نقل کیے ہیں۔

دلیل اول

لقوله عليه السلام من مات ولم يعرف خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جو بھی آدمی اس امام زمانہ کو مات ہیعة جاهلیة حالت میں مرا کہ وہ اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

علامہ نمبر اس نے اپنے زمانہ کا امام نہ پہچاننے کی دو صورتیں ذکر کی ہیں ملاحظہ ہو۔ سواہ کان فی زمانہ امام ولم يعرفہ اولہ لیکن فی زمانہ امام اصلاً

یعنی امام زمانہ پہچاننے کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کے زمانہ میں امام تو ہے لیکن وہ اسے جانتا نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اس کے زمانہ میں امام بالکل ہے ہی نہیں۔ تیسرا اس کے حاشیہ میں جاہلیت کی موت کی یہ تعبیر کی گئی ہے۔

والجاهلیة ہی الحالة التي كان الناس علیہا قبل الاسلام علی ضلال تیسرا اس میں ہے۔

یعنی ولہ تشہید عظیم

اس حدیث شریف میں بڑا سخت حکم ہے کہ ایک مسلمان نے شرع شریف کے تمام احکام کی پوری پابندی کی ہے لیکن امام کے انتخاب میں کوتاہی کی اور امام منتخب نہ کیا تو اس کی موت گمراہی پر ہے اب اس وحید میں مسلمانوں کے تمام طبقات داخل ہیں۔ عوام مسلمان اور علماء اور مشائخ جو بھی اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا اس کی موت گمراہی کی موت ہے اب اس میں تشہید اور نعتی واضح ہے۔

دلیل دوم

ولان الامۃ لا یصلوا اعداء المومنین بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیسب الامم حتی یدعوا علی الدفن وکذا بعد موت کل امام من الخلفاء الراشدين

ومن بعدہ وهذا اجماع علی کون العصب من الہیات (معاذی اللہ عنہا)

خلاصہ دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کے نزدیک سب سے بڑا متعبد امام کا تقرر تھا تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امام کے تقرر کو آنحضرت ﷺ کے دُفن پر مقدم کیا اور اسی طرح خلفاء راشدین اور ان کے جراحہ گزرے ہیں ہر ایک کے دُفن سے قبل مسلمانوں نے تقرر امام کیا اب ساری امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ امام کا تقرر بڑے مقاصد سے ہے اب جاری غور کریں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تقرر امام کو دُفن پر اس لیے مقدم کیا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی بغیر امام کے ہونا گناہ سمجھتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر صحابہ کرام امام کے حلقہ جلدی نہ کرتے تو اس دوران جو مسلمان فوت ہو جاتا اس کی موت چاہیہ اور گمراہی کی موت ہوتی اور واجب ترک کر کے مرتا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امام کے حلقہ مجتہد سے کام کیا بعض اہل بدعت یہاں صحابہ کرام پر اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ایک بڑا الیہ تھا لیکن صحابہ نے اس کی پرواہ نہ کی اور خلافت اور سلطنت میں مشغول ہو گئے تو اس کے وجہ جواب ہیں۔

جواب اول

اس دور کی خلافت اور حکومت پہلوؤں کی سچ نہیں تھی بلکہ کانٹوں کا بچھوتا تھا۔ صحابہ کرام نے جو تقرر امام میں جلدی کی تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کو حکومت اور سلطنت کے ساتھ کوئی دل چاہی تھی بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس دوران مرنے والوں کی موت اسلامی موت ہو اور وہ جاہلیت کے موت سے محفوظ رہیں۔

جواب دوم

جب کسی مسلمان کی وفات واقع ہو تو جنازہ پڑھانے کا حق بسا اوقات امام کو ہوتا ہے اور امام کے بعد کوئی دوسرا جنازہ پڑھانے کا مستحق نہیں ہوتا تو صحابہ کرام نے امامت اور خلافت میں جلدی اس لیے کی کہ آنحضرت ﷺ کا آخری جنازہ امام اور خلیفہ پڑھائے آنحضرت ﷺ کے بہت جنازے پڑھے گئے لیکن آخری جنازہ نماز سیدنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھا اور اس کے بعد کوئی جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اب بندہ ایک نہایت مشکل چیز یہاں ذکر کرتا ہے اگرچہ بندہ کو علم ہے کہ بعض احباب کو اس پر شدید اعتراض ہوگا لیکن بندہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ جل شانہ اور آنحضرت ﷺ کا حکم ہر ایک پر مقدم ہے۔ وہ مشکل چیز یہ ہے کہ اس وقت پاکستان کے مسلمان اور ان کے آباء و اجداد مشائخ اکابرین تقریباً پانچ صد سال ماضی میں بغیر امام گزرے ہیں اور نظر بظاہر ان کی موت جاہلیت کی موت ہے لیکن موجودہ دور کے مسلمانوں نے کبھی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی کہ ہم اس واجب کو ادا کریں جو کہ ہمارے اکابرین سے متروک چلا آ رہا ہے بندہ نے قبل ازیں جو اسلاف اور اکابرین کے حقائق یہ کہا ہے کہ نظر بظاہر ان کی جاہلیت کی موت ہے تو اس کا جواب آئندہ ذکر کرے گا کہ اسلاف اور اکابرین تقرر امام میں مطرور تھے لیکن یہ جواب موجودہ دور کے عوام مسلمان اور علماء اور مشائخ کی طرف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ لوگ تقریر امام میں کامل غفلت ہیں اور یہ چیز بندہ آئندہ دلیل سے ذکر کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اب یہاں تک تقرر امام کے وجود پر دو دلیل ذکر کی گئی ہیں۔ اول حدیث شریف اور دوم اجماع صحابہ کرام اور ان کے بعد اجماع دوسرے مسلمانوں کا۔

دلیل سوم:

ولان کثراً من الواجبات الشرعیہ یعولف علیہ ای علی نصب الامام
وقد تعدد فی اصول الفقہ ان ما یعولف علیہ الواجب فهو واجب

خلاصہ دلیل سوم یہ ہے کہ بہت واجبات شرعی ہیں کہ وہ نصب امام پر موقوف ہیں مثلاً جہاد بحدود اور ان ائمہ شیعہ کو اسلام مثل عید اور جمعہ کی یہ سب واجب ہیں اور تقرر امام پر موقوف ہیں اور تقرر امام موقوف علیہ ہے اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ واجب جس پر موقوف ہو وہ موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو تقرر امام واجب ظہراً جس سے تمام مسلمان غرض و عام پانچ صد سال سے محروم چلے آ رہے ہیں۔ یہاں تک بندہ نے اہل سنت کے مذہب کے مطابق تین دلیل سے ثابت کیا ہے کہ مسلمان پر تقرر امام واجب ہے اور اس کے بغیر مسلمان کی موت جاہلیت اور گمراہی کی موت ہے اور یہ تقرر اتحاد اہلسنت کے بغیر مشکل

ترین ہے۔ لیکن ہمارے عوام اور مشائخ اور علماء انتشار کے درپے ہیں اور بعض لوگوں کو اس لیے برداشت نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ ان کی ذاتی رغبت ہے اور اس رغبت کی تسکین کے لیے باغیوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی پیٹھ میں خنجر اگوپ رہے ہیں حیرت یہ ہے کہ اس کے باوجود نظامِ مصطفیٰ ﷺ اور تحفظِ شانِ مصطفیٰ ﷺ ان کا نعرہ ہے جو کہ ان کے عمل کے متضاد ہے درحقیقت اور شامی میں بھی امامت کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اب بندہ ان کتابوں سے کچھ ذکر کرتا ہے۔ درحقیقت میں ہے۔

ہی صفوی و کبیری فلک کبریٰ استحقاق خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت دو قسم کی تصرف عام علی الافکار و تحقیقہ فی ہے۔ اول امامت معنوی نماز کی امامت علی الکلام و نصیہ اعد واجہان کرتا ہے اور لوگ نماز میں اس کی اتباع قلل الذمہ علی حقن صاحب کرتے ہیں۔ دوم امامت کبریٰ اور اس کی تعریف یہ ہے کہ جس کو اس امر کا حق ہو کہ اس کا تصرف لوگوں پر عام ہو۔

اور بندہ جو یہاں جس امامت پر بحث کر رہا ہے یہ امامت کبریٰ ہے اور امام کا انتخاب بڑے اعلیٰ واجبات سے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کے دُفن سے پہلے امامت کا مسئلہ پہلے طے کیا تو نصب امام اگر اعلیٰ واجبات سے نہ ہوتا تو صحابہ کرام اس کو دُفن سے مقدم نہ کرتے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے فرمایا ہے کہ امامت کی تعریف شرحِ مقاصد میں اس طرح ہے۔

انہما یاسة عامة فی الدین والدنیا خلاصہ تعریف یہ ہے کہ امام اس رئیس کو خلافة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کہتے ہیں جو کہ دین اور دنیا ہر ایک میں رئیس ہو اور یہ اس لیے ہوا کہ وہ نبی و سلم ﷺ کا خلیفہ اور نائب ہے۔

ہر دو تعریف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک سربراہِ مملکت ہوتا ہے اور دوسرا سربراہِ حکومت شرعی امام سربراہِ مملکت اور صدر ہوتا ہے نہ کہ سربراہِ حکومت کیونکہ سربراہِ مملکت

اور صدر اکیلا سربراہِ حکومت کو معزول کر سکتا ہے برخلاف سربراہِ حکومت کے کہ وہ اکیلا صدر اور سربراہِ مملکت کو معزول نہیں کر سکتا تو لوگوں پر تصرف عام صرف سربراہِ صدر اور سربراہِ مملکت کو معزول نہیں کر سکتا تو لوگوں پر تصرف عام صرف سربراہِ مملکت کو ہے۔ ان ہر دو میں فرق کرنا لازم ہے۔ ورنہ بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی جیسا کہ آگے چل کر بندہ ان خرابیوں کا ذکر کرے گا یہاں تک مقصود اول ختم ہوا۔ اب اس مقصد سے چند امور واضح ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

امراول

امام کا انتخاب واضح ہے کہ یہ سیاسی مسئلہ ہے اور مسلمانوں پر واجب بھی ہے اور واجب ہے شرعی مسئلہ ہے تو معلوم ہوا کہ اسلام میں سیاست اور شریعت ایک ہے اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شرعی جماعت ہے اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے یا یہ کہ یہ سیاسی جماعت ہے شرعی نہیں ہے یہ فرق شرع شریف سے ناواہمی پر مبنی ہے اور یہ فرق دراصل خسارتی کے نزدیک ہے کہ ان کے نزدیک مذہب اور سیاست باہم مغائر ہیں۔

امردوم

قبل ازیں بندہ ذکر کر چکا ہے کہ کوئی عورت شرع شریف میں سربراہِ مملکت نہیں ہو سکتی باقی رہا مرد تو ہر مرد بھی سربراہِ مملکت نہیں بن سکتا البتہ بعض مرد سربراہِ مملکت ہو سکتے ہیں اور بعض مرد سربراہِ مملکت نہیں ہو سکتے۔ اب یہاں دو پہلو ہیں منفی اور مثبت۔ منفی پہلو تو یہ ہے کہ کوئی عورت سربراہِ مملکت نہیں ہو سکتی اور مثبت پہلو یہ ہے کہ اگرچہ ہر مرد سربراہ نہیں ہو سکتا لیکن بعض مرد سربراہِ مملکت ہو سکتے ہیں جن میں شرائط پائے جائیں۔

اب بندہ یہاں ایک المیہ ذکر کرتا ہے وہ یہ کہ جمیعت علماء پاکستان جس کو بے یو پی کہا جاتا ہے بدقسمتی سے دو دھڑوں میں بٹ گئی ہے ایک دھڑے کا اجلاس ۲۲ مارچ کو لاہور میں ہوا اور اخباری اطلاع کے مطابق اس اجلاس میں پانچ ہزار علماء اور مشائخ نے شرکت کی اس اجلاس میں جو علماء اور مشائخ اہلسنت شریک ہوئے سب کا تعلق ہے بے یو پی

یعنی جمعیت علماء پاکستان سے نہیں تھا بلکہ بعض کی مذہبی اور سیاسی جماعتیں ہے یو پی کے سوا ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مختلف انجمن علماء و مشائخ کا اجتماع اور اتحاد کس نکتہ پر ہوا تو بندہ نے جہاں تک غور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ دراصل ان علماء و مشائخ کا علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے ساتھ ذاتی رنجش اور محاذ ہے اور یہ لوگ اس تاک میں تھے کہ کوئی موقع ملے تو علامہ نورانی سے اپنے محاذ کا بدلہ لیں اب جب علامہ نورانی کے بعض پرانے رفیقوں نے علامہ نورانی کے خلاف بغاوت کی تو ان لوگوں نے موقع کو قیمت خیال کیا اور جب علی بغض محاذ کا رول ادا کرتے ہوئے بغاوت کی تائید میں مجتمع ہو گئے اور اس محاذ ہائلی کو یہ رنگ دیا کہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی عورت کی سربراہی کو چاہتے ماننے ہیں حالانکہ یہ شخص بہتان ہے۔ علامہ نورانی بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ عورت کی سربراہی خلاف شرع اور ناجائز اور حرام ہے لیکن اس اعلان سے یہ لوگ اس لیے مطمئن نہیں ہوتے کہ ان کا مقصد احتیاق حق تو نہیں ہے صرف علامہ نورانی پر کچھ اچھالنا ہے خواہ اس کا سبب بہتان ہی کیوں نہ ہو۔ اب ۲۲ مارچ کے اجلاس کا البیہ یہ ہے کہ اس اجلاس میں سارا زور اس پر دیا گیا کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی یعنی سارا زور خطابت خفی پہلو پر دیا گیا اور مثبت پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا کہ پھر سربراہ مملکت کون ہونا چاہئے حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ سربراہ کون ہونا چاہئے کیونکہ قبل ازیں حدیث شریف سے ثابت کیا گیا ہے کہ تقرر امام واجب ہے اور جس کو اپنے زمانہ کے امام کی معرفت نہیں ہے اس کی موت جاہلیت اور خلافت کی موت ہے اب بندہ ان پانچ ہزار علماء اور مشائخ سے دو ٹوک دو سوال کرتا ہے۔

سوال اول

ان پانچ ہزار علماء و مشائخ نے کوئی اپنا امام منتخب کیا ہے یا منتخب کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں بر تقدیر اول وہ کون ہے جس کو منتخب کیا یا انتخاب کی کوشش کی نام بتائے اور بر تقدیر ثانی ان پانچ ہزار نے واجب کو ترک کیا ہے کیونکہ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ تقرر امام واجب ہے۔

سوال دوم

ان پانچ ہزار کو اپنے امام زمانہ کی معرفت ہے یا کہ نہیں۔ بر تقدیر اول یعنی اگر معرفت ہے وہ کون ہے ذرا ہم کو بھی بتائے اور بر تقدیر ثانی ان پانچ ہزار کی موت جاہلیت اور خلافت کی موت ہوگی۔ اب البیہ یہ ہے کہ ان پانچ ہزار کو اپنی موت کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ان کی موت اسلامی ہو یا جاہلیت کی اگر ان پانچ ہزار کو اس امر سے دل چسپی ہوتی کہ ان کی موت اسلامی موت ہو نہ کہ جاہلیت کی تو ۲۲ مارچ کے اجلاس میں یہ لوگ مثبت پہلو کو نظر انداز کرتے۔ اب بندہ قارئین کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ باوجود پانچ ہزار کے جم غفیر کے مثبت پہلو کو کیوں نظر انداز کیا گیا تو جواب یہ ہے کہ اس جم غفیر کو ان ہر دو مسئلہ کا علم ہی نہیں ہے کہ تقرر امام واجب ہے یا نہ اور نیز اس کا بھی علم نہیں کہ معرفت امام سے مسلمان کی موت اسلامی ہوتی ہے اور ہم معرفت سے مسلمان کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے جب ان کو ان ہر دو مسئلہ کا علم ہی نہیں تو پھر مثبت پہلو پر بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب یہ پانچ ہزار کا جم غفیر اس فقیر اور اس کے ہم سیاست اہل سنت پر یہ ہر دو سوال نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے پاس دعائے ممکن جواب ہے ملاحظہ ہو۔ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کی آبادی تقریباً ۸۵ لاکھ ہے اگر یہ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں تو مکتوں کی بجائے دلوں میں شرعی امام کا تقرر اور انتخاب ہو سکتا ہے اور اہل سنت جاہلیت کی موت سے بچ سکتے ہیں اور ان کی موت اسلامی موت بن سکتی ہے یہ منظور لے کر جمعیت علماء پاکستان نے پہلے شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اور اس کے بعد علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں یہ کوشش کی کہ تمام اہل سنت جمعیت علماء پاکستان کے چمڑے کے نیچے اکٹھے ہو جائیں۔ تاکہ الیکشن کے موقع پر جمعیت علماء پاکستان اتنی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو کہ وہ بغیر کسی اور سیاسی پارٹی کی امداد کے خود مرکزی حکومت تشکیل دے سکے۔ اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مرکز میں جو پارٹی الیکشن میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتی ہے حکومت کی تشکیل اسی کا حق ہوتا ہے تو اب جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ نورانی تمام شرائط کے جامع ہیں لہذا الیکشن میں کامیابی کے

بعد بحیثیت اپنے سربراہ اور قائد کو شرعی امام منتخب اور مقرر کر سکتی ہے بحیثیت کو شرعی امام کے لیے کسی اور آدمی کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ وجہ ہے کہ بحیثیت نے اپنا سربراہ علامہ نورانی کو منتخب کیا ہے تاکہ سربراہ مملکت کے انتخاب کے وقت کوئی اختلاف پیدا نہ ہو اور اگر سربراہ جماعت میں سربراہ مملکت کے شرائط موجود نہیں ہیں تو پھر کامیابی کے بعد سربراہ مملکت اور تلاش کرتا ہوگا اور پھر اس میں اختلاف پیدا ہو سکتا ہے اب خود بحیثیت کے اندر ایسے حضرات ہیں جن کو بحیثیت کا یہ منشور پسند نہیں تھا کہ پاکستان میں شرعی امام منتخب کیا جائے جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات خود شرعی امام بننے کے اہل نہ تھے تو انہوں نے علامہ نورانی کے خلاف بغاوت کر کے ڈیڑھ اعشاریہ کی طبعہ مسجد تعمیر کرنی شروع کر دی اور بحیثیت کے منشور کی پیشہ میں چھرا گھونپ دیا۔ اور پھر المیہ یہ ہوا کہ پانچ ہزار علماء و مشائخ میں اگر دیکھ بوجھ ہوتی تو وہ یہ سوچنے کے معمولی بات پر اہل سنت میں انتشار پیدا ہو رہا ہے ہر دو فریق کے درمیان مصالحت کی کوشش ہونی چاہیے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے اور پھر ان علماء و مشائخ کا دعویٰ بھی نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہے اور یہ اہل سنت کے اتحاد کے سوا مشکل ترین ہے لیکن ان علماء و مشائخ کا علامہ نورانی کے ساتھ ذاتی حواد تھا لہذا شیطان نے صحیح راستہ مصالحت کا ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا اور انہوں نے باغی شرمہ قلبیہ کی تائید کر کے اہل سنت میں انتشار اور افتراق کو ہوا دی مناسب یہ تھا کہ باغی فریق کی حوصلہ شکنی کی جاتی اور ان کے اجلاس اور کنوینشن کا بائیکاٹ کیا جاتا تاکہ ان کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی۔ خلاصہ یہ کہ ان پانچ ہزار علماء و مشائخ نے افتراق اور انتشار پیدا کر کے نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا راستہ مسدود کر دیا ہے یا اس کو پیچھے دھکیل دیا ہے جس پر بتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔ شاید کسی نے ایسے موقع پر ہی کہا ہے۔

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

یہاں تک بندہ نے مقصد اول میں تین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امام کا تقرر تمام مکاتب فکر کے نزدیک واجب ہے صرف خارجی فرقہ نے اس وجوب کا انکار کیا ہے اب اس دور میں اگر کوئی مسلمان وجوب امامت کا انکار کرے تو وہ خارجی ہی ہوگا۔

مقصد دوم

میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس شرعی امام کا تقرر کیوں واجب ہے اور اس کے فرائض کیا ہوں گے۔ علامہ نسفی میں ہے۔

و المسلمون لا بد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واتامه حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيو شهر واعمل صدقاتهم وقهر المتغلبه والمتلصبة وقطاع الطريق واتامه الجمع والاعياد و قطع المعازعات الواقعة بين العباد وقبول الشهادات الغائبة على الحقوق وازدياد الصغار والصغار الذين لا اولياء لهم وقسمه الغنائم ونحو ذلك من الامور التي لا يتولاها احد الا لامة

اس طویل عبارت میں دو چیزوں کا ذکر ہے اول یہ کہ تقریر امام کیوں واجب ہے دوم یہ کہ امام کے ذمہ کیا فرائض ہوں گے۔ امر اول کی تفصیل یہ ہے کہ تقریر یا حیرہ واجب ایسے ہیں جو کہ امام پر موقوف ہیں اور امام ان واجبات کا موقوف علیہ ہے اور قل از میں گزر چکا ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو چونکہ تقرر امام واجب ہے لہذا مسلمانوں پر ضروری ہوا کہ تقرر امام سے اپنا واجب ادا کریں۔ امر دوم کی تفصیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا واجبات امام کے فرائض میں داخل ہیں اور بغیر امام کے دوسرا آدمی ان فرائض کو ادا نہیں کر سکتا اب ان حیرہ امور کی تفصیل ملاحظہ ہو جو کہ امام کے فرائض میں داخل ہیں اور تقرر امام پر موقوف ہیں۔

اول

امام کا کام یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے احکام نافذ کرے گا۔

دوم

شرعی حدود قائم کرے گا مثلاً چوری اور زنا اور شراب کی حدیں۔

سوم

اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرے گا۔

چہارم

اسلامی فوج کے لیے اسلحہ اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے گا۔

پنجم

ذکوٰۃ اور عشر اور خراج وصول کرے گا۔ باغیوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کرے گا۔

ششم

جمعہ اور عید قائم کرے گا۔

دہم

لوگوں میں جو جھگڑے ہیں ان کا قلعی اور صل پیش کرے گا

یازدہم

حقوق پر شہادتیں قبول کرے گا۔

دوازدہم

جن ناہانغ لڑکوں اور لڑکیوں کے ولی نہیں ہیں ان کے نکاح کرے گا۔

سیزدہم

مالِ غنیمت کی تقسیم کرے گا اور اس کے بغیر کسی اور امور بھی ہیں جن کو ہر آدمی سرانجام نہیں دے سکتا اور امام سرانجام دے سکتا ہے۔ چونکہ تاحال پاکستان میں شری اور باشرائے امام نہیں ہے لہذا اس کو ذکوٰۃ اور عشر اور خراج اور دوسرے مواجب ادا کرنے مسلمانوں پر ضروری نہیں البتہ اگر ادا کر دیے جائیں تو جائز ہے۔ اس مقصد دوم سے ثابت ہوا کہ اسلامی قانون اور نظام مصطفیٰ ﷺ کو ہر آدمی نافذ نہیں کر سکتا بلکہ یہ کام منتخب امام کا ہے تو گویا اسلامی آئین کی بنیاد اور پہلی ایفٹ تقریر امام ہے اور اگر بغیر تقریر امام کے نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کیا جائے تو اس کی مثال یہ ہے جیسے بغیر بنیاد کے دیوار تعمیر کی جائے

اور ہر آدمی شری امام اور سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ اب یہاں عقائد نسبی پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ عقائد نسبی یہ متن ہے اور متون میں اختصار ہوتا ہے لیکن امامت کے مسئلہ کو طوالت سے کیوں ذکر کیا گیا ہے تو شارح میراس نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔

ولقد اطلب المصنف اطلاقاً بالانصاف خلاصہ یہ کہ متون مختصر ہوتے ہیں اور المصنف تصنیفاً علی الاعتقاد بنصب مصنف بیحد نے امامت کے مسئلہ کو الامام و لارشاد الامة الی مايجب طوالت سے بیان فرمایا ہے اس کی کیا وجہ علیہ ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طوالت کے دو فائدے ہیں۔

اولیٰ

تمام مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ امام کا تقرر بڑا مقصودی امر ہے اور تم پر واجب ہے لہذا اس سے قائل نہ ہونا۔

دوم

ائمہ کو رہنمائی کرنی ہے کہ تم پر جو حمیرہ چیزیں واجب ہیں ان کو کا حق ادا کرنا۔ عقائد نسبیہ کے مصنف نے جو امامت کا مسئلہ طویل عبارت میں ذکر کر کے اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے اس صدی کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے ۴۲ مارچ کے اجلاس میں اس کو محسوس نہیں کیا اور سارا وقت محلی سیاست میں ضائع کر کے عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔ صرف اہلسنت میں انتشار کو ہوا دے کر کاربے خیر کا ارتکاب کیا۔ پرانے علماء و مشائخ کا طریقہ وصل اور باہمی محبت تھا لیکن اس صدی کے علماء و مشائخ کا طرہ امتیاز فصل اور باہمی افتراق اور انتشار ہے گویا کہ اس صدی کا تصوف بھی تبدیل ہو گیا ہے پرانا تصوف تو یہ تھا۔

بہس القلندر علی باب الامیر عید الامیر یعنی برا شیخ وہ ہے جو امراء کے دروازوں کا پکڑ لگاتا ہے اور اچھا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے۔

یہ تو پرانا تصوف تھا اب نیا تصوف اور اس کا ذریعہ مسئلہ ملاحظہ ہو۔

خلید القادر علی باب الامیر ولس الامیر یعنی بڑا اور نامی گرامی شیخ وہ ہے جو کہ
امراء کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے
علی باب القادر اور بڑا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے در کی
حاضری دے۔

حضرت خواجہ غانی سیالوی قدس سرہ کے پرانے تصوف کے حلقے چھٹھ پنجابی
مقلد ہیں چونکہ جدید ذہنوں پر عقلیں ہیں لہذا ان کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ غلامہ یہ کہ
جس مسلمان کو اپنے امام زمانہ کی معرفت ہے اس کی موت اسلامی اور ہدایت کی موت
ہے اور جس کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کی موت جاہلیت کی موت اور خلافت کی
موت ہے یہ حکم تو ایک عام مسلمان کا ہے اور پھر علماء اور مشائخ کو تو یہ معرفت بطریق
اولیٰ حاصل ہونی چاہیے۔ حیرت ہے کہ ۲۲ مارچ کے علماء و مشائخ نے اس امر پر تو اتفاق
کیا عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی لیکن شیطان نے یہ امر ان کے ذہن سے نکال دیا
ہے کہ آخر سربراہ مملکت کون ہونا چاہئے تاکہ اس کی معرفت حاصل کر کے مسلمان جاہلیت
اور خلافت کی موت سے بچ جائے اور اسلامی موت سے سرفراز ہو تو جو علماء و مشائخ حنفی
پہلو پر بحث کرتے ہیں اور قیامت پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔ مظلوم ہوا کہ ان کو اس سے
کوئی دل چسپی نہیں کہ ان کی موت اسلامی ہو یا جاہلیت کی موت ان کو پریم صرف ایک
عورت سے ہے کہ وہ سربراہ اور حکمران نہیں ہو سکتی۔ ایسے جم غفیر کو جن کو اپنی موت کی
پردہ نہیں کہ اسلامی ہو یا کہ جاہلیت کی اور وہ اہل سنت میں انتشار پھیلا رہے ہیں ان کو
علماء و مشائخ کہنا علماء و مشائخ کی توہین ہے۔ غور فرمائیں کہ امامت کا مسئلہ بغیر اتحاد اہل
سنت کے حل نہیں ہو سکتا اب جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کو اجلاس لاہور میں جمع ہوئے بندہ
ہا ادب ان سے دریافت کرتا ہے کہ وہ اتفاق اور اتحاد اہل سنت کے لئے جمع ہوئے یا کہ
افتراق و انتشار اہل سنت کے لیے۔ شیخ اول بدیہی اہل ان ہے کیونکہ ان مشائخ کا جو
سربراہ ہے اور جس کی کوشش سے اجلاس لاہور منعقد ہوا اخباری اطلاع کے مطابق اس

نے برملا کہا ہے کہ غلامہ نورانی کے ساتھ ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا۔ خرید برآں اجلاس لاہور
میں جو علماء و مشائخ جمع ہوئے ان کے درمیان نقطہ اتحاد صرف اور صرف بعض علماء
نورانی تھا۔ پھر ان سے اصلاح اور اتفاق کا تصور ہی نہیں ہو سکتا تو اب شیخ غانی حقیق ہوئی
کہ یہ اجتماع لاہور صرف اور صرف افتراق اور انتشار کے لئے تھا اور فرقہ ہائے کی پیٹھ
ٹھوکنے کے لیے تھا کہ بعض نورانی پر ڈسے رہتا ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر یہ جم غفیر علماء و
مشائخ اجلاس لاہور میں شامل نہ ہوتا تو فرقہ ہائے ایک دن میں اپنی موت آپ مر جاتا
ان علماء و مشائخ کی شمولیت سے اس بیماری کو چند دن کی حیات ضرور مل گئی ہے اب
انتظار ہے کہ اس کا جنازہ کب نکلتا ہے۔ بندہ کی شری رائے یہ ہے کہ فرقہ ہائے یا تو
ندامت کے ساتھ حق کی طرف رجوع کرے گا اور بصورت دیگر ان شاء اللہ تعالیٰ ختم ہو
جائے گا غور فرمادیں کہ جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے ہیں
سب کی زبان پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا دھوی ہے اور اس نظام مقدس کو صرف اور
صرف شری امام جامع شرائط ہی نافذ کر سکتا ہے اور تقرر امام اتحاد اہل سنت پر موقوف
ہے تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ نظام مصطفیٰ اتحاد اہل سنت پر موقوف ہے اور انتشار اہل سنت
نظام مصطفیٰ کا دشمن ہے تو چونکہ یہ علماء و مشائخ انتشار اہل سنت کا سبب بنے ہیں لہذا
یہ لوگ اس نظام مقدس کے دشمن ہیں لہذا ان کو یہ امر زیب نہیں دیتا کہ وہ نظام مصطفیٰ کا
دھوی کریں۔ غلامہ شاہ احمد نورانی نے نہ تو کبھی امراء اور حکام کے دروازوں کا پتھر لگایا
ہے اور نہ ہی انہوں نے اہل سنت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی، البتہ انہوں نے
اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی جس نے اصولوں کی خلاف ورزی کی اس کو سزا
دینے میں انہوں نے کبھی تامل نہیں کیا۔ اگرچہ وہ بڑا عہدیدار کیوں نہ ہوں اور اس کا
نام انتشار نہیں ہے بلکہ نظام عدل ہے تقریباً ہر سیاسی پارٹی اختلاف کی وجہ سے متعدد
پارٹیوں میں تبدیل ہوئی ہے اور جمیعت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن جمیعت کا باغی
قول نہایت گلیل ہے اور اہل سنت کا سواد اعظم اب بھی غلامہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ
ہے۔ بندہ کو اعتراف ہے کہ میرے مضمون میں بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی کی گئی ہے
اور بعض معاندین اس فقیر کے خلاف پروپیگنڈہ بھی کریں گے اس کا ایک جواب تو بعد

میں مضمون کے آخر میں آئے گا چند جوابات یہاں ملاحظہ ہوں۔

جواب اول

علماء و مشائخ علماء سے مصوم نہیں ہیں ان سے خطا سرزد ہو سکتی ہے بلکہ ہوتی ہے تو ان کو ادب کے ساتھ خطا پر متنبہ کرنا یہ گستاخی نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی احترام ہے کیونکہ جس آدمی پر تنقید نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میری ہر بات درست ہوتی ہے اور تنقید سے بالاتر ہے تو وہ احتیاط سے کام نہیں لیتا لہذا علماء کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور اگر اس کو علم ہو کہ میری بات پر تنقید ہوگی تو وہ ہر بات سوچ کر اور احتیاط سے کرے گا اور یہی اس کے حق میں بہتر ہے تو جو علماء و مشائخ ۲۳ مارچ کے اجلاس میں شریک ہوئے اور اس سے اہل سنت میں افتراق پیدا ہوا۔ یہ ایک خطا تھی تو بندہ نے پورے احترام کے باوجود اس خطا پر ان علماء و مشائخ کو متنبہ کیا ہے اور خطا کی سنگینی کی وجہ سے اس پر تنبیہ کرنا ضروری تھی اور اس کو گستاخی کہنا اس حدی کا تصوف ہے جو تصوف قدیم کے الٹ ہے۔

جواب دوم

بندہ کا نظریہ یہی ہے کہ علماء و مشائخ کا احترام لازم ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ کا احترام علماء و مشائخ کے احترام سے بہت زیادہ ہے لہذا فقیر کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام بیان کرنے میں اگر بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی لازم آتی ہو تو کوئی قہاحت نہیں ہے۔ اور کسی کا احترام احکام شریعہ بیان کرنے میں مانع نہ ہونا چاہیے۔

مقصد سوم

اس مقصد میں اب امام کے شرائط بیان کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہر آدمی نہ تو امام شرعی ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسلامی آئین نافذ کر سکتا ہے۔ عقائد علمی میں ہے۔ ثم یدعی ان یکون الامام ظاهراً یرجم الیہ الامم علیہا ولا معطراً ویکون من قریش ولا یکون من غیرہم ولا یختص بہنی ہاشم واولاد علی رضی اللہ عنہم خلاصہ عبادت یہ ہے کہ امام ظاہر ہونا چاہیے تاکہ لوگ اپنے مسائل میں اس کی

طرف رجوع کریں اور امام لوگوں کی نظروں سے پیشید نہ ہو مگر بھی نہ ہو یعنی اس وقت تو لوگوں کے سامنے نہ ہو لیکن مستقبل میں اس کے نکلنے کا انتظار ہو اور وہ قریش سے ہوگا اور غیر قریشی نہیں ہوگا اور امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بنی ہاشم سے ہو یا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو۔ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اہل شیعہ اس امر پر تو متفق ہیں کہ امام کا قریشی ہونا ضروری ہے اس کے بعد اہل شیعہ کے دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ بنی ہاشم سے ہو غیر ہاشمی امام نہیں ہو سکتا۔

مذہب دوم یہ کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد سے ہو چونکہ اہل سنت کے نزدیک یہ دونوں مذہب باطل ہیں اس لئے متن میں دونوں مذہبوں کے رد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ شرح عقائد میں ہے۔ یعنی لیشروط ان یکون الامام قریشاً لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الامۃ من قریش وهذا وان کان عبداً واحداً لکن لعارۃ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محجوبہ علی الانصار ولم ینکرہ احد انصار مجعاً علیہ ولم یخالف فیہ الا خوارج وبعض المعتزلہ ولا یشرط ان یکون ہاشمیا او علویاً ثابت بالدلیل من خلاۃ ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم مع انہم لم ینکونوا من بنی ہاشم وان کانوا من قریش

متن عقائد علمی میں تین دعوے تھے شارح عقائد علامہ تھکڑانی نے ہر ایک پر دلیل ذکر کی ہے۔ دعوئی اول کہ امام کے لئے یہ ضروری ہے کہ قریش سے ہو اور غیر قریش سے نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک امام قریش سے ہوگا اس دلیل کی ہمارے اس امر پر ہے کہ الائمہ پر جو اہل ہے وہ استتراق کے لئے ہے اور اس وقت امام کا ہر فرد قریشی ہوگا اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکے گا۔ اب اس دلیل پر اعتراض ہوتا ہے اور شارح تھکڑانی نے اس کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اگرچہ فروعات سے ہے اور حدیث الامم من قریش۔ یہ خبر واحد ہے اور متن کی مفید ہے اور جو مسائل فروعات سے ہیں وہ دلیل عقلی سے ثابت ہو جاتے ہیں تو امام کا قریشی ہونا اہل سنت کے نزدیک تو خبر واحد سے ثابت ہو جائے گا لیکن اہل شیعہ کے

زودیک یہ مسئلہ اصول اعتقاد یہ ہے اور اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے تو امام کے قریشی ہونے کا مسئلہ اہل شیعہ کے زودیک اس خبر واحد عقلی سے کیسے ثابت ہوگا تو شارح تفتازانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد انصار نے مہاجرین کو کہا کہ (عنا بعد و معکد بعد) یعنی اب ایک امیر نہیں ہوگا بلکہ دو امیر ہوں گے ایک ہم سے یعنی انصار سے اور ایک دوسرا امیر تم سے ہوگا یعنی مہاجرین سے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے خلاف حدیث الائمة من قریش سے استدلال کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہاجرین سے ہی امام ہوگا کیونکہ وہی قریش ہیں اور امام انصار سے نہیں ہو سکتا کیونکہ انصار قریش نہیں تھے تو اس حدیث کا کسی نے انکار نہ کیا تو اس حدیث پر اجماع صحابہ ہوا تو اب یہ حدیث قطعی ہوگی اور یقین کا قاعدہ دے گی تو اب اہل شیعہ کے زودیک بھی اس حدیث شریف سے استدلال درست ہوگا خلاصہ جواب یہ ہوگا کہ یہ حدیث اگرچہ باعتبار اصل کے خبر واحد اور مفید عن ہے لیکن جب اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا تو اب یہ خبر یقین کا قاعدہ دے گی الہتہ خوارج اور بعض مقلد قریش والی شرط کے منکر ہیں اب اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ اس دور میں اگر کوئی آدمی قریش کی شرط کا انکار کرے تو وہ خارجی ہوگا یا معتزلی اہل ملت ہرگز نہیں ہو سکتا علامہ تفتازانی نے جو جواب دیا ہے صاحب نمبر اس نے اس کو ان الفاظ سے رد کیا ملاحظہ ہو۔

وهما بحث وهو ان جعله عبر الأخت من قتله كتيم الإخانيات كما هو عادة المتكلمين فإنه حديث متواتر روافد حوار بعين صائراً كما في الصوائف

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ علامہ تھنڈانی کا اس حدیث کو اصل سے خیر واحد کہنا درست نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تھنڈانی محکمہ میں سے ہے اور محکمہ میں متبع حدیث میں کمزور ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے اور اس کو تقریباً چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے اور خبر متواتر ہاتھ ہمار اصل کے یقین کا فائدہ دیتی ہے خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ علامہ تھنڈانی نے حدیث الامامہ عن قریش کو اصل کے لحاظ سے غلطی اور خبر واحد قرار دیا اور اجماع صحابہ کے لحاظ سے غلطی قرار دیا یعنی یہ

حدیث صرف ایک وجہ سے قطعی ہے اور صاحب نمبر اس نے بحوالہ ابن حجر اس حدیث کو دو وجہ سے قطعی قرار دیا۔ یہاں یہ جانتا ضروری ہے کہ حدیث متواتر بمولہ آیہ قرآنی ہے اور اس کے انکار سے کفر کا خطرہ ہے اور اس کے علاوہ اس پر اجماع صحابہ بھی ہے اور اس اجماع کا انکار بھی کفر کے خطرہ سے خالی نہیں ہے تو صاحب نمبر اس کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار دو وجہ سے کفر کا سبب ہے اور علامہ تھنارانی کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار صرف ایک وجہ سے کفر کا سبب ہے یہاں یہ جانتا بھی ضروری ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صرف اجماع صحابہ ہے کوئی خبر متواتر نہیں ہے اس کے باوجود اس خلافت کا انکار کفر ہے اور امام کا قریش سے ہونا اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے اور خبر متواتر سے بھی تو نتیجہ یہ ہوا کہ امام کے قریش سے ہونے کی قطعیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی قطعیت سے زیادہ ہوگی تو اس کے منکر کو بطریق اولیٰ کفر کا خطرہ ہے۔ مقصد سوم میں تین دعوے تھے علامہ تھنارانی نے ہر ایک پر دلیل دی دہوی اول یہ تھا کہ امام کے لئے قریشی ہونا ضروری ہے اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکتا اس دہوی پر دلیل حدیث النعمۃ من قریش اور لفظ النعمۃ پر ال استغراق کا ہے اس دلیل پر ایک اعتراض تھا اور اس کے دو جواب دیئے گئے جواب اول علامہ تھنارانی نے دیا اور جواب دوم ابن حجر اور صاحب نمبر اس نے دیا اب دلیل اور اعتراض و جواب سے چند امور واضح ہوئے غور فرمادیں۔

امراول جب انصار نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیثِ شامت کی تو اس پر کوئی اعتراض نہ کیا کہ قریش میں کون سی خصوصیت ہے جو کہ غیر قریش میں نہیں ہے جس کی وجہ سے قریش امامت کے مستحق ہیں اور غیر قریش مستحق نہیں ہیں۔ بلکہ انصار نے انجید چوں چہ اس حدیث کو تسلیم کر لیا اور اپنے مطالبہ امامت سے دستبردار ہو گئے ان کا ایمان تھا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو مستحق امامت ٹھہرایا تو لازمی طور پر قریش میں کوئی خصوصیت ہے جو کہ غیروں میں نہیں ہے اگرچہ ہم کو وہ خصوصیت معلوم نہیں ہے برخلاف آج کل کے جدید ذہن کے کہ یہ ذہن اس فرمان نبوی کو آسانی سے تسلیم نہیں کرے گا بلکہ یہ کہے گا کہ سب مسلمان برابر ہیں لیکن بعدہ اس جدید ذہن کو کہتا ہے کہ اس فرمان نبوی

میں شک سے تمہارے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے ایمان میں بھی فرق ہے اس مردم یہ درست ہے کہ عورت امام نہیں ہو سکتی لیکن یہ خبر واحد سے ثابت ہے اس پر کوئی خیر متواتر نہیں ہے اور ہاشمی کا امام ہونا اور غیر ہاشمی کا امام نہ ہونا یہ خبر متواتر سے ثابت ہے پاکستان میں آج کل جتنے سربراہان ہوئے بندہ کے خیال میں کوئی بھی ہاشمی نہیں تھا بلکہ سب غیر ہاشمی تھے اس کے باوجود جو علماء اور مشائخ ۳۳ مارچ کو اجلاس لاہور میں شریک ہوئے انہوں نے اور ان کے آباء اجداد اور مشائخ نے ان تمام غیر ہاشمی سربراہان مملکت کی سربراہی کو تسلیم کیا اور کسی کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا لیکن آج یہ لوگ عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچا رہے ہیں بندہ ان علماء و مشائخ کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ فرق بتائیں کہ انہوں نے اور ان کے آباء و مشائخ نے غیر ہاشمی کی سربراہی کو تسلیم کر لیا حالانکہ یہ خبر متواتر کے اور اجماع اصحاب کے خلاف ہے جس کا انکار کفر ہے اور عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچایا ہوا ہے حالانکہ یہ خبر واحد کے خلاف ہے جس کا انکار کفر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ تم نے اور تمہارے اکابرین نے حدیث متواتر کو تو نظر انداز کر دیا اور خبر واحد کو اچھا لالہ تو یہ یا تو جہالت پر مبنی ہے کہ تم کو اس حدیث کا علم تک نہیں اور یا یہ متاد پرستی ہے یعنی اس عورت کے ساتھ متاد اور ذاتی خاصیت ہے جن علماء و مشائخ میں کوئی کمیّت ہے وہ بندہ کے اس چیلنج کا جواب دیں۔

اس رسوم آج کل سربراہ دو قسم کے ہیں اول سربراہ مملکت جس کو صدر کہا جاتا ہے دوم سربراہ حکومت جس کو وزیراعظم کہا جاتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو مقرر امام واجب ہے اور وہ عورت نہیں ہو سکتی اور اس امام کا قریشی ہونا ضروری ہے کیا اس سے مراد ہر ایک سربراہ ہے یعنی صدر اور وزیراعظم ہر دو کا شرعی امام ہونا لازمی ہے یا ان سے صرف ایک کا شرعی امام ہونا ضروری ہے تو پھر وہ کون ہوگا صدر یا وزیراعظم اور تیسری صورت یہ ہے کہ ہر ایک مستقل امام نہ ہو بلکہ ہر دو کا مجموعہ امام ہو اب بندہ اس پر بحث کرتا ہے گزارش یہ ہے کہ ایک یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے جس سے انکار کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے کہ ہر شے کی پہچان اس کی تعریف سے ہوتی ہے اب دیکھنا ہے کہ امام کی تعریف کیا ہے اگر وہ

تعریف ہر ایک پر صادق آئے تو دونوں مستقل طور پر امام ہوں گے اور اگر تعریف صرف ایک پر صادق آتی ہے نہ دوسرے پر تو وہی امام ہوگا۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ نصب امام کا مسئلہ دراصل علم فقہ کا مسئلہ ہے کیونکہ نصب امام افعال مکلفین سے ہے اور افعال مکلفین کی بحث علم فقہ میں ہوتی ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف بہت ہے اور اس میں اعتقاد کے خراب ہونے کا خطرہ ہے اس لئے مسئلہ امامت کی تفصیل علم کلام میں ہے اور علم فقہ میں اس کا ذکر افعال کے طور پر آئے گا۔ اب اہلۃ کی تعریفیں ملاحظہ ہوں۔ تعریف اول در مختار میں ہے۔

الامامۃ صبری و کبریٰ فاکبریٰ استحقاق تصرف عام علی الامامہ ای علی الخلق شامی میں ہے:

وهو متعلق بتصرف لا باستحقاق لان المستحق علیہ طاعۃ الامام لا تصبرہ ولا یعامر الامم المتعارف ان ینال عام بکذا اعلیٰ علیہ

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت میں مخلوق پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے اور لفظ علی الامام یہ تصرف کے متعلق ہے نہ کہ استحقاق اور عام کے متعلق کیونکہ اگر استحقاق کے متعلق ہوتا یہ معنی ہوگا مخلوق پر استحقاق تصرف عام ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ لوگوں پر طاعت امام ضروری ہے نہ کہ امام کا تصرف اور اگر اعلیٰ الامام متعلق استحقاق کے ہوتا یہ معنی ہوگا کہ لوگوں پر مستحق تصرف امام ہے اور لفظ عام کے متعلق بھی نہیں ہے کیونکہ عام کا صلہ ہر آتا ہے نہ کہ علی چنانچہ معاویہ سے عام بکذا الاطیہ خلاصہ تعریف یہ ہوا کہ اہلۃ میں لوگوں پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے جس کو لوگوں پر تصرف خاص کا استحقاق ہو وہ امام نہیں ہے۔ شامی میں تعریف کے جنس اور فصل کو اس طرح بیان کیا۔ (وخرج بقیۃ الموم من القضاۃ والامارۃ) یعنی عموم کی قید اس لئے لگائی تاکہ قاضی اور امیر خارج ہو جائے کیونکہ ان ہر دو کو تصرف عام کا استحقاق نہیں ہوتا بلکہ تصرف خاص کا استحقاق حاصل ہوتا ہے کیونکہ جس علاقہ کا قاضی اور حاکم مقرر کیا گیا ہے اس کا حکم صرف انہی لوگوں پر ہوتا ہے

ہوگا جو اس علاقہ کے رہنے والے ہیں نہ کہ سارے ملک پر اب عورت اور غیر قریشی امام تو نہیں ہو سکتے۔ لیکن کسی خاص علاقہ کے قاضی اور حاکم ہو سکتے ہیں تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت بالکل حاکم نہیں ہو سکتی ان کا یہ قول دین سے بے خبری پر مبنی ہے اور وہ نام نہاد علماء ہیں۔ تعریف دوم موافق اور شرح موافق میں ہے۔

الامامة رياسته عامته في امور الدين والدنيا لشخص من الاشخاص القليل العدد احتراز عن الغاضى والرئيس وغيرهما والتميز بالامير احتراز عن كل الامة اذا عزلوا الامام عند لسهه فان الكل ليس شخصاً واحداً

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت یہ ہے کہ ایک شخص کے لئے دین اور دنیاوی امور میں ریاست اور سرداری عام حاصل ہو کوئی دینی اور دنیاوی شخص اس کی ریاست سے خارج نہ ہو اس کے بعد تعریف کے جن اور فصل بیان کرتا ہے کہ عموم کی قید سے قاضی اور رئیس اور ہر وہ آدمی خارج ہو گیا جس کو بادشاہ نے کسی خاص علاقہ پر سردار مقرر کیا ہو اب اس تعریف سے بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ امام نہیں ہو سکتے جیسے عورت اور غیر قریشی یہ لوگ قاضی اور کسی خاص علاقہ کے رئیس اور حاکم ہو سکتے ہیں اور جو آخری قید ہے شخص من الاشخاص اس سے مجموعہ امت خارج ہوگی کیونکہ ساری امت مجموعی طور پر امام نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہے بلکہ متعدد اشخاص کا مجموعہ ہے اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ امام صرف ایک ہوگا متعدد امام نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل امام ہو سکتا ہے اور نہ مجموعہ من حدیث مجموعہ یہ تعریف دوم اور تعریف اول تقریباً ایک جیسی ہیں۔ اب ان ہر دو تعریف پر اعتراض کرتا ہے اس مجموعہ کی صورت یہ ہے کہ امام فاسق ہو گیا اور اہل حل و عقد جنہوں نے اس امام کا تقرر کیا تھا انہوں نے عقد مجموعی طور پر امام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہیں اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ شرعی امام صرف ایک ہوتا ہے امام متعدد نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل اور نہ مجموعہ من حدیث مجموعہ تعریف اول اور دوم ہر دو تقریباً ایک جیسی ہیں اب ان ہر دو تعریف پر صاحب موافق اعتراض کرتا ہے ملاحظہ ہو:

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ نبوت اور امامت ایک چیز نہیں بلکہ متعارف ہیں اور یہ تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ تمام لوگوں پر تصرف عام کا نئی مستحق ہوتا ہے اور نبی کی بھی امور دینی اور دنیاوی میں ریاست اور سرداری عام ہوتی ہے تو تعریف مانع ہوگی اس کے بعد تعریف سوم کرتا ہے اور یہ تعریف چابک مانع ہے۔

تعریف سوم

الامامة خلافته الرسول في اقامة الدين وحفظ حوقه المملته بحيث يجب اتباعه على كافة الامة وبهذا التميز بالامير يخرج من منصبه الامام في ناحية كالكفائي مطلقاً ويخرج المجتهد لالاجب اتباعه على الامة كافة بل على من قلده خاصته

خلاصہ تعریف سوم یہ ہے کہ امامت رسول اللہ ﷺ کی خلافت کا نام ہے اور یہ خلافت اقامت دین میں ہے اور ملت کے مجموعہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی اتباع تمام امت پر واجب ہوتی ہے اس آخری قید سے قاضی اور مجتہد خارج ہو گئے کیونکہ قاضی اور مجتہد کی اتباع ساری امت پر واجب نہیں ہے بلکہ قاضی کی اتباع صرف اس حلقہ کے لوگوں پر ہے جس حلقہ کا وہ قاضی ہے یا ان لوگوں پر ہے جن کا مقدمہ اور کیس قاضی کے پاس ہے اسی طرح مجتہد کی اتباع صرف اس کے مقلدین پر واجب ہے اب اس تیسری تعریف پر وہ اعتراض نہیں کرتا جو کہ تعریف اول اور دوم پر ہوتا ہے کہ ہر دو تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہیں حالانکہ امامت اور نبوت دو متعارف چیزیں ہیں تیسری تعریف پر اعتراض اس لئے نہیں ہوتا کہ نبوت کسی رسول کی خلافت نہیں ہے بلکہ نبوت شریعت مطہرہ کی بشت ہے بندہ وہاں یہاں ذکر کرتا ہے کہ یہ جو شرع شریف کا مسئلہ ہے کہ عورت امام اور حاکم نہیں ہو سکتی اس سے مراد وہ حکومت اور امامت ہے جس کی تین تعریف ذکر کی گئی ہیں اس کے سوا بعض صورتوں میں عورت حاکم ہو سکتی ہے جیسا قاضی یا ملک کے کسی خاص حصہ کی حکومت الہیہ عورت جیسا کہ امامت کبریٰ کی اہل نہیں ہے امامت صغریٰ کی بھی اہل نہیں ہے یعنی نماز کی امامت کی بھی اہل نہیں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ امامت کی جو تین تعریف کی گئی ہیں یہ صرف صدر پر صادق آتی ہیں یا کہ صرف وزیراعظم پر یا ہر ایک پر یا ہر دو کے مجموعہ من حدیث

مجموعہ پر تو بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ تقریبات سرف اور صرف صدر پر صادق آتی ہیں کیونکہ تینوں تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ تمام لوگوں پر اس کا تصرف عام ہو اور تمام لوگوں پر اس کی اجازت واجب ہو اور یہ امر صرف صدر مملکت پر صادق آتا ہے اور یہ صفت صرف صدر مملکت میں پائی جاتی ہے نہ کہ وزیراعظم پر اور اس کی چند وجوہ ہیں۔

وجہ اول

صدر مملکت اکیلا وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کو معزول کر سکتا ہے جیسا کہ صدر ضیاء الحق نے کیا تھا اگرچہ اس کے لئے بعض شرطیں ہیں لیکن وزیراعظم اکیلا نہ تو صدر مملکت کو معزول کر سکتا ہے اور نہ ہی وزراء اعلیٰ کو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت وزیراعظم پاکستان اور پنجاب اور بلوچستان کے وزراء اعلیٰ کے درمیان شدید چپقلش اور محاذ آرائی انتہا کو پہنچ چکی ہے لیکن وزیراعظم بے بس ہے اگر اس کو صوبوں کے وزراء اعلیٰ کو معزول کرنے کا اختیار ہوتا تو وزیراعظم اپنے اس اختیار کا ضرور استعمال کر لیتا البتہ مرکزی اسمبلی کو صدر اور وزیراعظم کو معزول کرنے کا اختیار ضرور ہے اور اسی طرح صوبائی اسمبلیوں کو وزراء اعلیٰ کو معزول کرنے کا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کو ان کے عہدہ سے معزول کیا جاسکے۔ وجہ دوم پاکستان میں انتظامیہ دو قسم کی ہے ایک انتظامیہ وزیراعظم کے ماتحت اور دوسری وزراء اعلیٰ کے ماتحت، صوبوں کی انتظامیہ پر وزیراعظم کا کنٹرول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ صوبوں کی انتظامیہ وفاقی اور مرکزی وزراء کو تنگ کرتی رہتی ہے اور وزیراعظم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تو مطلوب ہوا کہ وزیراعظم کا ملک کے تمام لوگوں پر تصرف عام نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ شرعی امام صرف صدر مملکت ہے نہ کہ وزیراعظم تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عورت اور غیر قریش صرف صدر مملکت نہیں ہو سکتے وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی شرعی قہرمت نہیں ہے کیونکہ عورت اور غیر قریش صرف امامت کبریٰ کے اہل نہیں ہیں فقہاء اور ملک کے کسی حصہ کے حاکم ہو سکتے ہیں اگرچہ عورت امامت صغریٰ کی بھی اہل نہیں ہے اور غیر قریشی اس کا اہل ہے یہاں تک بندہ نے

دلیل سے ثابت کیا ہے کہ جو سربراہ شریعت مطہرہ میں عورت اور غیر قریش نہیں ہو سکتا وہ صدر مملکت ہے نہ کہ وزیراعظم کیونکہ امام کی جو تین تقریبات کی گئی ہیں وہ صدر مملکت پر صادق آتی ہیں اور وزیراعظم پر صادق نہیں آتی اب بندہ یہ ذکر کرتا ہے کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وزیراعظم پر بھی امام کی تین تقریبات صادق آتی ہیں اور جس طرح عورت اور غیر قریشی، شرع شریف میں صدر مملکت نہیں ہو سکتے اسی طرح وزیراعظم بھی نہیں ہو سکتے تو یہاں ایک اور قہرمت لازم آئے گی اور وہ یہ کہ اس وقت جس اور اس سے زیادہ واضح ہے کہ صدر مملکت تو یقیناً سربراہ مملکت اور امام ہے جس کی نقل ازین تین تقریبات ذکر کی جا چکی ہیں اور اس کا انکار نری جہالت ہے اور اگر وزیراعظم بھی سربراہ مملکت تسلیم کر لیا جائے تو ایک چھوٹے سے ملک کے دو امام اور دو سربراہ مملکت ہو جائیں گے اور یہ شرع شریف میں ناجائز ہے اب بندہ اس پر دلائل پیش کرتا ہے۔ دلیل اول مسلم شریف میں ہے:

بروایۃ مشکوٰۃ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یولیہ علیہما عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یولیہ علیہما (رواہ مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ اگر دو خلیفہ کے ساتھ لوگ بیعت کریں تو پہلے کی اطاعت کرو اور دوسرے کے ساتھ لڑائی کرو حدیث شریف میں جو بیعت کا ذکر ہے اس سے مراد خلیفہ اور امام کا انتخاب ہے خواہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہو یا زبان کے ساتھ یا کسی اور وجہ سے ہوا اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کے دو خلیفہ اور امام نہیں ہو سکتے۔ اور اگر بالفرض دو امام ہوں تو دوسرے کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی ضروری ہے۔ مسلم شریف کی اور حدیث شریف میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ہلک اماماً فاعطاه مقلۃ یردہ وثمرا قبلہ فلیطعہ ان استطاع فان جاء آخر یقاتلہ فاضربوا عنقه (رواہ مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ جس آدمی نے ایک امام کے ساتھ بیعت کی اور اسے منتخب کیا اور دل سے اس کی امامت کو تسلیم کیا تو حتی الامکان اس امامت کی اطاعت کرے اور

اگر کوئی اور امامت اور خلافت میں اس کے ساتھ جھگڑا کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔

اس حدیث شریف سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ایک ملک میں مسلمانوں کے دو امام اور سربراہ مملکت ہر گز نہیں ہو سکتے اور اگر ایسا ہوتا تو پہلے کی اطاعت لازم اور دوسرے کی گردن اڑانے کا حکم ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں ایک اور حدیث بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شریف میں منع ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

وعن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کذبت بنو اسرائیل تسو سہر الانبیاء کلہا ہلک لہی خلفہ لہی ہانہ لانی بعدی سیکون خلفاء فیکفرون لاکلوا لہما تأمرنا قال فوالیہ الاول فالاول اعطوہ حقہم الحدیث متفق علیہ

خلاصہ ترجمہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی اصلاح کرتے تھے۔ جب ایک نبی کا وصال ہوتا تھا تو ایک اور نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ خلفاء کثرت سے ہوں گے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ان خلفاء کے مصطفیٰ آپ کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ خلیفہ الاول کی اطاعت کرو اور اس کے وصال کے بعد پھر اول کی اطاعت کرو اور ان کو ان کا حق ادا کرو چونکہ بظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید خلفاء ایک زمانہ میں ہوں گے اور یہ شرعاً منع ہے اس لئے حاشیہ مشکوٰۃ میں اس وہم کو رفع کیا۔

قال الطیبی الفاء للعقب والکتوب والاسموار ولہ یردہ فی زمان واحد بل الحکمہ ہذا عدد تجدہ کل زمان وتجدہ فیہ

خلاصہ حاشیہ یہ ہے کہ خلفاء کثیرہ جن کا ذکر حدیث شریف میں ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ خلفاء ایک زمانہ میں ہوں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے ہوں گے اور مختلف زمانوں میں لوگ ان کی بیعت کریں گے جب ایک فوت ہوگا تو دوسرا اس کا خلیفہ ہوگا۔

یہاں تک بندہ نے تین احادیث سے ثابت کیا کہ ایک چھوٹے ملک کے دو

امام اور دو سربراہ مملکت نہیں ہو سکتے۔ اب اس پر بندہ دلیل دوم نقل کرتا ہے۔ شرح مواقف میں ہے۔

ثم اذا اتفق التعدد فی بلد او بلاد تفحص المتقدم فامضی ولو اصرنا لآخر فہو من المضاہد ان یقاتل حتی یقی الی امر اللہ فان لم یکن ہذا متقدما او کان ولم یعلہ بعینہ وجب البطلان الجدید واستبدال العقد لمن وقام علیہ الاعتیار ولا یجوز العقد لامامین فی صقع اسی جانب متضایق الاقطار لامامین فی صقع متصم الاقطار بحیث لا یسم الواحد تدمیرہ فہو محل الاجتہاد

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ایک چھوٹے سے ملک میں دو اماموں کا تقرر جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ملک میں فتنہ پیدا ہوگا اور نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا اور اگر اتفاق سے اس چھوٹے ملک میں متعدد اماموں کا تقرر ہو جائے تو اس کی صورتیں ہیں اول یہ کہ ہم کو طم ہے کہ فلاں کا تقرر پہلے ہے اور فلاں کا پیچھے تو جس کا تقرر پہلے ہے وہی امام ہوگا نہ کہ دوسرا اور اگر دوسرا اپنی امامت پر پختہ ہو اور اڑ جائے تو وہ ہائی ہے اور اس کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اور اپنی خلافت سے دستبردار ہو جائے البتہ اگر ملک وسیع اور عرضیں ہو کہ ایک امام اس کا انتظام نہیں چلا سکتا تو پھر اگر امام متعدد ہوں تو اس کی گنجائش ہے مثلاً جس طرح آج کل اسلامی ممالک کافی تعداد میں ہیں اور ایک امام تمام ممالک اسلامیہ کا انتظام نہیں چلا سکتا تو متعدد اماموں کا تقرر شرع شریف میں جائز ہے۔ یہاں ایک ضمیمہ ضروری ہے وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ نے خلافت عرصہ پر ایک رسالہ "دوام اہدیش" تحریر فرمایا ہے اور اس میں خلیفہ اور سلطان کے درمیان سات فرق بیان فرمائے فرق چارم بیان فرماتے ہیں (خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس) یہ عبارت شرح مواقف کی عبارت مذکورہ بالا کے بظاہر متضاد ہے جس میں تصریح ہے کہ وسیع و عریض ملک میں متعدد امام ہو سکتے ہیں لہذا اعلیٰ حضرت کی عبارت کی توجیہ لازم۔

صورۃ دوم

اور اگر ہر دو اماموں سے کوئی مقدم نہیں ہے یا واقع میں ایک مقدم اور دوسرا مؤخر ہے لیکن ہم کو علم نہیں ہے کہ کون مقدم اور کون مؤخر ہے تو سب کی امامت باطل ہے اور سب سے سب سے مسلمان صرف ایک امام کا تقرر کریں جس کو وہ پسند کرتے ہیں۔

دلیل سوم

امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امامت اور خلافت کو چھ آدمیوں کے درمیان شورعی مقرر فرمایا تھا شرح مختار میں علامہ تھکڑانی رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا اور پھر ایک جواب میں علامہ تھکڑانی رحمہ اللہ نے خود دیا اور دوسرا جواب علامہ خیالی رحمہ اللہ نے دیا اب سوال اور اس کے دونوں جواب ملاحظہ ہوں۔

فان قيل كيف صم جعل الامامة شورى بين ستة مع انه لا يجوز نصب الامميين في زمان واحد

خلاصہ سوال یہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو امامت کو چھ آدمیوں کے درمیان شورعی قرار دیا یہ کس طرح درست ہے حالانکہ ایک زمانہ میں دو امام بھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ چھ امام ایک زمانہ میں ہوں۔ اس کے بعد علامہ تھکڑانی رحمہ اللہ نے اپنے سوال کا یہ جواب دیا ملاحظہ ہو۔

لنا غير الجائز هو نصب امامين مستقلين بحجب طاعة كل منها على الانفراد لما يلزم في ذلك من اعتغال احكام متضاهية وانما في الشورى فالكل بمنزلة امام واحد

خلاصہ جواب یہ ہے کہ متعدد اماموں کا تقرر جو صحیح ہے تو یہ اس صورت میں ہے کہ ہر امام مستقل ہو اور ہر ایک کی مستقل طاعت واجب ہو اور یہ صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کا حکم دوسرے کی ضد ہو اور دو ضدوں پر عمل محال ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو چھ آدمیوں پر مشتمل شورعی قائم کی تو یہ ہر ایک مستقل امام نہیں تھا بلکہ

مجموع من حیث مجموع ہنول ایک امام کے تھے تھکڑانی رحمہ اللہ کا یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ نئی ازین شرح موافق کی عبارت میں تصریح گزر چکی ہے کہ امام کے لئے شخص واحد ہونا ضروری ہے اور اہل حل و عقد جب امام کو فسق کی وجہ سے معزول کر دیں تو یہ امام نہیں ہو سکتے کیونکہ اہل حل و عقد کل من حیث کل شخص واحد نہیں ہیں۔ چونکہ یہ جواب درست نہیں تھا اس لئے علامہ خیالی نے اور جواب دیا ہے جس پر یہ اعتراض ہے اب علامہ خیالی کا جواب ملاحظہ ہو۔

وقد يجاب ايضا بان معنى جل الامامة شورى ان يتشاوروا في نصبها واحدا منهم ولا يجوزهم الامامة ولا النصب ولا التعيين ويحصل الاشكال اصلا

چھ آدمیوں پر جو شورعی مشتمل تھی نہ تو ہر ایک امام مستقل تھا تا کہ تعدد امام لازم آئے اور احکام متضادہ پر عمل لازم آئے اور نہ مجموع من حیث مجموع امام تھا تا کہ شخص واحد کے متناہی ہو بلکہ شورعی کا مطلب یہ تھا کہ یہ چھ آدمی ہاتھ مشورہ کر کے ان چھ سے ایک آدمی امام مقرر کریں اور امامت ان چھ سے تجاوز نہ کرے یعنی ان چھ کے علاوہ کسی کو امام مقرر نہ کریں اور ان چھ کے علاوہ کوئی آدمی بھی ان چھ سے کسی ایک کو امام مقرر نہیں کر سکتا اور اس وقت کوئی اشکال نہیں ہے۔ علامہ خیالی رحمہ اللہ نے جو آخر میں فرمایا کہ الاشکال اصلا اس عبارت سے دو چیزوں کی طرف اشارہ ہے اول یہ کہ علامہ خیالی کے جواب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوم یہ کہ تھکڑانی کے جواب پر اعتراض ہے بہر حال شرح مختار اور خیالی کی عبارت سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ امام متعدد نہیں ہو سکتے اب بندہ ان علماء و مشائخ سے ۲۲ مارچ کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے یہ سوال کرتا ہے کہ آپ کے نزدیک جب عورت وزیراعظم نہیں ہو سکتی کیونکہ وزیراعظم بھی سربراہ ہے اور سربراہ عورت نہیں ہو سکتی تو آپ کی منطق کے مطابق وزیراعظم کا عہدہ بھی غیر شرعی ہے کیونکہ اگر یہ عہدہ تسلیم کیا جائے تو ایک ملک کے دو امام لازم آئیں گے صدر اور وزیراعظم اور یہ شرعاً ممنوع ہے اب سوال یہ ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک صدر اور وزیراعظم دونوں عہدے آرہے ہیں اور مذکورہ بالا علماء و مشائخ اور ان کے آباء و مشائخ نے دونوں عہدوں کو تسلیم کیا

ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا یہ علماء و مشائخ اس کا جواب دیں چونکہ یہ دور جہالت ہے اور مذکورہ بالا علماء و مشائخ اس کی زد میں ہیں اور ان کو اس کا علم تو کیا کہ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی اور عورت کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا اور ان کو اس امر کا علم ہی نہیں ہے کہ جس طرح عورت سربراہ نہیں ہو سکتی اسی طرح غیر قریشی اور ایک ملک کے دو امام بھی نہیں ہو سکتے دین سے ناواقف ہی کی یہ انتہا ہے کہ مذکورہ علماء و مشائخ نے غیر قریشی اور ملک کے دو اماموں کو تو تسلیم کر لیا ہے اور عورت کی سکرانی کے خلاف ہے حالانکہ شرع شریف میں سب کا حکم ایک ہے مذکورہ بالا علماء و مشائخ کا ان میں فرق کرنا جہالت پر مبنی ہے یا عورت کے ساتھ ان کو کوئی ذاتی رنجش ہے بندہ کمر عرض کرتا ہے کہ اس فقیر کے نزدیک بھی عورت کا سربراہ ہونا خلاف شرع ہے بندہ کی تحقیق یہ ہے کہ عورت سربراہ مملکت اور صدر نہیں ہو سکتی اور سربراہ حکومت اور وزیراعظم ہو سکتی ہے اس کے خلاف کوئی دلیل شرعی نہیں ہے کیونکہ بندہ دلیل سے ثابت کر چکا ہے کہ وہ سربراہ جو عورت نہیں ہو سکتی اس کی تعریف صرف صدر مملکت پر صادق آتی ہے نہ کہ وزیراعظم پر جن علماء و مشائخ کا یہ خیال ہے کہ عورت مطلقاً سربراہ اور سکران نہیں ہو سکتی یہ خیال خالص جہالت پر مبنی ہے بندہ نے قبل ازیں امامت کی تین تعریفیں ذکر کی ہیں اور ثابت کیا کہ یہ تعریفیں صرف صدر مملکت پر صادق آتی ہیں نہ کہ وزیراعظم پر کیونکہ امامت میں یہ ضروری ہے کہ امام کا تمام لوگوں پر تصرف عام ہو اور یہ امر صرف صدر مملکت میں پایا جاتا ہے نہ کہ وزیراعظم میں اب ایک صورت یہ ہے کہ امام صدر اور وزیراعظم دونوں کا مجموعہ ہو نہ کہ ہر ایک اور اس مجموعہ پر اگرچہ امامت کی تعریف صادق آتی ہے لیکن اس میں دو خرابیاں ہیں۔ خرابی اول یہ کہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اہل مل و عقد یہ امام نہیں ہو سکتے کیونکہ امام کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک شخص ہو اور مجموعہ ایک شخص نہیں ہے بلکہ دو شخص ہیں خرابی دوم جب تعریف مجموعہ پر صادق آتی ہے نہ کہ ہر ایک پر تو پھر عورت سکران ہو سکتی ہے کیونکہ عورت وہ سکران نہیں ہو سکتی جس پر امامت کی تعریف صادق آتی ہے اور چونکہ عورت پر تعریف صادق نہیں آتی تو عورت مطلق سکران ہو سکتی ہے اور یہ امر ان لوگوں کے منافی ہے جو کہ عورت کی مطلق

سکرانی کے خلاف اور منکر ہیں۔ بندہ کو اعتراف ہے کہ میری تحریر اور تقریر میں تکرار ہے اس لئے مضرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ تکرار کی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ امامت بڑا دقیق اور پیچیدہ ہے اور بندہ کے مخاطب نام نہاد مذکورہ بالا علماء و مشائخ ہیں جن کو علماء و مشائخ سے اس لئے شکر نہیں کیا جاتا کہ وہ خود اور بذاتہ عالم اور شیخ ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات علماء و مشائخ کی اولاد سے ہیں پدرم من سلطان بود۔ تو مضمون میں تکرار اس لئے ہے کہ مذکورہ بالا علماء و مشائخ کی سمجھ میں یہ مسئلہ آجائے۔

اگرچہ چارم

یہاں بندہ اس پر بحث کرتا ہے کہ جمیعت علماء پاکستان میں جو اختلاف پیدا ہوا اور جمیعت دو حضروں میں بٹ گئی ہے تو کتاب و سنت کس دھڑے کی تائید و حمایت اور کس دھڑے کی مخالفت اور مذمت کرتا ہے۔ آیۃ قرآنی ملاحظہ ہو (وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فان بعث احداهما علی الاخری فقاتلوا النبی تبھی حتی تطعی الی امر اللہ الامیہ

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کافرمان ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو دھڑوں میں اختلاف اور لڑائی جھگڑا پیدا ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کا فرض ہے کہ متحارب نہ ہوں میں صلح صفائی کرانیں اب اگر صلح ہو جائے تو بہت بہتر ہے اور اگر ایک فریق صلح پر آمادہ نہ ہو تو وہ باقی ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ دوسرے فریق کے ساتھ مل کر باقی کے خلاف اس وقت تک برسر پیکار رہیں کہ وہ فرقہ باغیہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کرے یعنی مصالحت پر آمادہ ہو جائے یہاں تک بندہ نے آیۃ شریفہ کا نفس مضمون بیان کیا ہے اب قرآن پاک کا اچھا ملاحظہ فرمادین کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیۃ مذکورہ بالا کا نزول جمیعت علماء پاکستان کے اختلاف کے متعلق ہوا ہے اور آیۃ کریمہ بالکل اس اختلاف پر منطبق ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ذیل کی آیت تلاوت فرمائی۔ فان بعد الذی رسول قد خلت من قبلہ الرسل فان منک اور قل انتالبع علی اعقابکم الامیہ تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ صدیق

اکبر علیہ السلام نے جب آیت مذکورہ بالا تلاوت کی تو ہمیں یوں معلوم ہوا کہ یہ آیت اب نازل ہوئی ہے اسی طرح آیت مذکورہ الصدوقان طائفان من المؤمنین لعلوا الآلہ جمعیت کے اختلاف کے متعلق نازل معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ نورانی صدیقی جمعیت کی حاملہ اور خودی اور خادشین کے مختلف بلا مقابلہ منتخب صدر اور امام تھے اور ایک دوسرے گروہ نے ان کے خلاف بغاوت کی جب مسلمانوں نے مصالحت کی کوشش کی تو علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے کبھی مصالحت سے انکار نہیں کیا بلکہ بارہا اعلان کیا کہ ہمارے دروازے بالکل کھلے ہیں ہم باغیوں کو گلے لگانے کے لئے بالکل تیار ہیں وہ واپس آکر اپنے اپنے عہدوں پر کام کریں لیکن دوسرے مخالف گروہ کا اعلان تھا کہ ہمارے اور نورانی صاحب کے راستے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں اور مصالحت کا کوئی احتمال نہیں۔ اس اعلان پر اہل سنت غور کریں کہ اسلام اور کفر کے راستے جدا جدا ہیں تو گویا فریق مخالف کے نزدیک ایک دھڑ امومن اور دوسرا کافر ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ لکنو فیہکم ولی من غور فرمادیں یہ مخالفت اور بغاوت کی حد ہے کوئی ذی عقل باخیر مسلمان علامہ شاہ احمد نورانی کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے بغاوت کی ہے کیونکہ بغاوت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ سابق امام حق کی مخالفت کی جائے تو ظاہر ہے کہ علامہ نورانی اہل سنت کے لئے سابق امام آرہے تھے اور دوسرے فریق نے ان کی صرف مخالفت ہی نہ کی بلکہ ان کو غیر اسلامی اور غیر آئینی اور غیر اخلاقی طور پر معزول کرنے کا دعویٰ کیا اب بندہ یہ عرض کرتا ہے کہ ۲۲ مارچ کو لاہور میں جو علامہ نورانی کے خلاف اجلاس ہوا اخباری اطلاع کے مطابق اس اجلاس میں پانچ صد یا پانچ ہزار علما و مشائخ شریک ہوئے اگر ان کو فرمان خداوندی کا ذرا احساس ہوتا تو وہ ہر دو فریق کے درمیان مصالحت کی کوشش کرتے تو اگر علامہ نورانی کا مخالف فریق مصالحت پر آمادہ نہ ہوتا تو یہ علما و مشائخ علامہ نورانی کے ساتھ شریک ہو کر باغی گروہ کے خلاف اس وقت تک برسر پیکار رہتے کہ باغی گروہ اپنی بغاوت سے رجوع کر کے مصالحت پر آمادہ ہو جاتا لیکن ان علما و مشائخ کو علامہ نورانی سے خدا واسطہ کا ایسا اعتاد تھا کہ انہوں نے فرمان خداوندی کو نظر انداز کر کے باغیوں کی حمایت اور تائید کی بندہ ان

علما و مشائخ سے مودبانہ گزارش کرتا ہے کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے رو برو حساب و کتاب دینا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے ان علما و مشائخ سے سوال کیا کہ بغض نورانی کی وجہ سے تم نے میرے فرمان کو کیوں نظر انداز کیا؟ تو ان علما و مشائخ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ اب اسی مضمون پر حدیث شریف ملاحظہ ہو اب بھی وقت ہے کہ یہ علما و مشائخ بغاوت سے انحراف کر کے حق کی طرف رجوع کریں تو ان اکابرین کا روز قیامت یہ جواب ہوگا کہ اگرچہ ہم سے لفظی سرزد ہوئی کہ باغیوں کی تائید کی لیکن جب ہم کو حکم خداوندی یاد دلایا گیا تو ہم نے بغاوت سے رجوع کر کے حق کا اظہار کیا تو امید قوی ہے کہ ان کا یہ طرد رہا خداوند میں مقبول ہوگا کیونکہ (الغائب من الذنب کمن لالذنب لہ) اب اس موضوع پر چند احادیث نبویہ صلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ ہوں۔

حدیث اول

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من رأى من اہدأ شہنا یکرہہ فلیصبر فالہ لیس احدہما یارق الجماعة شہراً فہیوت الامات مینۃ جاہلیۃ متفق علیہ

علامہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے امیر میں کوئی ایسی شے دیکھتا ہے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس پر صبر کرے اور بغاوت نہ کرے کیونکہ جو آدمی بھی خواہ کوئی بڑا عالم یا بڑا شیخ کیوں نہ ہو اگر ایک ہالفت بھی جماعت سے دور ہو کر مر جائے تو وہ چالیس اور خلافت کی موت مرا اب اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بھی جمعیت علما پاکستان کے اختلاف پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے گویا کہ اسی اختلاف کے لئے فرمائی گئی ہے علامہ نورانی کے مخالف دھڑے اور اس کے حامی علما و مشائخ اگر علامہ نورانی کو اچھا نہیں جانتے تھے تو بحکم حدیث شریف علامہ نورانی کی صدارت کو برداشت کرتے اور اس منی میں جمعیت کے مرکزی انتخابات ہونے والے ہیں تو یہ لوگ خادشین جمعیت کے ساتھ رابطہ پیدا کرتے اور مرکزی قیادت و تبدیلی کر دیتے کہ اگر بغاوت نہ کرتے تو ان لوگوں کا پسندیدہ امیدوار بلا مقابلہ

جمعیت کا صدر منتخب کیا جاسکتا تھا۔ لیکن انہوں نے جلت کر کے بغاوت کا راستہ اختیار کیا تو اب اگر وہ اسی بغاوت پر مرمگے تو ان کی موت جاہلیت اور خلافت کی موت ہوگی تو اب ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی موت کو اسلامی موت بنانے کے لئے بغاوت سے انحراف کر کے حق کے راستہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں۔

حدیث دوم

عن غیر فتحہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول انہ
 سیكون هدات وهدات فمن اراد ان یفرق امر هذا الامة وہی جمیع فاضل وہ بالسیف
 کلانا من کان (رواہ مسلم) خلاصہ مفہوم حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے
 فرمایا کہ مرن قریب شر اور فسادات پیدا ہوں گے اب جو آدمی اس امت کے اتفاق میں رختہ
 ڈالے گا اس کی گردن تلوار سے اڑا دو خواہ وہ رختہ ڈالنے والا بہت بڑا علامہ اور بہت بڑا
 شیخ کیوں نہ ہوں۔ یہ حدیث شریف بھی جمعیت کے اختلاف پر پوری طرح منطبق ہے
 پاکستان کے اہل سنت علامہ نورانی کی قیادت پر مجتمع اور متفق تھے فریقِ مخالف نے مع نام
 نہاد علماء و مشائخ کے اس اتفاق کو پارہ پارہ کیا لہذا یہ سب باغی اور گردن زدنی ہیں۔

امرِ بیجم زمانہ ماضی میں جب صدارت کے انتخاب پر محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ
 اور انیر مارشل ایوب خان مرحوم کے درمیان مقابلہ ہوا تھا تو اس وقت حضرت شیخ الاسلام
 خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ نے محترمہ فاطمہ جناح کے خلاف ایک فتویٰ تحریر کیا تھا
 کہ عورت سربراہِ مملکت نہیں ہو سکتی یہ فتویٰ بندہ کے نزدیک بالکل حق تھا لیکن اس وقت
 کے علماء و مشائخ جو کہ شیخ الاسلام کے تحریر ملی سے ناواقف اور بذاہ علوم دینیہ سے جاہل
 ہیں حضرت شیخ الاسلام کے فتویٰ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ فتویٰ موجودہ وزیرِ اعظم جو
 کہ عورت ہے * کے بھی خلاف ہے بندہ کے نزدیک یہ استدلال باطل ہے۔ شیخ الاسلام کا
 فتویٰ عورت وزیرِ اعظم کے خلاف نہیں ہے بلکہ حضرت شیخ الاسلام پر نرا بہتان ہے کیونکہ یہ
 بندہ قسماً اذنی دلائل سے ثابت کر چکا ہے کہ یہ کہنا کہ عورت مطلقاً سربراہ نہیں ہو سکتی بالکل
 باطل اور فاسد ہے کیونکہ وہ سربراہ جو عورت نہیں ہو سکتی اس کی تین تعریف گزر چکی ہیں اور

* مراد بی بی خیر بھٹو ہیں کہ اس وقت وہی وزیرِ اعظم تھیں۔

یہ تینوں تعریفیں صرف صدرِ مملکت پر صادق آتی ہیں وزیرِ اعظم پر صادق نہیں آتیں تو خلاصہ
 یہ ہے کہ عورت صرف صدرِ مملکت نہیں ہو سکتی جبکہ وزیرِ اعظم ہو سکتی ہے چونکہ محترمہ فاطمہ
 جناح صدارت کی امیدوار تھیں لہذا شیخ الاسلام کا فتویٰ حق اور فاطمہ جناح کے خلاف ہے
 لیکن اس فتویٰ سے وزیرِ اعظم کے خلاف استدلال کرنا حماقت ہے اور ان علماء و مشائخ
 مسلکین پر یہ آیت مبارکہ صادق آتی ہے۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعدِہِ خَلَفٌ (آلایہ)

اب بندہ اس امر پر چند دلائل حریہ پیش کرتا ہے کہ بعض امور میں عورت سربراہ
 ہو سکتی ہے۔

دلیل اول:

جنگِ جمل میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی سربراہی میں لڑی گئی اور اس
 جنگ میں عائشہ صدیقہ سربراہِ لشکر تھیں اور ہزاروں فوجیوں نے اپنی ماں کے قدموں میں جائیں
 قرآن کریم ان میں صحابہ بھی تھے بلکہ بعض صحابہ ہجرہ سے تھے۔ اب اگر حضرت شیخ الاسلام
 کے فتویٰ کا یہ مطلب لیا جائے کہ عورت مطلقاً سربراہ نہیں ہو سکتی تو پھر حضرت شیخ الاسلام کا
 فتویٰ ام المؤمنین کے بھی خلاف ہوگا تو کیا ان غلوں نے حضرت شیخ الاسلام کی توہین نہیں کی
 اور نادان دوستوں کا کردار ادا نہیں کیا؟ لیکن اگر شیخ الاسلام کا فتویٰ صرف صدرِ مملکت پر
 محمول کیا جائے تو اب یہ فتویٰ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی سربراہی کے خلاف نہیں ہے۔

دلیل دوم

فقہ میں معصوم ہے کہ عورت کا حق ہے اور فاضل بھی ان لوگوں کے لئے جن
 کا وہ فاضل ہے۔ سربراہ ہوتا ہے اور وہ لوگ اپنے امور فاضل کے سامنے پیش کرتے ہیں۔
 امرِ عظیم حاکمین علامہ نورانی پر چند احتیاطیہ سوال کرتے ہیں۔

سوال اول:

عورت کی سربراہی کی حمایت کا یہ سوال بالکل فاسد ہے علامہ شاہ احمد نورانی نے
 کبھی عورت کی سربراہی کی حمایت نہیں کی انہوں نے بار بار اعلان کیا ہے کہ عورت کی

سرمایہ خلاف شرع اور غیر شرعی ہے لہذا یہ اعتراض بہتان محض ہے۔

سوال دوم:

عورت کے اقتدار کو طول دینے پر مشتمل بیانات یہ سوال بھی مثل اول لئے ہے۔ علامہ نورانی نے کوئی بیان ایسا نہیں دیا دراصل علامہ نورانی صاحب نے یہ کہا ہے کہ یہ عورت کی سرمایہ غیر شرعی اور ناجائز ہے لیکن حوام نے دوث کے ذریعہ عورت کو ہم پر مسلط کر دیا ہے اب اس عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں۔ اول یہ کہ عورت خود بخود اس مہم سے مستعفی ہو جائے اور وہ اس پر تیار نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اس کو پانچ سال کے لئے برداشت کر لیا جائے جیسا کہ اس کے باپ کو برداشت کیا گیا ہے۔ سوم یہ کہ اس کے خلاف بدامنی اور سول نافرمانی شروع کی جائے ملک اس وقت بدامنی کا مقفل نہیں ہے۔ دشمنان پاکستان تاک میں ہیں کہ ملک بدامنی کا شکار ہو اور وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوں۔ لہذا علامہ نورانی نے دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے کہ اس عورت کو اپنی مدت پوری کرنے دیا جائے، اور یہ ایک معقول تجویز ہے۔ بندہ ظالمین سے دریافت کرتا ہے کہ علامہ نورانی اور تم دونوں عورت کی حکمرانی کو غیر شرعی اور ناجائز خیال کرتے ہو یہ وجہ تو عورت کی حکمرانی کو طول دینے کی نہیں ہو سکتی۔ علامہ نورانی یہ فرماتے ہیں کہ یہ ”بلا“ ہمارے گلے میں پڑ گئی ہے۔ لہذا اس کو اپنی مدت تک برداشت کرو اگر اس کو اقتدار کا طول کہا جاتا ہے تو بندہ مد ظالمین سے پوچھتا ہے کہ اس ”بلا“ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا تمہارے نزدیک کیا طریقہ ہے اگر پانچ سال تک برداشت کرنا ہے تو پھر علامہ نورانی اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ لہذا جو اعتراض تم علامہ نورانی پر کرتے ہو، وہی تم پر حائد ہوگا اور اگر چھٹکارا کا طریقہ بدامنی اور سول نافرمانی ہے تو یہ طریقہ تم نے ابھی تک اختیار نہیں کیا تو اب تم عورت کی حکمرانی کو طول دے رہے ہو۔ تم دوسروں کو قصور وار ٹھہراتے ہو قصور اپنا کُل آیا۔

سوال سوم:

علامہ نورانی کے دور صدارت میں جمعیت علماء پاکستان میں افتراق اور انتشار

پیدا ہوا ہے اس سوال میں بھی کوئی معقولیت نہیں ہے علامہ نورانی نے اصولوں پر کبھی سودا بازی نہیں کی۔ جن لوگوں نے جمعیت کے اصولوں کو پامال کیا ہے اور ذاتی مفادات اور پلاٹ حاصل کرنے کے لئے حکومت کی چال بازی اور حکومت کو خوش کرنے کے لئے فتوے تحریر کئے علامہ شاہ احمد نورانی کا ملی فرض تھا کہ ایسے خود معروضوں سے جواب ملے کرے اور ان کو اس جرم کی سزا دینے اس کو افتراق اور انتشار کہنا سراسر لاپرواہی ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت پر اہل سنت کا اتفاق تھا۔ علامہ نورانی عالمہ شوری اور خادین کے صرف منتخب صدر ہی نہ تھے بلکہ محض صدر تھے۔ علامہ نورانی کے حامدوں نے بغاوت کی اور جمعیت علماء پاکستان بلکہ اہل سنت کے اتفاق کو پارہ پارہ کیا اور آئینہ کریمہ اور حدیث شریف مذکورہ بالا کا مصداق بنے۔ اور بغاوت کی یہ حد کر دی کہ علامہ نورانی کو غیر آئینی اور غیر اخلاقی طور پر معزول کر کے خود غیر آئینی صدر بن بیٹھے لاہور کے جس اجلاس میں یہ غیر آئینی حرکت کی گئی اس میں عالمہ اور شوری کے زیادہ سے زیادہ ۹ یا ۱۰ اراکین تھے اور اس کے بعد راولپنڈی میں علامہ نورانی کی مگرانی میں جو اجلاس ہوا اس میں عالمہ اور شوری کے تقریباً ۹۴ اراکین شامل تھے جنہوں نے علامہ نورانی کی قیادت پر کمل اعتماد کیا اور پھر اس کے بعد جتان شریف میں جو خادین کا کونشن ہوا اس میں دس ہزار سے زیادہ خادین نے شرکت کی اور بڑے والہانہ اور جذباتی طور پر علامہ شاہ احمد نورانی پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ ایسی حالت میں علامہ نورانی کو معزول کرنا تمام قواعد کی مٹی پلید کرنا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ کسی صوبہ کا وزیر اعلیٰ اپنے صوبائی اراکین کا اجلاس طلب کر کے صدر پاکستان کو معزول کر دے اور پھر صوبائی وزیر اعلیٰ کو صوبائی اراکین صدر پاکستان منتخب کر لیں۔ علامہ نورانی کی معزولی کچھ اس قسم کی ہے۔ لہذا انتشار اور افتراق کے بھرم یہ ظالمین اور حامدین ہیں نہ کہ علامہ شاہ احمد نورانی۔

سوال چہارم:

ایک عورت کے ساتھ علیحدگی میں ملاقات۔ یہ بات درست ہے کہ علامہ نورانی نے وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات کی ہے اور اس میں مولانا نورانی منفرد نہیں ہیں سینکڑوں

مردانی ضروریات کے لئے وزیر اعظم سے ملاقات کرتے ہیں اور یہ معمول ہے اور پھر یہ ملاقات علیحدگی میں نہیں تھی بلکہ وزیر اعظم کے مشیر اور وزیر اور علامہ نورانی کے کئی احباب بھی اس ملاقات میں موجود تھے جیسا کہ اخبارات اس پر شاہد ہیں لہذا اس ملاقات کو انہوں نے ناک کہنا بظاہر انہیں ناک ہے۔ نیز علامہ نورانی کی یہ انتہائی ملاقات اس لئے تھی کہ وزیر اعظم کو اس کی کوتاہیوں اور خرابیوں پر مطلع کیا جائے اور یہ امر بالعرف اور فی عن المنکر کے قبیلہ سے ہے اور اس حدیث شریف پر عمل ہے جس کا معنی اس طرح ہے کہ افضل جہاد عسکران چاہے کے سامنے کلمہ حق بیان کرنا ہے۔

سوال پنجم

علامہ نورانی نے بارہا صدارت چھوڑنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے لہذا ان کو مناسب ہے کہ کسی اور صاحب کی صدارت قبول کر لیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ علامہ نورانی کو جس صاحب کی صدارت قبول کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے وہ صاحب باقی اور غیر آئینی صدر ہیں اور انہوں نے امت مجتہد میں افتراق اور انکسار پیدا کیا ہے اگر علامہ نورانی اس صاحب کی غیر آئینی صدارت قبول کر لیں تو علامہ نورانی کا یہ فعل غیر آئینی ہوگا لہذا علامہ نورانی کو غیر آئینی فعل کا مشورہ دینا یہ قابل مذمت ہے اس کے مقابلہ میں بندہ مخالفین کو ایک آئینی مشورہ پیش کرتا ہے وہ یہ کہ جمیعت میں اختلاف سے قبل دبیر ۱۹۸۹ء میں ہر دو فریق کا لاہور میں مشترکہ اجلاس ہوا اور مختلف طور پر طے ہوا کہ مئی ۱۹۹۰ء میں جمیعت علماء پاکستان کے ہر سطح پر نئے انتخاب ہوں گے اور مرکزی انتخاب بھی اس میں داخل ہے چونکہ باقی گروہ بھی اس سے حلق تھے لہذا اس کو چاہیے کہ نئی کے انتخاب میں آئینی طور پر حصہ لے اور جمیعت کے دفتروں کے ساتھ رابطہ پیدا کر کے اکثریت کو اپنا ہم نوا بنا کر اپنا صدارت کا امیدوار کھڑا کرے اور صدارت کا انتخاب جیت کر آئینی طور پر علامہ نورانی کو اس عہدہ سے علیحدہ کر کے جمیعت کا حلقہ صدر ہو جائے اگر فریق مخالف کا یہ خیال ہے کہ جمیعت کی اکثریت اس کے ساتھ ہے تو اس کو بندہ کا یہ مشورہ قبول کر لینا چاہیے اور حکم خداوندی قاتلوا النبی حتی تلحقوا بالہذاب کا مصداق بن جائے اور

اگر فریق مخالف نے بندہ کا یہ مشورہ قبول نہ کیا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ فریق مخالف کو جمیعت کی اکثریت کا اعتماد حاصل نہیں ہے اور وہ چودہ روزہ سے صدارت پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ یہاں تک بندہ نے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو فریق مخالف کی وجہ سے کئے گئے ہیں۔

امر ہفتم

آج کل یہ بحث زوروں پر ہے کہ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ امر بالکل درست اور حق ہے کہ عورت کا سربراہ مملکت اور صدر مملکت ہونا شرع شریف میں ناجائز ہے اس پر کتب مذہب میں جو دلیل دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ شرع عقائد نسلی میں ہے والنساء ناقصات عقل و فہم شرع موافق میں ہے بھجپ ان یکون عدلاً بالغاً عاقلًا ذکراً لانا النساء ناقصات عقل و فہم۔ خلاصہ ہر دو عبارت کا یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذکر ہو کیونکہ عورتیں عقل اور دین ہر ایک میں ناقص ہیں تو امام ایسا نہیں ہو سکتا۔ مگر آج کل عورت کے سربراہ نہ ہونے پر یہ حدیث شریف دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔

لن یصلح قوم ولوا علیہم امرًا رواہ البخاری خلاصہ ترجمہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح اور نجات نہیں پائے گی جس نے عورت کو اپنے اوپر مسلط کیا۔ اس استدلال پر بندہ کو اعتراض ہے وہ یہ کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب جنگ جمل میں لشکر کی قیادت فرما رہی تھیں اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کی حمایت کر رہے تھے تو اس حدیث شریف مذکورہ بالا کے راوی سے کسی نے پوچھا کہ تم ام المؤمنین کی حمایت کیوں نہیں کرتے تو اس راوی نے جواب دیا کہ میں اس حدیث مذکورہ بالا پر عمل کر کے حمایت سے قاصر ہوں تو اس جواب سے واضح ہو گیا کہ وہ راوی حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو اس حدیث کا مصداق خیال کرتا تھا حالانکہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا علم اس راوی سے زیادہ تھا اور آپ مجتہدہ تھیں تو لازمی طور پر یہ حدیث بھی آپ کے علم میں ہوگی تو اگر حدیث شریف مذکورہ بالا کا وہی معنی تھا جو راوی نے سمجھا

تھا تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بھی ضرور اس حدیث شریف پر عمل کرتیں اور جنگ جمل میں شریک نہ ہوتیں تو معلوم ہوا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے نزدیک اس حدیث شریف کا وہ معنی نہیں تھا جو راوی نے سمجھا تو راوی کا اس حدیث سے استدلال درست نہ ہوا تو آج کل کے مستدللین کا اس حدیث سے استدلال کیسے درست ہوگا تو اب حدیث شریف کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی نہ کہ مطلق سربراہ۔ اور قبل ازیں گزر چکا ہے کہ جنگ جمل کے وقت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سربراہ مملکت نہ تھیں بلکہ سربراہ مملکت حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نیز اگر یہ حدیث شریف حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے خلاف ہوتی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ضرور اس سے استدلال کرتے کیونکہ یہ حدیث شریف ان کے دلی کے مطابق تھی جیسا کہ راوی نے استدلال کیا تھا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث شریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک بھی قابل استدلال نہ تھی بعض لوگ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث شریف ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے ذہن سے اس وقت اتر گئی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث مذکورہ بالا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تو حق میں تھی وہ اس سے استدلال فرماتے اور یہ کہنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذہن سے بھی اتر گئی بالکل غیر محقول ہے بلکہ یہ ہر دو تو اکابرین اور علماء اعلام سے ہیں ایسے مواقع پر عوام کو بھی حدیثیں یاد آ جاتی ہیں جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث تھی یعنی تجھے ایک باغی کروہ قتل کرے گا۔

تعلتک الفتۃ الباغیۃ

تو جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آدمیوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو سب لوگوں کو یہ حدیث یاد آ گئی اور تمام لشکر میں کھرام بج گیا کہ اب حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہو گیا اور لوگ دوڑ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کے خلاف اس حدیث سے استدلال کیا اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا جواب دینا پڑا جو کہ شروح احادیث میں مذکور ہے۔

امیر مہتمم

اس مضمون کے ابتداء میں بندہ نے امامت کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور اس

میں بیان کیا کہ عورت تو بالکل سربراہ نہیں ہو سکتی باقی رہا مرد تو ہر مرد سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا البتہ بعض وہ مرد جو سربراہ مملکت ہو سکتے ہیں ان کے لئے چنداں شرائط ہیں جو بھی مرد ان شرائط کا جامع ہے وہ سربراہ مملکت بن سکتا ہے اور جو جامع نہیں ہے وہ شرعی امام نہیں ہے بلکہ باغی سلطان ہے اور آج تک پاکستان میں کوئی مرد قریش اور شرعی امام نہیں ہوا اور شریعت مطہرہ سے ناواقف کی بنا پر کسی عالم اور پیر اور شیخ نے اس پر نہ کوئی اعتراض کیا ہے اور نہ امن و امان کا مسئلہ پیدا کیا حالانکہ امام کا قریشی ہونا حدیث متواتر سے ثابت ہے جس کا انکار ایمان کے ضیاع کا سبب ہے اور یہ خبر واحد سے ثابت ہے کہ امام اور سربراہ مملکت کوئی عورت نہیں ہو سکتی اور حیرت ہے کہ عورت کے خلاف تو پاکستان میں علماء اور مشائخ نے شور اور فحوا مچا رکھا ہے اور جو حدیث متواتر کے خلاف ہے اس کو اپنا امام تسلیم کر رکھا ہے اور یہ (تؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض) کی ذمہ مثال ہے قتل یزید بندہ نے جو تحقیق کی وہ علم کلام کی کتابوں سے ماخوذ ہے اور چونکہ دراصل یہ مسئلہ علم فقہ سے تعلق رکھتا ہے لہذا اب اس مسئلہ پر علم فقہ سے کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔ در مختار میں ہے:

الامامۃ صفوی و کبریٰ فالکبریٰ استحقاق تصرف عام علی الامام و تحقیق فی علم الکلام و تعبہ امر الواجبات فلذل الذمۃ علی من صاحب المعجزات و یشرط کونہ مسلماً حراً ذکراً عاقلًا بالغًا قادرًا قرشاً لاهشماً علویاً مصوباً و مکرمہ تقلید الفاسق و یعمل بہ الاقتداء و موجب ان یدعی لہ بالصلام و تعبہ سلطۃ المتطلب للضرورة

اس عبارت کا کچھ حصہ قتل ازیں گزر چکا ہے۔ عبارت کا مختصر ترجمہ ملاحظہ ہو۔ امامت دو قسم کی ہے چھوٹی امامت اور بڑی امامت۔ چھوٹی امامت تو نماز کی امامت ہے اور امامت کبریٰ کی تعریف یہ ہے کہ جس کو یہ حق حاصل ہو کہ اپنے ملک کے تمام لوگوں پر اس کا تصرف عام ہو اور اگرچہ یہ علم فقہ کا مسئلہ ہے لیکن اس کی تحقیق علم کلام میں ہے علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں عقائد مسلم کی عبارت مذکورہ بالا نقل کی

ہے اور تقریر امام بڑے اہم اور اعلیٰ واجبات سے ہے اسی لئے صحابہ کرام نے اس کو آنحضرت ﷺ کے دفن پر مقدم کیا حالانکہ اس سانچہ کی وجہ سے ان کے ہوش و حواس اڑ چکے تھے۔ اور امام کے لئے دس شرائط ہیں۔ سات اہلبائی اور تین سلبی۔ اہلبائی شرائط اول مسلمان ہو دوم آزاد ہو سوم مذکر اور مرد ہو چہارم عقل مند ہو پنجم بالغ ہوں ششم قادر ہو یعنی عہد احکام اور دارالاسلام کی حفاظت پر قادر ہو۔ ہفتم قوم قریش سے ہو۔ شرائط سلبی اول امام کا ہاشمی ہونا ضروری نہیں امام غیر ہاشمی بھی ہو سکتا ہے۔ دوم امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اولاد سے ہو۔ سوم امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ گناہ سے پاک ہو اور اس کو گناہ کی طاقت ہی نہ ہو۔ یہ دس شرائط ہیں کہ ان کا امام میں ہونا ضروری ہے۔ اور قاسم کو امام مقرر کرنا مکروہ ہے اور اگر تقرر کے وقت تو عادل قاضین بعد میں قاسم ہو گیا تو خود بخود معزول نہیں ہوگا البتہ وہ اس امر کا مستحق ہے کہ معزول کیا جائے اور اگر قاسم کے معزول کرنے میں ہتھ اور فساد کا خوف ہو تو اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ وہ اسے ہدایت دے اور وہ راہ راست پر آجائے یہ بات علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں ذکر فرمائی ہے۔ اس کے بعد علامہ شامی نے ان شرائط پر دلائل ذکر کئے کہ مسلمان ہونا اس لئے ضروری ہے کہ کافر مسلمانوں کے والی نہیں ہو سکتا اور آزاد ہونا اس لئے ضروری ہے کہ عہد اور غلام اپنی ذات کا والی نہیں ہے تو وہ فیروں کا والی کیسے ہو سکتا ہے اور عاقل اور بالغ ہونا امام کے لئے اس لئے شرط ہے کہ اگر عاقل نہیں ہے تو بھون ہوگا اور اگر بالغ نہیں ہے تو صبی اور طفل ہوگا اور یہ ہر دو بھی اپنے نفس کے والی نہیں ہوتے تو غیر کے والی کس طرح ہوں گے اور مذکر اور مرد ہونا اس لئے شرط ہے کہ اگر عورت ہوگی تو عورت کو پردہ کا حکم ہوگا اور یہ بھی کہ وہ گھر کی چار دیواری کے اندر ہے اور امام کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ وہ باہر ظاہر جگہ پر بیٹھے تاکہ مظلوم اور فریادی اس تک پہنچ سکے نیز امام میدان جنگ میں فوج کے سامنے ہوگا اور ان چیزوں سے عورت محذور ہے اور امام کے لئے قریشی ہونا اس لئے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا کہ تمام امام قریش سے ہوں گے اور غیر قریش سے امام نہیں ہو سکتا۔ اور یہ حدیث حواتر ہے کہ جس کے انکار سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور اسی حدیث کی وجہ سے انصار رضی اللہ عنہم اپنے حق خلافت سے دستبردار ہو گئے اور عہد خلافت قریش کے سپرد کر دیا۔ علامہ شامی کے حوالہ سے جو بات بعد نے ذکر کی ہے کہ قاسم سربراہ کے خلاف خروج اور بغاوت شرعاً منع ہے بلکہ اس قاسم کے لئے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس نفس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج کل جو حکومت کے خلاف جلوس وغیرہ نکالتے ہیں اور بسا اوقات شدید قسم کی بدامنی پیدا ہوتی ہے یہ شرعاً ناجائز ہے اور اس کی وجہ حکومت کی چال چلی کرنا نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار اور دشمنان اسلام اس تاک میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ملک دارالاسلام پر قبضہ کرنے کا ہم کو موقع ملے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ملک میں بدامنی ہے پھر ان کو مداخلت کا موقع ملتا ہے تو اس بدامنی اور جلوسوں کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ قاسم حاکم تو راہ راست پر آئے گا یا نہ ہم اپنا ملک گنوا دیں گے آگے چل کر درمختار میں ہے کہ جو قسب ہے اور اس کو مسلمانوں نے منتخب نہیں کیا بلکہ ڈپٹے کے ذور سے مسلمانوں کے ملک پر قابض ہو گیا جیسا کہ آج کل مارشل لا ہوتا ہے تو ضرورت کے وقت اس کی سلطنت صحیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کے خلاف بغاوت کی گئی تو فتنہ برپا ہوگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تمہارا امیر عہد اور حبشی ناک کتا ہو تو اس کی بات بھی سنو اور اس کی اطاعت کرو یہاں تک شرائط اہلبائی کے دلائل کا ذکر ہوا اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ نے شرائط سلبیہ کا ذکر فرمایا کہ ہاشمی کی لٹی کر کے شیعہ کا رو کیا ہے کیونکہ شیعہ کہتے ہیں کہ محض قریشی ہونا امام کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ امام قریشی ہاشمی ہو اور شیعہ نے جو ہاشمی کی شرط لگائی ہے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی امامت کی لٹی کرتی ہے کیونکہ یہ تینوں حضرات ہاشمی نہیں ہیں اگرچہ قریشی ہیں تو ہاشمی کی شرط بدعا کر ان تینوں کی خلافت کی لٹی کرتی ہے اب شیعہ پر اعتراض ہوا کہ بنو ہاشم

قریشی ہاشمی تھے لیکن تم ان کی امامت کے قائل نہیں ہو تو اس اعتراض سے بچنے کے لئے انہوں نے ایک اور شرط لگائی کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مولانا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو تو اب جو عباس کی امامت کی گئی ہوگی کیونکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے نہیں ہیں اور اہل سنت کے نزدیک امام کے لئے صرف قریشی ہونا شرط ہے نہ کہ ہاشمی اور علوی ہونا اور شیعہ امامیہ کے نزدیک امام کا معصوم ہونا شرط اور اہل سنت کے نزدیک یہ شرط نہیں لگتا اس کی گئی کر دی۔

امر ہشتم

بندہ قس ازیں ذکر کر چکا ہے کہ بندہ کے اس مضمون میں کچھ گلی اور جیڑی ضرور ہے اور معاذ اللہ اس پر یہ اعتراض کریں گے کہ اس فقیر نے بے ہاکی کا مظاہرہ کیا ہے اور ملا و مشائخ کی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے چند جواب قس ازیں گزر چکے ہیں اور بندہ نے قس ازیں وعدہ کیا تھا کہ اس اعتراض کا ایک اور جواب آخر میں آئے گا اب بندہ اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے اس جواب کو یہاں ذکر کرتا ہے وہ یہ کہ احکام الہیہ اور تافران حبیب علیہ السلام کے بیان میں ہے ہاکی اس فقیر نے حضرت شیخ الاسلام خلیفہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز سے سیکھی اس کی تفصیل یہ ہے۔

یہ فقیر ساڑھے آٹھ سال دربار عالیہ سیال شریف میں خدمت تدریس علوم اسلامیہ دیتا رہا ہے اس وقت موجودہ جدید دارالعلوم کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا بندہ اور طلباء آستان شریف کی کوششوں میں رہتے تھے اور گرمیوں میں کمروں سے باہر اٹنی چار پائیاں بچھا کر سوتے تھے کوئی بجلی نہیں تھی لائٹوں کی روشنی پر مطالعہ کرتے تھے دربار عالیہ پر بندہ صرف ایک مدرس تھا چونکہ کوئی علیحدہ ملحق نہیں تھا فتویٰ کا کام بھی بندہ کے سپرد تھا۔ حضرت شیخ الاسلام کو علوم دینیہ پر پوری دسترس تھی اور بلند پایہ فقیہ تھے بندہ اور شیخ اسلام کا کئی مسائل پر شدید اختلاف ہو جاتا تھا لیکن آپ اس اختلاف کو بڑی خندہ پیشانی سے صرف برداشت ہی نہ کرتے تھے بلکہ خوش ہو کر فرماتے کہ اس اختلاف سے مسئلہ کی پوری تحقیق ہو جاتی ہے اور موافق مخالف دلائل سب سامنے

آ جاتے ہیں اس اختلاف کے باوجود عمل بندہ کے فتویٰ پر ہی ہوتا تھا میری گستاخی کی یہ حد تھی کہ میں طالب علموں کے سامنے آپ کے خلاف دلائل دیتا تھا اور طلباء بھی اس گستاخی پر حیرت کا اظہار کرتے تھے کہ بندہ کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے لیکن حضرت شیخ الاسلام محسوس تک نہیں فرماتے تھے حضرت شیخ الاسلام کی اس عالی حوصلگی سے بندہ کے اندر حق گوئی کی جرأت پیدا ہوئی اور حق بیان کرنے میں کبھی مبالغہ نہ کی یہاں بندہ صرف چند مثالیں پیش کرتا ہے۔

مثال اول

خلع سرگودھا کے دو بڑے زمیندار تھے اور دونوں سیال شریف کے مرید تھے ان کے درمیان جائیداد کا جھگڑا تھا جو کہ اربوں روپے مالیت کی تھی انہوں نے حضرت شیخ الاسلام سیالوی کو شرعی ثالث مقرر کیا اور اس فقیر کو فرمایا کہ تم بمولہ سرکاری وکیل کے ہوتے میری مدد کرو ان جب ان سے ایک فریق نے یہ مظلوم کیا کہ حضرت شیخ الاسلام اس فقیر کی بات پر زیادہ توجہ فرماتے ہیں تو اس فریق نے بندہ کے ساتھ علیحدہ ملاقات کی اور بڑی رشوت کی پیش کش کی تو بندہ نے یہ کہہ کر پیش کش ٹھکرا دی کہ شیخ الاسلام جب کوئی بات مجھ سے پوچھتے ہیں تو پہلے کلمہ شریف پڑھواتے ہیں اب میں کہہ پڑھ کر کیسے غلط مشورہ دے سکتا ہوں اور اگر میں بالفرض غلط مشورہ دوں تو چونکہ شیخ الاسلام مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں وہ فوراً فرمادیں گے کہ تم غلط مشورہ دے رہے ہو تو پھر تم کو اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ جب حضرت شیخ الاسلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور تحسین فرمائی اس کے بعد اس فقیر پر ان کی شفقت زیادہ ہو گئی۔

مثال دوم

سیال شریف کا ایک آدمی تھا جو کہ حضرت شیخ الاسلام کی زری زمینوں کا انچارج تھا اس کے ایک لڑکے کی شادی تھی جب شادی کی تاریخ مقرر ہوئی تو عورتوں نے شیخ الاسلام کو آکر کہا کہ اس لڑکے کی جس لڑکی کے ساتھ شادی ہو رہی ہے وہوں نے فلاں عورت کا دودھ پیا ہے اور یہ وہوں رضائی بھائی بہن ہیں تو حضرت شیخ الاسلام نے اس کا تذکرہ بندہ کے

ساتھ کیا اور میری رائے دریافت کی تو بندہ نے عرض کیا چنگ دودھ کی گواہ صرف عورتیں ہیں ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے لہذا ان کی شہادت کو قبول نہیں کیا جاسکتا تو شیخ الاسلام نے میری رائے کے خلاف دلائل دیے لیکن بندہ نے وہ دلائل ماننے سے معذوری ظاہر کر دی تو حضرت شیخ الاسلام خاموش ہو گئے جب شادی کا دن آ گیا اور شادی حالوں کے گھر وصول اور باپے بچے گئے تو حضرت شیخ الاسلام ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے مجھے فرمایا کہ اگر اب بھی تم اپنی رائے بدل لو اور دودھ اک فتویٰ دے دو تو میں ابھی جا کر شادی بند کرادوں لیکن میں نے اپنی رائے تبدیل کرنے سے معذوری ظاہر کر دی اور وہ شادی بخیر و خوبی سر انجام پائی۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز کے ان عادات و اخلاق نے بندہ کے اندر حق گوئی کی جرأت پیدا کی تو سب حضرت شیخ الاسلام کی قد آور شخصیت بندہ کے لئے بیان حق سے مانع نہ ہوئی تو آج کل کے مخصوص علماء و مشائخ کا احترام بندہ کے لئے حق گوئی سے کیسے مانع ہو سکتا ہے اس حق گوئی کے باوجود وہ علماء و مشائخ جو فرقہ باطنی کی تائید و حمایت کے لئے ۱۲ مارچ کو لاہور میں اکٹھے ہوئے بندہ ان کا پورا پورا احترام کرتا ہے اور مذکورہ بالا حق گوئی ان کے احرام کے مٹانی نہیں ہے بلکہ جو کچھ فرمایا گیا اس کی بنا خیر غمازی پر ہے۔

مثال سوم:

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر تھے اور ہر دور کے صدر آپ کا بڑا احترام کرتے تھے بندہ نے ایک دفعہ آپ کو عرض کیا کہ آپ اعلیٰ حکام پر کیوں زور نہیں دیتے کہ وہ پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ ^ﷺ نافذ کریں تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ہر دور کے صدروں پر پورا دباؤ ڈالا ہے لیکن وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نظامِ شریعت نافذ کرنے پر تیار ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر ایک متحدہ اسلامی آئین ہمارے سامنے پیش کریں کیونکہ اگر حکومت ایک مکتبہ فکر کا اسلامی آئین نافذ کرے تو دوسرے مکاتب فکر بدامنی اور امن و امان کا مسئلہ پیدا کر دیں گے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میرے پاس حکومت کی اس شرط کا کوئی جواب نہیں ہے۔ بندہ نے حضرت شیخ الاسلام کو ایک جواب عرض کیا جس کو آپ نے پسند فرمایا بندہ نے یہ جواب دیا کہ جو سیاسی

پارٹیاں ہیں ان کے اپنے اپنے منشور ہیں جو کہ مذہبی منشور نہیں ہیں بلکہ سیاسی منشور ہیں اور یہ پارٹیاں اپنے اپنے علیحدہ منشور ترک کر کے ایک منشور پر متفق ہونے پر تیار نہیں ہیں تو مسلمانوں کے مکاتب فکر جن کی مدارِ مذہب پر ہے وہ اپنا مذہب چھوڑ کر ایک مذہب پر کیسے متفق ہو سکتے ہیں متحدہ اسلامی آئین اس وقت پیش کیا جاسکتا ہے جب ہر مکتبہ فکر اپنا مذہب اور دین چھوڑنے پر تیار ہوں۔ اور یہ حادثہ محال ہے واصل حکومت کا یہ ایک بہانہ ہے کہ پاکستان میں نظامِ شرعی نافذ نہ ہو سکے کیونکہ مذہبی پارٹیاں اپنا اپنا مذہب ترک کر دیں گی اور نہ متحد آئین تیار ہوگا اور حکمران بڑے آرام سے حکومت کرتے رہیں گے جب ان کو کوئی اسلامی آئین کے متعلق کہے گا تو وہ مکاتب فکر کو بدنام کریں گے کہ ہم تو نفاذِ اسلام کے لئے تیار ہیں مسلمانوں کے یہ مذہبی مکاتب فکر کسی ایک آئین پر متفق نہیں ہوتے اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ یہ جمہوریت کا دور ہے کلی انتظامی ادارے ہیں جو کہ بنیادی جمہوریت کے انتخاب سے شروع ہوتے ہیں اور مرکزی اسمبلی کے انتخاب تک جاتے ہیں اس کے بعد صدر مملکت اور وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کا انتخاب ہوتا ہے اب سب کی مدارِ جمہوریت اکثریت پر ہے انتخاب میں وقتی کامیاب قرار دیا جائے گا جس نے اکثریت سے ووٹ حاصل کئے ہوں کسی مرحلہ پر یہ شرط نہیں ہے کہ کامیاب وہ ہوگا جس کو اپنے طبقہ انتخاب میں تمام ووٹ حاصل ہوں مثلاً وزیراعظم وہ ہوگا کہ مرکزی اسمبلی کے تمام اراکین اس پر متفق ہوں تو بندہ عرض کرتا ہے کہ نظامِ مصطفیٰ ^ﷺ کے نفاذ میں یہ جمہوری اور اکثریت والا طریقہ کیوں اختیار نہیں کیا جاتا پاکستان میں جس مکتبہ فکر کی اکثریت ہے کتاب و سنت کا نظام اس مکتبہ فکر کی تشریح کے مطابق نافذ کیا جائے خود کریں اکثریت وہ قسم ہے اول سادہ اکثریت دوم دو تہائی اکثریت پاکستان میں حنفی مذہب کے پیروکاروں کی اکثریت ہے سادہ اکثریت تو واضح ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کے لیے دو تہائی اکثریت ضروری ہے تو حنفی مذہب یہ شرط پوری کرنے کے لئے تیار بھی ہے کیونکہ پاکستان میں وہ بڑے کتب فکر ہیں علماء بریلوی اور علاء الدین بندہ یہ دونوں حنفی مذہب کے پیروکار ہیں اگر ان ہر دو کو اکٹھا کیا جائے تو دوسرے مکاتب فکر آئے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں صدر ضیاء الحق مرحوم نے اپنی

صدارت کے تحت کے لئے ریفرم کر لیا تھا کیا آئین کے نفاذ کے لئے ریفرم نہیں کر لیا جاسکتا حکومت کا یہ کہنا کہ ایک مکتبہ فکر جو کہ اکثریت میں ہے کی تشریح کے مطابق اگر نظام اسلام نافذ کیا جائے تو اقلیتی فرقہ بدامنی پیدا کرے گا تو حکومت کا یہ طرز بھی غیر معقول اور نامقبول ہے کیونکہ اقلیتی فرقہ کو سمجھایا جاسکتا ہے کہ یہ جمہوریت کا دور ہے جب آپ لوگ اپنی اکثریت ثابت کر دیں گے تو پھر اسلامی آئین میں آپ کی تشریح کو قبول کر کے آپ کا پسندیدہ آئین نافذ کر دیا جائے گا اور پھر دوسرے مکاتب فکر کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا تو اس جواب سے اقلیتی فرقہ ضرور مطمئن ہو جائے گا اور بدامنی کا خطرہ پیدا نہ ہوگا اس کی مثال یہ ہے کہ وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ وہ ہوگا جس پر ساری اسمبلی متفق ہو کیونکہ اگر اکثریت کی بنا پر وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ کا انتخاب ہو تو جو ارکان اسمبلی اقلیت میں ہیں جس کو اپوزیشن کہا جاتا ہے یہ بدامنی پیدا کریں گے تو یہاں بھی اقلیت اور اپوزیشن کو بھی کہا جائے گا کہ تم اسمبلی میں اکثریت ثابت کر دو وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ بھی آپ کے فرقہ سے لئے جائیں گے غلامہ یہ کہ اسمبلیوں اور وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ کے انتخاب اور نظام معطلہ کے نفاذ کا نفاذ بالکل ایک طرز پر ہیں تو جب اسمبلیوں اور وزراء کے انتخاب کی مدار اکثریت پر ہے تو نظام اسلام کے نفاذ میں اس اکثریت کو کیوں ایٹایا نہیں جاتا اور حکومت کا یہ طرز کہ جب تک اقلیتی مکاتب فکر متفق نہ ہوں آئین اسلامی نافذ نہیں کیا جاسکتا تو یہ اس طرح ہے جیسا اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل میں مستقل ارکان کو دینے پاور کا اختیار ہے مطلب یہ کہ سلامتی کونسل کے سیکڑوں ارکان ہیں لیکن اگر یہ سارے کسی مسئلہ پر متفق ہو جائیں تو کونسل کے مستقل ارکان سے صرف ایک مثلاً امریکہ یا روس اکثریت کی رائے کو مسترد کر کے اکثریت کی رائے کو غیر مؤثر اور بے اثر کر سکتا ہے جس کو دینے کہا جاتا ہے تو اسی طرح حکومت پاکستان اقلیتی مکاتب فکر کو دینے کا اختیار دے کر اکثریت کو غیر مؤثر کرنا چاہتی ہے جو کہ بالکل غیر معقول اور نامقبول ہے۔

حررہ المفیر مطاعہ چشتی گلزوی بند پالوی مئی حد

۲۷ شوال ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۹۰ء مطابق ۱۰ جولائی ۲۰۰۷ء

آوازِ رضی

اشاعت خاص
آوازِ رضی



آفتاب ملت اسلامیہ امام انقلاب علامہ شاہ احمد نورانی

تخریر

حمایت علی چودھری شہید

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویۃ قادریہ سیدنا نموت اعظم سرحد (ایچ جی ایئر) سرگودھا روڈ جہاں آباد (41200)
0321/03300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



قائم اعلیٰ سنت صدر جمعیت علماء پاکستان پیٹر مین ورلڈ اسلامک مشن علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی ابن مبلغ اسلام علامہ عبدالعظیم صدیقی رحمہ اللہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ / ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت مینا صدیق اکبر رحمہ اللہ سے جاتا ہے اسی نسب سے آپ کو صدیقی کہتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

علامہ شاہ احمد نورانی نے قرآن مجید فرقان حمید آٹھ سال کی عمر میں حفظ کیا آپ نے ابتدائی تعلیم ایسے سکول میں مکمل کی جہاں ذریعہ تعلیم عربی زبان تھی نیشنل عربک کالج میرٹھ سے ڈگریاں حاصل کیں درسِ نظامی کی کتب متداولہ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں استاد العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ آپ کو دنیا کی تیرہ زبانوں پر عبور حاصل ہے آپ بیک وقت مستند عالم دین، حافظ قرآن، خوش الحان قاری عالمی شہرت یافتہ مبلغ، بلند پایہ مقررِ عظیم اسلامی مفکر، سیاسی لیڈر ہیں۔ ذاتی طور پر نہایت نرم مزاج، خوش گفتار اور بیکہ عزت و انکسار واقع ہوئے ہیں۔

آپ کی دستار بندی کے موقع پر آپ کے استاد محترم علامہ غلام جیلانی میرٹھی کے علاوہ مولانا سید فہیم الدین مراد آبادی، شاہ عبدالعظیم صدیقی، شہزادہ اعظمی حضرت شاہ مصطفیٰ رضا خان، مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تشریف فرما تھے۔

حالی سطح پر اشاعت اسلام

آپ کی تبلیغ سے ہزاروں غیر مسلموں نے دولت اسلام سے اپنا دامن بھرا۔ جن

SKY NET

WORLDWIDE EXPRESS

International Couriers & Cargo Service

انٹرنیشنل کوریئر اینڈ کارگو سروس



حضرت مولانا سید محمد رفیع الرحمن قادری سیفی



انٹرنیشنل کوریئر اینڈ کارگو سروس

دنیا بھر میں اپنے قیمتی کاغذات اور گہریلو سامان بچھوانے کیلئے تشریف لائیں۔

شعبہ کارگو سروس (0544-720547) شعبہ بین الاقوامی (0544-720547)

جی۔ بی۔ ایس۔ پورک ایور گرین مارکیٹ جہلم پینے 0544-720547

Email: jni@skynet.pk, www.skynet.pk

میں پادری، راجہ، وکلاء، انجینئرز، ڈاکٹرز اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اہل علم لوگ شامل ہیں۔

☆ ۱۹۵۵ء میں آپ دنیا کی قدیم ترین اسلامی یونیورسٹی جامعہ الازہر مصر میں ان کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔

☆ ۱۹۵۸ء میں روس کا دورہ کیا۔ روسی سوشلسٹ معاشرے کا گہرا مطالعہ و مشاہدہ کیا۔ وہاں پر مسلمانوں کی سرکردہ شخصیات سے مل کر ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کی مسلمانوں کے اکثریتی علاقہ ڈنچبار میں سوشلسٹ غوثی انقلاب کی جہاں کاریوں کا قریب سے مطالعہ کیا۔

☆ ۱۹۵۹ء میں مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا اور دنیا بھر کے علماء سے باہمی رابطہ قائم کر کے اسلام کی عظیم خدمت سرانجام دی۔

☆ ۱۹۶۰ء میں مشرقی افریقہ، بڑا ساکرہ اور ماریشس کے تبلیغی دورے کئے۔

☆ ۱۹۶۱ء میں سیلون اور شمالی افریقہ کا دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۲ء میں صومالیہ، کینیا، ٹانزانیہ، یوگنڈا اور ماریشس کا دورہ کیا تاہم بھارت کے وزیر اعلیٰ احمد دہلیو شہید کی دعوت پر تاہم بھارت یا تشریف لے گئے ان کے مہمان کی حیثیت سے چار ماہ کا تفصیلی دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۳ء میں ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشس اور تاہم بھارت یا تشریف لے گئے اسی سال عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں کی حالت زار اور سوشلسٹوں کے بلند ہاتھ دھوڑوں کا جائزہ لیا۔

☆ ۱۹۶۴ء میں امریکہ، جنوبی امریکہ اور کینیڈا کا دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۵ء میں کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، ملاکائی اور ماریشس کا دورہ کیا۔

☆ ۱۹۶۷-۶۸ء میں برطانیہ، امریکہ اور جنوبی امریکہ کا دورہ کیا۔

☆ ۲۱ جنوری ۱۹۷۳ء کو دنیا کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے علماء کرام مکہ

مکہ میں جمع ہوئے تاکہ عالمی سطح پر عظمت و گمراہی کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔ اس تاریخی اجتماع میں انگلستان، امریکہ، سعودی عرب، مصر، کویت، شام، ہندوستان اور پاکستان کے علماء کرام شریک تھے۔ اس اجلاس میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں لاکر علامہ ارشد القادری کو کنوینئر مقرر کیا گیا اور پھر باضابطہ انتخاب کے ذریعے علامہ شاہ احمد نورانی کو صدر اور علامہ ارشد القادری کو سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

☆ ۱۹۷۴ء میں ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلینڈ تشریف لے گئے اس کانفرنس میں آپ کو مشن کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔

☆ ۱۹۷۵ء میں ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام علامہ ارشد القادری عہدہ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور پروفیسر شاہ عبدالقی کی رفاقت میں امریکہ اور افریقہ کے مختلف ممالک کا تفصیلی دورہ کیا اس دورہ میں عوامی اجتماعات کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ان ممالک کے عوام کو قادیانیوں کے مکروہ کھانا ڈالنے عزائم سے آگاہ کیا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بارے میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلے سے آگاہ کیا جس کا ان ممالک میں خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اس دوران علامہ شاہ احمد نورانی نے ماریشس اور جنوبی افریقہ کے ممالک کا بھی تبلیغی دورہ کیا۔ اس دوران آپ نے ماریشس میں عالمی اسلامی کانفرنس کی صدارت کی جس میں وزیر اعظم ماریشس سمیت معززین اعلیٰ حکام، وزراء اور سفیروں کے علاوہ ماریشس کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

تبلیغی و اسلامی تحقیقاتی اداروں کی سرپرستی

۱۔ پاکستان سے باہر چند اداروں کے نام درج ذیل ہیں۔
مسلم ایجوکیشن فرسٹ کالج جلیوہا چارج ٹاؤن امریکہ

۲۔ حلقہ قادریہ عظیمہ اشاعت اسلام سیلون

۳۔ حلقہ قادریہ عظیمہ اشاعت اسلام مارشس

۴۔ ایک مین مسل ایسوسی ایشن کینیا

۵۔ اسلامک مشنری گلا ساؤتھ افریقہ

۶۔ آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی ملائیشیا

۷۔ عظیمہ اسلامک مشن کالج مارشس

۸۔ عظیمہ دارالعلوم مارشس

۹۔ حق مسلم سرکل پریسٹن برطانیہ

۱۰۔ قادریہ اسلامک ورکرز گلا مارشس

۱۱۔ مری نام مسلم ایسوسی ایشن ساؤتھ افریقہ

۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۳ء تک ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن کے سیکرٹری جنرل رہے۔ جبکہ آرگنائزیشن کے صدر مفتی اعظم فلسطین مولانا سید امین الحسنی تھے۔ ایک مومن مسجد میں ایسے خوش و غم رہتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے بیرونی ممالک میں ان مراکز کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ مارشس میں اس وقت تقریباً مساجد اور مدارس کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ جن میں سے ستر سے زائد مساجد و مدارس ورلڈ اسلامک مشن نے قائم کیے ہیں۔

یہاں جامعہ عظیمہ قادریہ کے نام سے ایک اسلامی تبلیغی و تربیتی کالج علامہ شاہ احمد نورانی کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ جس میں طلباء کی تعداد ساڑھے چار ہزار کے قریب ہے۔ برطانیہ کی پانچ سو (۵۰۰) مساجد میں سے چار سو (۴۰۰) مساجد کا تعلق ورلڈ اسلامک مشن سے ہے۔ جب کہ ہالینڈ میں بھی مشن نے زبردست پیش قدمی کی ہے۔

ایکسپنڈر ازم میں کوئی ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت سے مسجد طیبہ کی تعمیر کا ایک

مرحلہ مکمل ۱۹۸۰ء

امریکہ میں مرزائیوں پر ضرب کاری

سرینام (جنوبی امریکہ) مرزائیوں کا مرکز ہے۔ جہاں ۱۹۳۵ء میں سب سے پہلے تبلیغ دین کے لئے حضرت مولانا شاہ عبدالعظیم صدیقی رحمہ اللہ تشریف لے گئے۔ جن کی سخی جیلہ سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو مرزائیت کے فریب سے نجات دلائی اہل سنت و جماعت کا مرکز قائم کیا۔ شاہ عبدالعظیم صدیقی کے بعد ان کے صاحبزادے شاہ احمد نورانی نے ۱۹۶۱ء میں سرینام میں سات ماہ قیام کر کے تختہ مرزائیت کو کچلا اور ایک مجلس میں مرزائیوں کو ایسی عالمانہ حقیقی اعداد میں شکست دی کہ اب مرزائی کسی سنی عالم کے مقابلے میں آنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

علامہ شاہ احمد نورانی کے نام سے مرزائی مبلغ گھبراتے ہیں۔

محافظ ختم نبوت

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو آپ کراچی میں مولانا عبدالکلام بدایونی اور دیگر علماء کرام کے ساتھ تحریک میں شریک ہوئے۔ کراچی میں آل پاکستان مسلم پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس کے بعد آئندہ اجلاس کے لئے گیارہ ممبروں پر مشتمل جوینٹ بنگا گیا۔ آپ اس کے ممبر تھے۔ ۱۹۶۹ء میں تبلیغی دورے سے واپسی پر سب سے پہلا بیان قادیانیوں کے بارے میں جاری کیا تھا۔ آپ نے بچی خان مارش لائی آمر کو اس وقت مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمہارے قادیانی شیر ایم ایم احمد نے پاکستان کی معیشت کو تباہ کر دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ آمریت میں فرد واحد ہی ملک کا قانون ہوتا ہے۔ اس فوجی آمر کے کان پر جوں تک نہ رہتیگی۔ بالآخر مشرقی پاکستان کے عوام کے دلوں میں نفرت و کدورت نے جنم لیا۔

۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے علامہ شاہ احمد نورانی نے اسلام و ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز بلند کی۔ اس طرح اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا سہرا بھی علامہ نورانی کے سر ہے۔ علامہ

شاہ احمد نورانی کی اس قرارداد پر حزب اختلاف کے ہائیکس افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی) نے دستخط کئے۔ البتہ مولوی غلام غوث ہزاروی دیوبندی اور مولوی عبدالغلام دیوبندی نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کئے۔ اس تحریک میں آپ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور راجہ کپٹلی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں میں شرکت کی۔ آپ نے قادیانیت سے متعلقہ ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا۔ ختم نبوت کے مسئلہ سے آگاہ کیا۔ اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقہ میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جلسوں سے خطاب کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بیرون ممالک میں بھی آپ نے مرزائیوں کا خوب پھینچا کیا بیرون ممالک نیروبی دارالسلام، مارشس اور لاطینی امریکہ میں سری نام برٹش گیانا اور فرنی ڈاؤ کے مقامات پر سابقہ پڑا اور مناظرے ہوئے۔ پانچ پانچ اور چھ چھ کھینچے طس مکالمہ جاری رہتا بلکہ مجمع عام میں مرزائیوں کو شکست فاش دی۔ قادیانیوں کا لندن سے رسالہ لکھا ہے "اسلامک ریویو" اسی کے ایڈیٹر سے ۱۹۶۸ء میں فرنی ڈاؤ میں مناظرہ ہوا جو ساڑھے پانچ گھنٹے چلتا رہا۔ بالآخر یہ کتابیں وغیرہ لے کر بھاگ گئے۔

سجہ

اسی طرح بے شمار جھگڑیں عملی گفتگو کے لئے مقرر ہوئیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے عقیدہ ختم نبوت کو ثابت کیا اور مرزائیوں کے عقیدہ کو باطل قرار دیا۔ چنانچہ انہی مباحثوں میں چھ سو سے زائد قادیانیوں نے توبہ کی اور علاقہ بگوش اسلام ہوئے۔

الغرض علامہ شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں کہا جو لوگ حضور ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان نہیں مانتے تو پھر مرزائی کیسے چہرہ دروازے سے آکر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی جہاں کا سامان پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کروائی گئی۔

تحریری میدان میں کاوشیں

آپ نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے انتھک محنت کی ہے۔ نظریہ پاکستان کے فروغ مسلم قومیت کے علم کو بلند رکھا۔ وہاں تحریری میدان میں بھی آپ نے اسلام کی ابتدائی معلومات پر مشتمل پمفلٹ اردو، فرانسیسی، انگریزی اور متعدد دوسری زبانوں میں شائع کر کے پاکستان و بیرون پاکستان ان مقامات پر مفت تقسیم کئے۔ جہاں ایک عرصہ سے مشنری جہان لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر مفت تقسیم کر رہے تھے اس طرح آپ نے ہزاروں مسلمانوں کو عیسائیت کے جال سے بچالیا۔ آپ نے دو ضخیم کتابیں عیسائیت اور آمریت کے رو میں تحریر فرمائیں جو درپیش ہیں۔

- ۱۔ وی سیل آف دی ہرافٹ (مہر نبوت (انگریزی))
- ۲۔ جیس کرائسٹ دی لائٹ آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں)

عشق رسول ﷺ

عشق مصطفیٰ ﷺ "مومن کی میراث ہے۔"

مومن جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کرتا ہے۔ دین مصطفیٰ ﷺ سے ان کی بے پناہ لگن اور محبت کا اندازہ شانہ روز معروفيات سے ہی ہو جاتا ہے۔ آپ ہر لمحہ ہاضو رہتے ہیں سارا دن دین نبی ﷺ کی بالادستی کے لئے منصوبہ بندی ملکی و عالمی مسائل کے حل کے سلسلہ میں معروف رہتے ہیں۔ رات کو اپنے رب کریم سے لو لکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح ساری رات یاد الہی میں مصروف رہنا ان کی زندگی کا بہترین مصرف ہے۔ صبح کی نماز کے بعد تھوڑا عرصہ کے لئے آرام فرماتے ہیں آپ کے تمام افراد کنبہ کی رہائش کراچی کے گنجان آباد علاقہ صدر کے ایک فلیٹ میں ہے۔ ماہ رمضان المبارک میں عالمی معروفيات ترک کر کے اپنے گھر میں رہتے۔ البتہ کراچی کی سطح تک معروفيات جاری رہتی ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید نماز تراویح میں عرصہ پچاس سال سے سنار ہے ہیں۔ غم و الم کے لاکھ پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ مکروہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے

بے تاب رہتے ہیں آپ عربی لباس زیب تن کرتے ہیں آپ کی تقریر سیاسی ہو یا مذہبی نوعیت کی۔ ابتداء میں قصیدہ بردہ شریف کے وہ اشعار پڑھتے ہیں۔ جس میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان بیان کی گئی ہو۔ گھر میں کھانے کے دوران عربی مچھروں کا ہونا اور بچوں سے عربی میں گفتگو کرنا مشق رسول ﷺ کی واضح دلیل ہے۔

تاریخ ساز کردار

☆ قیام پاکستان سے کافی عرصہ پہلے صوبہ سندھ میں جیر سید مصحف اللہ قادری پکاؤڈ شہید کو جب انگریزوں کے خلاف جہاد کے سلسلہ میں انگریز نے انہیں باغی قرار دے کر جیر صاحب کی گدی کو غیر قانونی قرار دے دیا پھر ان کے مکانات کے نام و نشان تک مٹا دیئے پاکستان بن جانے کے بعد ان کے عقیدت مند جنہیں عرف عام میں حر مجاہدین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ انہوں نے پاکستان سے ہزاری کا اٹھارہ لاکھوں کی تعداد میں حرا اپنے محبوب کی تلاش میں تھے۔ تب علامہ شاہ احمد نورانی نے ۱۹۵۲ء میں اس وقت کے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے علامہ کے آٹھ لکھ روپیہ وفد کے ساتھ ملاقات کی۔ جیر چوگٹھ میں گدی بحال کروائی گئی۔ فرانس سے حکومت کے ذریعہ جیر صاحب سید مردان علی شاہ المعروف جیر پکارا صاحب پاکستان شریف لائے کیونکہ بچپن سے انگریز جیر پکارا کو فرانس لے گئے تھے۔

☆ ۱۹۵۸ء میں روس کے دورہ پر آپ نے سوشلسٹ رہنما لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے انکار کر دیا۔ گویا علامہ نورانی واحد غیر ملکی ہیں جس نے انکار کیا۔

☆ اس سے پہلے ۱۹۵۵ء میں سعودی عرب کے شاہ فیصل نے گاندھی کی سادھی پر ہندوستان میں پھول چڑھائے تھے۔

☆ ۱۷ مارچ ۱۹۷۲ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے بھی لینن کی قبر پر پھول چڑھائے تھے۔

☆ اس سے پہلے ۱۹۵۵ء میں سعودی عرب کے شاہ فیصل نے گاندھی کی سادھی پر

ہندوستان میں پھول چڑھائے تھے۔

☆ ۱۷ مارچ ۱۹۷۲ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے بھی لینن کی قبر پر پھول چڑھائے تھے۔

☆ ضیاء الحق نے رجمن میں مہاتما بدھ کے دربار میں گشتیاں بجائیں جو ایک غیر اسلامی فعل تھا۔

☆ جون ۱۹۷۰ء کو دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام سنی کانفرنس ہوئی ہزاروں علماء و مشائخ اکرام نے شرکت کی۔ لاکھوں افراد نے کانفرنس کو رواق بخشی آپ کی کوششوں سے مولانا مفتی فضل الرحمن مدنی نے کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ ان کی عربی تقریر کا اردو ترجمہ آپ نے کیا۔

☆ ۱۹۷۰ء کے نکل انتخابات میں آپ جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

☆ یحییٰ خان چیف مارشل لائیو مشرین کو مشرقی پاکستان کی نازک صورت حال سے آگاہ کیا۔ اقتدار عوامی رہنما بھٹو کو منتقل کرنے کو کہا۔

☆ یحییٰ خان کو فوجی افسروں کی موجودگی میں شراب میز سے ہٹانے اور آئندہ سے ہانر سہنے کی ہدایت کی۔

☆ قومی اسمبلی میں دوران تقریر ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم کی موجودگی میں آپ پر پان کھانے کی طعنے دی۔ آپ نے بدملا کہا پان کھاتا ہوں شراب تو نہیں پیتا۔

☆ ذوالفقار علی بھٹو نے کہا مولانا نورانی حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت اپنے کاموں میں کیڑے نہ پڑنے دیا کریں۔

☆ بھٹو کے مقابلہ میں اسمبلی میں وزیراعظم کا انتخاب لڑا۔ حزب اختلاف کے اسمبلی میں قائد بھی رہے ہیں۔

☆ مرزا بھٹو کے لیڈر مرزا ناصر الدین نے جب اسمبلی میں اپنی مفاتی کے لئے تحفہ الناس اور تقویت الایمان کتابوں کے سہارے لینے شروع کئے علامہ شاہ

احمد نورانی نے بر ملا کیا کہ عرصہ پہلے ان کے معظمین کو ہمارے علماء کا فر قرار دے چکے ہیں اسکی میں سناٹا چھا گیا۔ مرزا ناصر بار بار پانی پینے کے علاوہ کچھ نہ کر سکا۔

☆ مرزا ناصر کے ۳۶۰ سوالات کا طبعہ طبعہ جواب دیا گیا۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کے لاہوری اور قادیانی گروہوں کی طرف سے ایک کروڑ روپے کی رشوت کو ٹھکرا کر کہا کہ ہمارا سودا بازار مصطفیٰ ﷺ میں ہو چکا ہے۔

☆ مسلمان کی تفریق آئین میں شامل کروانا، مجلس عمل تحفظ ختم نبوت و جگہ دیش نامشکور تحریک بھٹو کے خلاف یوم سیاہ، آئین سازی میں انقلابی کردار آئین میں مملکت و حکومت کا مذہب اسلام، قادیانی غیر مسلم اقلیت، آئین میں صوبائی خود مختاری کا قیام، سوشلزم کا آئین میں داخل نہ ہونا، سربراہ حکومت کے لئے مسلمان کی شرط کو منظور کروایا۔ آئین میں صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات کا توازن، شاہی سیاسی مسائل کا عدلہ حل پیش کیا۔

☆ پارلیمانی لیڈروں کو ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر اپنے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے وقت دیا گیا علامہ شاہ احمد نورانی نے نہایت بے باکی اور جرأت و تدانہ سے حکمران جماعت ذوالفقار علی بھٹو کی وہی غلامیوں اور انحراف کو واضح کیا۔

☆ فوج میں اہل سنت کے تیس مدارس کی منظوری، عظیم المدارس اہل سنت کی سند کا ایم اے کے برابر قیام۔

☆ ۷ مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلی کے ذریعے بھٹو حکومت نے ارض پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کی جو ناکام کوشش کی کے خلاف ۱۳ مارچ کو ملک کے مسلمان سربراہ احتجاج بن کر میدان عمل میں نظام مصطفیٰ ﷺ سے اخلاص دکھانے آئے قائد المسند علامہ شاہ احمد نورانی کو گٹھری

خیر و خیل (سندھ) میں جو گرم ترین علاقہ ہے بجلی اور پچھے کی سہولت کے بغیر رکھا گیا۔ بلکہ پانی کی بنیادی سہولت سے بھی محروم رکھا گیا۔ اس کے باوجود آپ نے واضح کیا کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر ہم ان تکالیف کو بخوشی قبول کرتے ہیں۔

☆ صاحبزادہ امین الحسنات بھیروی کے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کا مسئلہ حل کروایا۔

☆ بھٹو دور میں دو دفعہ قاتلانہ حملہ ہونے کے باوجود آپ مستقل حراستی سے حق بات کہتے رہے۔

☆ مئی ۱۹۷۸ء میں جب علامہ شاہ احمد نورانی نے کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کے میز کی جانب سے استقبالیہ میں آپ نے اسلام بیسویں صدی کے چیلنج کو قبول کرتا ہے کے زیر عنوان انگریزی میں خطاب کیا۔ کیپ ٹاؤن کے میز نے علامہ نورانی کو "سفیر اسلام" کا خطاب دیا۔

☆ بھٹو دور کے بعد ضیاء الحق کے مارشل لا دور میں بھی گیارہ سال میں انہوں نے بے باک، بڑے لیڈر کا حق ادا کیا۔ غیر منتخب وزارت قبول نہ کی پچاؤ پر مٹ، پلاٹ کی بجائے جمہوریت کی بالادستی کے لئے کوشاں رہے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے ہر قصبہ اور شہر پہنچ کر پیغام پہنچایا۔

☆ سیاست میں گلیشیر پر بھارت قبضہ کے مسئلہ کو عوام الناس میں اجاگر کر کے سیاست دانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ مارشل لائی آمروں کی کلی عوام کے سامنے سب سے پہلے آپ نے کھولی۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی نے عراق، ایران، جنگ بند کروانے کے لئے "ایشیاء کے واحد نمائندے کی حیثیت سے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری سے مذاکرات کیے۔"

☆ علامہ شاہ احمد نورانی نے بغداد شریف کی حق یونیورسٹی کی نصابی کمیٹی کا رکن

ہونے کی حیثیت سے حقی علماء کے داخلے کی تحریک چلائی اور انھیں کربار ادا کیا۔

☆ ضیاء الحق کے مارشل لائی دور میں پاکستان میں صہیت کی فضا عام ہوئی، لسانی عظیموں کو منظم کیا گیا۔ ہیر وئن اور کلاشکوف نسل کو تباہ کرنے کے لئے تیار کی گئی۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے برطانوی ملکی و عوامی مسائل کو حل کرنے کی تجاویز دیں۔ حکومت وقت سے خدمت کی۔

☆ مسلم قومیت کے سب سے مستقل مزاج علمبردار ثابت ہوئے۔ پاکستانیت پر زور دیتے رہے۔ لسانی عظیموں کی طرف سے دو دفعہ قتلانہ حملہ کے باوجود اپنی مسلم قومیت پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی نے تمام ملکی سیاستدانوں سے پہلے ہندوستانی تعزیر کاروں کی پاکستان میں داخلہ کی نشاندہی کرتے ہوئے پاک بھارت ہارڈ بند کرنے کا مطالبہ کیا۔

☆ علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں جمعیت علماء پاکستان پہلے کی نسبت اپ جادوں صوبوں میں عوامی آواز بنی ہے۔ با اصول، فکر حریت کے حوالہ سے دانشور طبقوں میں پہنچائی جاتی ہے۔

☆ عالمی سطح پر عرصہ دراز سے ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام آپ ایک ماہنامہ نکالتے ہیں جس کا نام دی سچ ہے۔ جو بیک وقت عربی اور انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ آپ اس کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ آپ نے کراچی میں اسلامک انفرمیشن سنٹر قائم کر رکھا ہے۔

☆ ۱۹۷۳ء کا آئین مرتب کرنے والی دستوری کمیٹی میں علامہ شاہ احمد نورانی نے جو تاریخی کردار ادا کیا اس میں ۲۸۰ دفعات کے آئین میں ۲۰۸ ترامیم پیش کیں پھر اختلافی نوٹ بھی لکھا۔

اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ

انوار رضی اللہ عنہا



علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی

پر لگائے گئے الزامات

کا تحقیقی جائزہ اور اہلسنت

کو دعوت غور و فکر

ترجمہ

محمد سلیم مست قادری

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سید، غوث اعظم شریعت (انجیل نمبر ۱) سرگودھا، پارہ ۱، جیم ۱۹ (۱۲۰۰) ۱۹
0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



پاکستان عوامی اتحاد کی تشکیل کا بنیادی نقطہ

جمعیت علماء پاکستان نے ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات سے قبل محمد خان جوئیہ کی مسلم لیگ اور انجیر مارشل محمد اصغر خان کی تحریک استقلال سے پاکستان عوامی اتحاد کے نام سے انتخابی اتحاد تشکیل دیا اور جن اصول ضوابط کی بنیاد پاکستان عوامی اتحاد معرض وجود میں آیا اس میں یہ بات درج ہے کہ برسرِ اقتدار آنے کے بعد ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی بحکمرانی کے لئے قرآن و سنت کی مکمل بالادستی قائم کی جائے گی۔ اس معاہدہ پر اتحاد میں شامل تینوں جماعتوں کے سربراہوں کے دستخط موجود ہیں اب اگر نادان دوست یہ عقائد پر اپیل کرتے ہیں کہ جمعیت نے تحریک استقلال جیسی سیکولر (لا دینی) جماعت سے اتحاد کیوں کیا تو اس کا جواب جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات حضرت علامہ شبیر احمد ہاشمی صاحب اپنے ایک رسالہ ”پنچلز پارٹی کا محسن کون؟“ میں یوں دیتے ہیں۔ ”جناب انجیر مارشل صاحب نے جب نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے قرآن و سنت کی بالادستی تسلیم کر لی اور اس معاہدہ پر دستخط کر دیئے تو اب ان کی سیکولر حیثیت خود بخود ختم ہوگئی کیا اگر کل کو کوئی کافر مسلمان ہوتا چاہے تو اسے یہ طعنہ دیا جائے گا کہ تو کل تک تو کافر تھا۔“

فدا لیک کا جوئیہ لیک میں اوقام اور نئی سیاسی صورت حال

پاکستان عوامی اتحاد کی تشکیل کے بعد جوئیہ لیک کی سیاسی پوزیشن میں اضافہ ہوا چنانچہ وزیر اعلیٰ محمد نواز شریف اچانک خصوصی طیارے پر جوئیہ لیک کے سربراہ محمد خان

انجیل پر مبنی سائنس و فلسفہ کی روشنی میں

دل کو زندہ اور بیدار رکھنے کے لئے انجیلی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ (۴۸ نوبی)

اسلامی، تاریخی، ادبی، سیاسی، سماجی

اور

دیگر فنون پر مشتمل کتب کا مرکز

دارالعلم

حقیقۃً سرِ مہمندی محمد خاں قادری رحمہ

اور دیگر محققین اہل سنت

کی تمام تصانیف و تراجم بھی ہمارے ہاں دستیاب ہیں

محمد عثمان رضوی

(منیجنگ ڈائریکٹر)

پبلشرز

ڈسٹری بیوٹرز

ٹپ سٹورز

دارالعلم

دکان نمبر 11 سٹا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور 042-37110341, 0331-4048174

جو نیچو سے ملے سندھڑی گئے اور محمد نواز شریف نے جو نیچو کے وہ تمام مطالبات تسلیم کرنے کے لئے جو وجہ تنازعہ بنے ہوئے تھے۔ محمد نواز شریف نے جو نیچو سے غلط مذاکرات کے ذریعے فدا ایک جو نیچو ایک میں مدغم کرنے کا اعلان کر دیا۔ فدا ایک کا دھڑا اسلامی جمہوری اتحاد کی کارکن تھا تو دوسری جانب جو نیچو ایک پاکستان عوامی اتحاد کی رکن جماعت تھی۔ پاکستان عوامی اتحاد کی جماعتوں کے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ اتحاد میں شامل تینوں جماعتوں میں سیٹوں کی تقسیم مساوی ہوگی اور ہر علاقہ احباب میں اتحاد کے امیدوار کی اہلیت اور اثر و رسوخ کو کلیدی حیثیت حاصل ہوگی۔ جو امیدوار ایک حلقے کے لئے زیادہ موثر ہوگا اسے میرٹ کی بنیاد پر اتحاد کا امیدوار نامزد کیا جائے گا مسلم لیگ کے دونوں گروپوں کے اکٹھا ہو جانے کے بعد پیدا شدہ نئی سیاسی صورت حال پر جانہ خیال کرنے کے لئے جمیعت علماء پاکستان کی طرف سے رابطہ کرنے پر محمد خان جو نیچو صاحب نے بتایا کہ مسلم لیگ عوامی اتحاد میں ہی شامل رہے گی مگر مسلم لیگ کے اکٹھا ہو جانے کے بعد بے یو پی کو قومی اسمبلی کی مساوی سیٹیں دینے سے معذور ہیں چنانچہ مسلم لیگ کی جانب سے جمیعت کے لئے کچھ سیٹیں جو یوز کی گئیں جیسے قائدین جمیعت نے ملکی مفاد کی خاطر فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تجویز کو قبول کر لیا پاکستان عوامی اتحاد کی جانب سے فنکٹوں کی تقسیم کے لئے چہرہ رکھی پارلیمانی بورڈ تشکیل دیا گیا جس میں اتحاد کی ہر رکن جماعت کے صف اول کے کے پانچ قائدین شامل تھے جمیعت علماء پاکستان اور تحریک استقلال کی جانب سے جو نیچو صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ پنجاب کے غیر منتخب مگران وزیر اعلیٰ میاں محمد نواز شریف وزارت سے استعفیٰ دیں جو نیچو نے اس اصولی مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے کہا میں دو تین روز میں عوامی اتحاد کے رہنماؤں کو محمد نواز شریف کا استعفیٰ پیش کر دوں گا۔ ۱۷ اکتوبر ۸۸ء کو رات کے ایک بجے تک جو نیچو مرکزی دفتر جمیعت علماء پاکستان واقع ۷ سکندر روڈ اپر مال لاہور میں عوامی اتحاد کے نمائندہ اجلاس میں شریک رہے اور ۱۸ اکتوبر کو دس بجے صبح دوبارہ آئے محمد نواز شریف کا استعفیٰ پیش کرنے اور مسلم لیگی امیدواروں کی حتیٰ السٹ مہیا کرنے کا وعدہ کر کے چلے گئے ادھر جمیعت کے دفتر کے

باہر عوامی اتحاد کے طالب امیدواروں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ کیونکہ ۱۸ اکتوبر کا فکرات نادر کی جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی۔

پاکستان عوامی اتحاد کے خلاف سازش اور پیپلز پارٹی کا اصل محسن کون؟

جو نیچو ۱۸ اکتوبر کو تین بجے سہ پہر تک جمیعت سے ٹیلی فون پر آنے کا مسئلہ وعدہ کرتے رہے اور ادھر اسلامی اتحاد کے ٹکٹ جاری ہوتے رہے۔ ظلم ہالائے ظلم یہ کہ مسلم لیگی سربراہ جو نیچو کے جمیعت سے معاہدہ کے مطابق کچھ سیٹیں تو کچھ دہرہ محمد نواز شریف اور جماعت اسلامی کے ایسے حلقے میں آئے کہ دوبارہ آنے کا وعدہ کرنے کے باوجود واپس نہ آئے۔ دراصل پاکستان عوامی اتحاد کو سیاسی منظر سے ہٹانے کے لئے محمد نواز شریف اور جماعت اسلامی کی طرف سے منافقانہ گھناؤنی سازش کی گئی تاکہ عوامی اتحاد کے امیدوار اپنے کا فکرات نادر کی جمع نہ کر سکیں اور نہ ان کو اتحاد کا انتخابی نشان ”فریکٹر“ الاٹ ہو۔ ۱۶ مارچ ۸۸ء کو بعد نماز ظہر الحمد منزل نیوسول لائن لیصل آباد میں کارکنان کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے علامہ محمد عبدالستار خان نیاڑی مدظلہ العالی نے اس بات کا انکشاف کیا کہ جب ۱۷ اکتوبر ۸۹ء کی رات کو جو نیچو صاحب میٹنگ سے فارغ ہو کر واپس گئے اور اگلی صبح دس بجے دن آئے اور مسلم لیگ کی حتیٰ السٹیں لانے کا وعدہ کیا ہم نے ۱۸ اکتوبر کی شام تک دفتر جمیعت میں جو نیچو صاحب کا انتظار کیا مگر وہ نہ آئے میں جمیعت علماء پاکستان کا مرکزی جنرل سیکرٹری ہوں اور جنرل سیکرٹری کی حیثیت مگران اعلیٰ کی ہوتی ہے۔ میں نے ان لوگوں کے دھوکہ و فریب اور سازش کی وجہ سے بڑی تک و دو اور مشکل سے لاہور سے مہاتوالی جا کر رات گیارہ بجے کا فکرات نادر کی جمع کرانے اور اسی دن رات بارہ بجے تک کا فکرات نادر کی جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی۔

درحقیقت انہی عناصر نے مرکز میں پیپلز پارٹی کی جیت میں کلیدی کردار ادا کیا اور کئی حضرات پیپلز پارٹی کے اصل محسن ہیں اگر جو نیچو اپنے معاہدہ پر قائم رہتے اور عہد شکنی نہ کرتے تو آج مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت نہ ہوتی اور پاکستان عوامی اتحاد کے

ہاتھوں اسے زبردست شکست سے دوچار ہونا پڑتا۔ بحیثیت اس سلسلہ میں مقلوم جماعت ہے۔ مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کے مطابق الحاکمان سیاست دانوں نے اسے ظلم کا نشانہ بنایا۔ ایک مشہور مقلوم ہے کہ جموٹ اس کثرت سے بلو کہ کچ سمجھا جانے لگے انہوں نے اپنی بددیانتی، جھوٹائی اور اقتدار کی ہوس پر پردہ ڈالنے کے لیے قائدین بحیثیت کے خلاف غیر اخلاقی و غیر انسانی سلوک کیا کہ جیسے چور شور مچانا شروع کر دے چور، چور، چور بہت سے سادہ لوگ اس پر غریب پرانی گیلہ کی بھیٹ چڑھ گئے۔ عوام الناس چونکہ اصل حقائق سے نا آشنا ہیں ان کو اصل حقائق پہنچی معلومات فراہم کرنا انتہائی ضروری تھا۔ اسی مقصد اور نصب العین کے تحت یہ مفکر رسالہ تحریر کیا گیا تاکہ حقیقی صورت حال واضح ہو سکے۔

علامہ نورانی نے بھٹو حکومت کی طرف سے ۲ کروڑ روپے ایک مرکزی وزارت اور ۲ صوبائی وزارتوں کو ٹھکرایا

بھٹو کے دور حکومت میں مولانا نورانی واحد قومی رہنما تھے جنہیں ختمہ اپوزیشن نے آپ کی طلسمی قابلیت کو دیکھتے ہوئے مختلف طور پر وزارت اعلیٰ کے الیکشن کے لئے ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلہ میں اپنا امیدوار نامزد کیا علامہ نورانی نے وزارت اعلیٰ کا الیکشن لڑا اور بھٹو کے مقابلے پر چھٹیس ووٹ حاصل کئے قومی اسمبلی کے اندر وہاں جہاں ختمہ اپوزیشن کے دیگر رہنما حزب اختلاف کا کردار ادا کر رہے تھے علامہ نورانی کی شخصیت ان سب میں نمایاں اور سر فہرست تھی مسٹر بھٹو کو اسمبلی کے اندر اور باہر علامہ نورانی کی تعمیری تنقید کا ہمیشہ نشانہ بننا پڑتا تھا۔ اس لئے وہ علامہ نورانی کی تنقید سے ہمہ وقت خائف رہتے تھے۔ علامہ نورانی کی حق و صداقت کی آواز کو دہانے کے لئے حکومت کی طرف سے آپ پر کئی مرتبہ قاذوانہ حملے کرائے گئے مگر آپ نے ظلم و تشدد کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور آپ اس دہاؤ سے نہ کبھی مرعوب ہوئے اور نہ کبھی جھکے بعد ازاں مسٹر بھٹو نے علامہ نورانی کو مختلف جیلوں، بہانوں اور لالچ کے ذریعے خریدنے کا پروگرام بنایا اس سلسلہ میں مسٹر بھٹو نے وزیر قانون عبداللطیف بھٹڑا، وزیر داخلہ (جو اس وقت بھٹو

حکومت سے سودا بازی کر کے دوبارہ شاہ میں بک چکے تھے) کو علامہ نورانی کی طرف بھیجا کہ جیسے بھی ہو۔ علامہ نورانی کو حکومت کی مخالفت سے باز رکھا جائے اور حکومت کا ہم نوا و حامی بنانے کے لئے حرص و لالچ کا سبز باغ دکھایا جائے شاید وہ حکومت کی مخالفت چھوڑ دیں چنانچہ ان دو وزراء نے علامہ نورانی سے کہا کہ جناب آپ خیر خواہ حکومت کی مخالفت کر رہے ہیں آپ بھی پیش و عشرت کی زندگی گزاریں۔ اور مسٹر بھٹو کی مخالفت چھوڑ دیں مسٹر بھٹو کی مخالفت نہ کرنے کے عوض ہم آپ کو یہ نوید سناتے ہیں کہ آپ دو کروڑ روپے نقد اور آپ جس رکن اسمبلی کی طرف اشارہ فرمائیں مرکز میں ایک وفاقی وزارت اور سندھ اسمبلی میں دو صوبائی وزارتیں دینے کے لئے تیار ہیں۔ علامہ نورانی نے درویشانہ جواب دیتے ہوئے ان سے فرمایا کہ آپ کی اس پیشکش پر میں قنوت بھی نہیں عوام کا مفاد بچ کر میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا اس طرح یہ خمیروں کے سوداگر اپنے مشن میں ناکام ہوئے اور وزارت و کروڑوں روپے کی لالچ سے علامہ نورانی کے پختہ ارادوں اور اصولی موقف کی حیرت نہ کر سکے۔

قادیانیوں کی طرف سے پچاس لاکھ کی پیشکش

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی پیش کردہ قومی اسمبلی میں تاریخی قرارداد پر ۱۹۷۴ء کو قادیانی جماعت و لاہوری جماعت کے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا "قادیانی لاہوری گروپ کی طرف سے چند افراد علامہ نورانی سے ملے آئے ان میں تین چار سرکاری افسر بھی تھے ان میں سے ایک افسر نے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا "جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے حالانکہ ہم مرزا صاحب کو ہی نہیں مانتے۔ لہذا آپ کی قرارداد میں ہمارا ذکر مناسب نہیں۔ آپ یوں کریں کہ اپنی قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں ہم آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔ فاتح تحریک ختم نبوت علیہ السلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ آپ کی پیشکش میرے جوتے کی نوک پر ہے اس لئے کہ میرا جوتا اس پیشکش سے زیادہ قیمتی ہے مرزا دہلی نبوت ہے اور جو اسے محمد، مسیح یا مسلمان ماننا ہے وہ بھی کافر

ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہوگا آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں، وہ لوگ چلے گئے تو علامہ نورانی نے فرمایا کہ کئی ایسے سرکاری افسر ہیں وہ بار بار ان لوگوں کی سٹارش کرتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کا آپ کیوں ذکر کرتے آئے ہیں یہ تو نبی نہیں مانتے لیکن الحمد للہ اللہ کریم جل جلالہ نے استقامت عطا فرمائی ہے یہ پیسے آتی جانی چیز ہے اصل دولت "وہست ایمان" ہے اور سرمایہ آخرت۔

(کتاب شاہ احمد نورانی حصہ اول صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

شہداء تحریک نظام مصطفیٰ کے خون سے غداری کس نے کی؟

۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر ملک پر مارشل لاء نافذ کیا۔ اور نوے روز کے بعد الیکشن کرانے کا وعدہ کیا۔ اقتدار کی ہوس میں جنرل صاحب قوم سے کیا ہوا وعدہ وفا نہ کر سکے اگر اس وقت مصطفیٰ الیکشن کرا دیئے جاتے تو قومی اتحاد یقیناً کامیاب ہو جاتا اور نظام مصطفیٰ علیہ السلام کے نفاذ کا راستہ ہموار ہو جاتا جب جنرل صاحب نے قومی اتحاد کی جماعتوں کو مارشل لاء کے زیر سایہ حکومت میں شمولیت کی دعوت دی اور جمیعت علماء پاکستان کے قائدین سے کہا کہ جمیعت کی مرکز میں چار وزارتیں ہیں آپ حکومت میں شامل ہو کر وزارتیں لے لیں مگر جمیعت کے سربراہ نے وزارتوں اور سفارتوں کی پیشکش سے بے نیاز ہو کر فرمایا کہ جمیعت چار دروازے سے غیر منتخب وزارتیں قبول نہیں کر سکتی۔ اور آپ نے وزارتیں لینے سے صاف انکار کر دیا۔ جمیعت علماء پاکستان تحریک استقلال اور این ڈی پی کے علاوہ جماعت اسلامی، جمیعت علماء اسلام اور قومی اتحاد میں شامل دیگر جماعتوں نے تحریک نظام مصطفیٰ علیہ السلام کے شہداء کے مقدس خون سے غداری کرتے ہوئے اپنے ذاتی مفادات کے لئے مارشل لاء حکومت میں اپنی وزارتیں پکی کیں ابھی ان کی وزارتوں کو نو ماہ کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ جنرل صاحب نے ان کو ذلیل و رسوا کر کے حکومت سے باہر نکال کر ان کو منطقی انجام تک پہنچا دیا۔ یہ لوگ اپنی نو ماہ کی وزارتوں کے دوران اسلام کے طہر دار جنرل سے شہداء تحریک

نظام مصطفیٰ علیہ السلام کے لواحقین کو کوئی معاوضہ نہ دلوانے کے یہ وہ حقائق ہیں جو پاکستان کی تاریخ کا دردناک اور لرزاؤنے والا باب ہے۔

علامہ نیاززی نے کہا میں رفیق ہاجوہ نہیں بننا چاہتا

جب مارشل لاء حکومت علامہ نورانی کو خریدنے میں ناکام رہی تو اس نے علامہ نورانی کی جماعت کے رہنماؤں کو فردا فردا خریدنے کی کوشش کی چنانچہ حکومت جمیعت کے بعض افراد کو اپنی تاحرہ مجلس شوریٰ میں شامل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ جمیعت کی مرکزی مجلس عامہ و شوریٰ نے حتمی فیصلہ کرتے ہوئے ان افراد کو جمیعت کی بنیادی رکنیت سے خارج کر دیا اس کے علاوہ جمیعت کے موجودہ مرکزی نائب صدر جناب پروفیسر شاہ فرید الحق کے پاس جنرل صاحب نے اپنے لٹاکے بھیج کر حکومت میں شمولیت کی دعوت دی جو انہوں نے ٹھکرا دی مارشل لاء والوں کی دعوت پر مجاہد ملت حضرت علامہ محمد عبدالستار خان نیاززی صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی جماعت سے غداری کرتے ہوئے رفیق ہاجوہ بننا نہیں چاہتا جب حکومت نے علامہ نیاززی صاحب سے بار بار حکومت میں شمولیت کے لئے اپنے وزیروں اور سفیروں کے ذریعے رابطہ کیا اور حتیٰ کہ آپ کو پنجاب کا گورنر بننے کی پرفریب نوید سنائی تو اس مرد آہن اور قانع مجتہد وار نے قہرمانانہ جواب دیا کہ "میں پہلے یزید کی بیعت کروں تو این زیداد ہوں۔" میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۸ء تک یعنی اٹھارہ سالوں میں بلیٹلز پارٹی اور جنرل صاحب کی جانب سے جمیعت کے قائدین کو اٹھارہ مرتبہ وزارت و سفارت کی پیش کش کی گئی جو قائدین جمیعت نے ٹھکرا دی۔ جمیعت کے قائدین کا ماضی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ قائدین

تحت سکنہ در پر وہ تھوکتے نہیں ہیں یا رسول اللہ
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں
کیا خر دے نے سمجھا ہے کیا حسن نے جاتا ہے
ہم خاک نعینوں کی ٹھوکر پہ زمانہ ہے

کا مصداق ہیں بلکہ بڑے سے بڑا آمر بھی نہ ان کو خرید سکا نہ اپنے موقف اور نظریہ سے ہٹا سکا۔ علامہ نورانی نے ۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء کو جمعیت کے زیر اہتمام سوچی دروازہ لاہور میں تاریخی جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جدوجہد کا مقصد خود اقتدار حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ نظام مصطفیٰ ﷺ کو اقتدار میں لانا ہے اگر ہمیں ذاتی اقتدار میں آنا ہوتا تو بھٹو اور ضیاء حکومت کی طرف سے حکومت میں شامل ہونے کے لئے ہمیں بار بار دھوت دی گئی اگر ہم چاہتے ہیں تو اقتدار میں شامل ہو جاتے مگر ہم نے اصولوں پر سودا بازی نہیں کی اور حکومت میں شامل نہیں ہوئے اگر علامہ نورانی کو بکنا ہوتا تو وہ وزارت و ممبری لے کر بیک جاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا ان کی اٹھارہ سالہ بے دارغ، بے ہاک سیاسی زندگی ہمارے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہے۔

ایک سنگین غلط فہمی کا ازالہ

ایک سنگین غلط فہمی کا ازالہ کرتا چلوں جو اکثر اوقات لوگ بغیر سوچے سمجھے مفاد پرست سیاست دانوں کا کردار دیکھتے ہوئے ہر کسی کو اس کا نشانہ بنا دیتے ہیں کہ جناب اس دور میں وہی شخص مؤمن ہے جس کے ہاتھ کچھ نہیں لگتا۔ مگر یہ حملہ ہمارے بزرگ قائدین پر پورا نہیں اترتا علامہ نورانی کو وزارت کی بار بار پیشکش کی گئی۔ علامہ نیازی کو وزارت اور پنجاب کی گورنری پیش کی گئی اور پروفیسر شاہ فرید الحق کو بھی وزارت کی پیش کش کی گئی مگر ہمارے قائدین نے ان پیش کشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

ہم دربار مصطفیٰ میں بیک چکے ہیں

علامہ نورانی نے ۱۹۷۹ء کو مصطفیٰ آباد (رائٹنڈ) میں دو روزہ کل پاکستان میلاد مصطفیٰ ﷺ کا کنفرنس اس سے قبل اور بعد اپنے خطاب میں کئی مرتبہ اس بات کا اعادہ کیا کہ ہم دربار مصطفیٰ ﷺ میں بیک چکے ہیں۔ ہمارا خریدار خدا ہے اب دنیا کا کوئی حکمران ہماری مدد نہیں کر سکتا ہم سرکارِ مدینہ ﷺ کے دربار کے بھکاری ہیں وہیں بیک چکے ہیں اب ہمیں کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

جے یو پی نے پی پی پی اور ایم کیو ایم کی پیش کش کو مسترد کر دیا

۱۹۸۸ء کے عام انتخابات کے موقع پر پاکستان پیپلز پارٹی کی جانب سے جمعیت کو اتحادی معاہدے کی پیش کش کی گئی جسے قائدین جمعیت نے پیپلز پارٹی کے سابقہ کردار اور نظریاتی اختلاف کی بنا پر مسترد کر دیا اسی موقع پر کراچی و حیدرآباد سے ابھرے والی لسانی عظیم ایم کیو ایم نے جمعیت سے اتحادی معاہدہ کی پیش کش کی اور علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب سے کہا کہ آپ اور پروفیسر شاہ فرید الحق دونوں مہاجر ہیں آپ ہماری طاقت چھوڑ دیں ہم آپ کے مد مقابل کوئی بھی امیدوار کھڑا نہیں کر سکتے بلکہ آپ ہی کی تائید و حمایت کریں گے اگر علامہ نورانی کو بکنا ہوتا تو ایم کیو ایم کی پیش کش کو قبول کر لیتے تو جمعیت کراچی میں قوی اسمبلی کی دو سیٹوں پر کامیاب ہو جاتی مگر اس کے برعکس علامہ نورانی نے جواب دیا کہ ہم نے مہاجر ہونے کا ثبوت لے لیا اب ہم صرف اور صرف مسلمان ہیں اور پاکستانی ہیں۔ آپ نے اپنی تقریروں، پریس کانفرنسوں اور انٹرویوز میں اس کی جامع وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے نزدیک مہاجر، پنجابی، سندھی، بلوچی اور پنجون کوئی قوم نہیں بلکہ روئے زمین پر بسنے والے مسلمان خواہ ان کا تعلق کسی بھی خطہ زمین سے ہو وہ مسلمان ہونے کے ناطے ایک قوم ہیں میں صرف اور صرف مسلم قومیت پر یقین رکھتا ہوں حضور ﷺ کی قلابی ہی میری قومیت ہے اسلام کے دشمن مسلم قومیت کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے مسلمانوں کے اہم صوبائی، لسانی، برادری ازم اور قومیتوں کے فتنوں کو ابھار رہے ہیں جن سے ان کا مقصد مسلمانوں کے اندر تفاق ڈال کر پاکستان کو کمزور کرنا ہے اس سے قبل مشرقی پاکستان اسی سازش کے نتیجہ میں بگڑ دیش بن گیا اسلام اور پاکستان کے دشمن باقی ماندہ پاکستان کے بھی کھوے کرنا چاہتے ہیں آپ نے مہاجر قومیت کا رد کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ مہاجر تو بے وطن ہوتا ہے افغانستان کے تیس لاکھ مہاجرین روس کے ظلم و بربریت سے بھگ آ کر پاکستان میں مہاجر کیپوں میں پناہ گزیں ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ جیسے ہی افغانستان کے حالات سازگار ہوں وہ اپنے وطن کو مدد جاریں آپ اپنے آپ کو مہاجر کہہ کر اپنی بنیادی اساس سے محروم ہو گئے

آپ یہ کہیں کہ ہم پاکستانی ہیں وہ تمام حقوق جو ایک پاکستانی کا حق ہے وہ ہمیں دو۔

علامہ نورانی پر قاتلانہ حملے سنیوں کے لئے لمحہ فکریہ

علامہ نورانی کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا پرچار کرنے اور مختلف قومیتوں کے حقوق کے خلاف نعرہ حق بلند کرنے کی پاداش میں کراچی کی ایک لسانی تنظیم نے بچہ یو پی کی رابطہ عوام مہم کے دوران جمعیت کے کامیاب جلسوں سے بھٹکا کر ۲۲ ستمبر ۱۹۸۸ء کی رات آرسی گراؤنڈ لبر کراچی میں جمعیت کے زیرِ اہتمام جلسہ عام پر جلسہ گاہ کے قریب واقع شیخوں کے امام ہاؤس سے اس وقت کلاشکوفوں اور دیگر جدید اسلحہ سے سٹچ پر حملہ کر دیا جب سٹچ پر علامہ نیازی صاحب تقریر فرما رہے تھے قاترنگ کے نتیجے میں جمعیتِ علماء پاکستان کراچی ڈسٹرکٹ ایسٹ کے نائب صدر شجاع اللہ شہید ہو گئے۔ انا للہ ولانا الیہ راجعون۔ اور چھ کارکن زخمی ہو گئے علامہ نیازی صاحب کا ہاتھ بھی شرہ گتے سے زخمی ہو گیا علامہ نورانی سٹچ سے اٹھے اور بائیک کے سامنے آکر مولانا نیازی سے فرمانے لگے مولانا آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے اب میری باری ہے علامہ نورانی نے گولیوں کی بوچھاڑ میں خطاب کیا اور صلوٰۃ وسلام و دعا خیر بھی کی۔ جلسہ کے بعد سرپینڈوں غنڈوں نے شامیانوں، قاتلوں، دریوں، لاؤڈ سپیکروں اور جلسہ گاہ کے باہر کھڑی ہوئی گاڑیوں کو بھی نذر آتش کر دیا۔ ایک جھٹی شاہد کے مطابق جو قاترنگ کے دوران سٹچ پر موجود تھا شام اللہ خان شہید کے قاتلوں نے قاترنگ کا رخ براہِ راست علامہ نورانی کی طرف کیا ہوا تھا چاروں طرف سے سٹچ پر گولیاں برسائی جارہی تھیں علامہ شاہ احمد نورانی کے دائیں اور بائیں کندھے کے قریب سے گولیاں گزر رہی تھیں۔ علامہ نورانی کی یہ ذمہ کرامت تھی کہ دشمنوں کے شدید قاتلانہ حملے میں بھی کسی گولی نے آپ کے جسم کو چھوا تک نہیں۔

اس المناک واقعہ کے تیسرے روز نامہ مظلوم غنڈوں نے علامہ نورانی کو غرقِ زہ اور ہراساں کرنے کے لئے ۲۳ ستمبر ۱۹۸۸ء کو رات اڑھائی بجے علامہ نورانی کے گھر پر اندھا دھند قاترنگ کی اور گولیوں کے پچاس راؤنڈ چلائے قائم اہل سنت علامہ نورانی پر تیسرا قاتلانہ حملہ اس وقت ہوا جب آپ ۲۶ رمضان المبارک کو گجبار کراچی میں بعد نماز عصر

مقتصد دوم

میں یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس شرعی امام کا تقرر کیوں واجب ہے اور اس کے فرائض کیا ہوں گے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

و المسلمون لا یبدلہم من امام یقوم بتعلیل احکامہم و اقامة حدودہم و سد نفورہم و تجهیز جیو شہر و اخذ صدقاتہم و قهر المتطعۃ و المتطعۃ و قطاء الطریق و اقامة الجمع و الاعیاد و قطع المنازعات الواقعة بین العباد و قبول الشہادات القائمة علی الحقوق و تزویج الصغار و الصغار الذین لا اولیاء لہم و قسمة الغنائم و نحو ذلک من الامور التي لا یجوز لای احد الا اذ لا

اس طویل عبارت میں دو چیزوں کا ذکر ہے اول یہ کہ تقریرِ امام کیوں واجب ہے دوم یہ کہ امام کے ذمہ کیا فرائض ہوں گے۔ امر اول کی تفصیل یہ ہے کہ تقریباً تیرہ واجب ایسے ہیں جو کہ امام پر موقوف ہیں اور امام ان واجبات کا موقوف علیہ ہے اور قبل ازیں گزر چکا ہے کہ واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو چونکہ تقررِ امام واجب ہے لہذا مسلمانوں پر ضروری ہوا کہ تقررِ امام سے اپنا واجب ادا کریں۔ امر دوم کی تفصیل یہ ہے کہ مذکورہ بالا واجبات امام کے فرائض میں داخل ہیں اور بغیر امام کے دوسرا آدمی ان فرائض کو ادا نہیں کر سکتا اب ان تیرہ امور کی تفصیل ملاحظہ ہو جو کہ امام کے فرائض میں داخل ہیں اور تقررِ امام پر موقوف ہیں۔

اول

امام کا کام یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے احکام نافذ کرے گا۔

دوم

شرعی حدود قائم کرے گا مثلاً چوری اور زنا اور شراب کی حدیں۔

سوم

اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرے گا۔

چہارم

اسلامی فوج کے لیے اسلحہ اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے گا۔

پنجم

ذکوٰۃ اور عشر اور خراج وصول کرے گا۔ باغیوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی سرکوبی کرے گا۔

حجم

جمعوں اور عید قائم کرے گا۔

دہم

لوگوں میں جو جھگڑے ہیں ان کا قلعی اور حل پیش کرے گا

یازدہم

حقوق پر شہادتیں قبول کرے گا۔

دوازدہم

جن تہا بلخ لڑکوں اور لڑکیوں کے دلی نہیں ہیں ان کے نکاح کرے گا۔

سیزدہم

مال فقیرت کی تقسیم کرے گا اور اس کے بغیر کی اور امور بھی ہیں جن کو ہر آدمی سرانجام نہیں دے سکتا اور امام سرانجام دے سکتا ہے۔ چونکہ تاحال پاکستان میں شرعی اور ہا شرائط امام نہیں ہے لہذا اس کو ذکوٰۃ اور عشر اور خراج اور دوسرے مواجب ادا کرنے مسلمانوں پر ضروری نہیں البتہ اگر ادا کر دیئے جائیں تو جائز ہے اس مقصد دوم سے ثابت ہوا کہ اسلامی قانون اور نظام مصطفیٰ ﷺ کو ہر آدمی نافذ نہیں کر سکتا بلکہ یہ کام منتخب امام کا ہے تو گویا اسلامی آئین کی بنیاد اور پہلی ایفٹ تقرر امام ہے اور اگر بغیر تقرر امام کے نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کیا جائے تو اس کی مثال یہ ہے جیسے بغیر بنیاد کے دیوار تعمیر کی جائے

اور ہر آدمی شرعی امام اور سربراہ مملکت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے شرائط ہیں جن کا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ اب یہاں عقائد کلمی پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ عقائد کلمی یہ مقنن ہے اور متون میں اختصار ہوتا ہے لیکن امامت کے مسئلہ کو طوالت سے کیوں ذکر کیا گیا ہے تو شارح ہر اس نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔

وقد اطلب المصنف اطفا بالانصاف خلاصہ یہ کہ متون مختصر ہوتے ہیں اور المختصر تنصيفاً على الاعتماد بنصب مصنف مختصراً نے امامت کے مسئلہ کو الاعلام و ارشاد الامة الى مايجب طوالت سے بیان فرمایا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طوالت کے دو فائدے ہیں۔

اول

تمام مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ امام کا تقرر بڑا مقصودی امر ہے اور تم پر واجب ہے لہذا اس سے غافل نہ ہوتا۔

دوم

انہ کو رہنمائی کرنی ہے کہ تم پر جو تیرہ چیزیں واجب ہیں ان کو کا حق ادا کرنا۔ عقائد کلمی کے مصنف نے جو امامت کا مسئلہ طویل مہارت میں ذکر کر کے اس کی اہمیت کی اطراف اشارہ کیا ہے انہوں نے اس صدی کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے ۲۲ مارچ کے اجلاس میں اس کو محسوس نہیں کیا اور سارا وقت حقیقی سیاست میں ضائع کر کے عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔ صرف اہلسنت میں انتشار کو ہوا دے کر کار بے خبر کا ارتکاب کیا۔ پرانے علماء و مشائخ کا طریقہ وصل اور باہمی محبت تھا لیکن اس صدی کے علماء و مشائخ کا طریقہ امتیاز فصل اور باہمی افتراق اور انتشار ہے گویا کہ اس صدی کا تصوف بھی تبدیل ہو گیا ہے پرانا تصوف تو یہ تھا۔

بنس القلندر علی باب الامید عند الامید یعنی براہِ رخسار وہ ہے جو امراء کے دروازوں کا چکر لگاتا ہے اور اچھا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے۔

یہ تو پرانا تصوف تھا اب نیا تصوف اور اس کا زرین مسئلہ ملاحظہ ہو۔

عبد القدر علی باب الامید بنس الامید یعنی بڑا اور نامی گرامی شیخ وہ ہے جو کہ
امراء کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے
علی باب القدر اور بڑا امیر وہ ہے جو کہ مشائخ کے در کی
حاضری دے۔

حضرت خواجہ دانی سیالوی قدس سرہ کے پرانے تصوف کے حلق چھ فیصلہ پنجابی
مقلے ہیں چونکہ جدید ذہنوں پر نہیں ہیں لہذا ان کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ خلاصہ یہ کہ
جس مسلمان کو اپنے امام زمانہ کی معرفت ہے اس کی موت اسلامی اور ہدایت کی موت
ہے اور جس کو یہ معرفت حاصل نہیں ہے اس کی موت جاہلیت کی موت اور خطرات کی
موت ہے یہ حکم تو ایک عام مسلمان کا ہے اور پھر علماء اور مشائخ کو تو یہ معرفت بطریق
اولیٰ حاصل ہونی چاہیے۔ حیرت ہے کہ ۲۲ مارچ کے علماء و مشائخ نے اس امر پر اتفاق
کیا عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی لیکن شیطان نے یہ امر ان کے ذہن سے نکال دیا
ہے کہ آخر سربراہ مملکت کون ہونا چاہئے تاکہ اس کی معرفت حاصل کر کے مسلمان جاہلیت
اور خطرات کی موت سے بچ جائے اور اسلامی موت سے سرفراز ہو تو جو علماء و مشائخ حقی
پہلو پر بحث کرتے ہیں اور مثبت پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کو اس سے
کوئی دل چسپی نہیں کہ ان کی موت اسلامی ہو یا جاہلیت کی موت ان کو پریم صرف ایک
عورت سے ہے کہ وہ سربراہ اور حکمران نہیں ہو سکتی۔ ایسے جم غفیر کو جن کو اپنی موت کی
پردہ نہیں کہ اسلامی ہو یا کہ جاہلیت کی اور وہ اہل سنت میں انتشار پھیلا رہے ہیں ان کو
علماء و مشائخ کہنا علماء و مشائخ کی توہین ہے۔ غور فرمائیں کہ امامت کا مسئلہ بغیر اتحاد اہل
سنت کے حل نہیں ہو سکتا اب جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کو اجلاس لاہور میں جمع ہوئے بندہ
ہا ادب ان سے دریافت کرتا ہے کہ وہ اتفاق اور اتحاد اہل سنت کے لئے جمع ہوئے یا کہ
افتراق و انتشار اہل سنت کے لیے۔ شق اول بدیہی المصلان ہے کیونکہ ان مشائخ کا جو
سربراہ ہے اور جس کی کوشش سے اجلاس لاہور منعقد ہوا اخباری اطلاع کے مطابق اس

نے برملا کہا ہے کہ علامہ نورانی کے ساتھ ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں اجلاس لاہور
میں جو علماء و مشائخ مجتمع ہوئے ان کے درمیان نقطہ اتحاد صرف اور صرف بغضِ علامہ
نورانی تھا، پھر ان سے اصلاح اور اتفاق کا تصور ہی نہیں ہو سکتا تو اب شق ثانی تحقیق ہوئی
کہ یہ اجتماع لاہور صرف اور صرف افتراق اور انتشار کے لئے تھا اور فرقہ ہائے کی پیٹھ
ٹھونکنے کے لیے تھا کہ بعض نورانی پر ڈٹے رہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر یہ جم غفیر علماء و
مشائخ اجلاس لاہور میں شامل نہ ہوتا تو فرقہ ہائے ایک دن میں اپنی موت آپ مر جاتا
ان علماء و مشائخ کی شمولیت سے اس بیماری کو چند دن کی حیات ضرور مل گئی ہے اب
انتظار ہے کہ اس کا جنازہ کب نکلا ہے۔ بندہ کی شری رائے یہ ہے کہ فرقہ ہائے یا تو
نعمت کے ساتھ حق کی طرف رجوع کرے گا اور بصورت دیگر ان شاء اللہ تعالیٰ ختم ہو
جائے گا غور فرمادیں کہ جو علماء و مشائخ ۲۲ مارچ کے اجلاس لاہور میں شریک ہوئے ہیں
سب کی زبان پر نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا دعوئی ہے اور اس نظام مقدس کو صرف اور
صرف شری امام جامع شرائط ہی نافذ کر سکتا ہے اور تقرر امام اتحاد اہل سنت پر موقوف
ہے تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ نظامِ مصطفیٰ اتحاد اہل سنت پر موقوف ہے اور انتشار اہل سنت
نظامِ مصطفیٰ کا دشمن ہے تو چونکہ یہ علماء و مشائخ انتشار اہل سنت کا سبب بنے ہیں لہذا
یہ لوگ اس نظام مقدس کے دشمن ہیں لہذا ان کو یہ امر زیب نہیں دیتا کہ وہ نظامِ مصطفیٰ کا
دعویٰ کریں۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے نہ تو کبھی امراء اور حکام کے دروازوں کا چکر لگایا
ہے اور نہ ہی انہوں نے اہل سنت میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی، البتہ انہوں نے
اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی جس نے اصولوں کی خلاف ورزی کی اس کو سزا
دینے میں انہوں نے کبھی تامل نہیں کیا۔ اگرچہ وہ بڑا عہدیدار کیوں نہ ہوں اور اس کا
نام انتشار نہیں ہے بلکہ نظامِ عدل ہے تقریباً ہر سیاسی پارٹی اختلاف کی وجہ سے متعدد
پارٹیوں میں تبدیل ہوئی ہے اور جمیعت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن جمیعت کا باغی
نوکہ نہایت قلیل ہے اور اہل سنت کا سوادِ اعظم اب بھی علامہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ
ہے۔ بندہ کو اعتراف ہے کہ میرے مضمون میں بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی کی گئی ہے
اور بعض عناصر نے اس فقیر کے خلاف پردہ پیچیدہ بھی کریں گے اس کا ایک جواب تو بندہ

میں مضمون کے آخر میں آئے گا چند جوابات یہاں ملاحظہ ہوں۔

جواب اول

علماء و مشائخ خطاء سے مصوم نہیں ہیں ان سے خطا سرزد ہو سکتی ہے بلکہ ہوتی ہے تو ان کو ادب کے ساتھ خطا پر متنبہ کرنا یہ گستاخی نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی احترام ہے کیونکہ جس آدمی پر تنقید نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میری ہر بات درست ہوتی ہے اور تنقید سے بالاتر ہے تو وہ احتیاط سے کام نہیں لیتا لہذا خطاء کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور اگر اس کو علم ہو کہ میری بات پر تنقید ہوگی تو وہ ہر بات سوچ کر اور احتیاط سے کرے گا اور یہی اس کے حق میں بہتر ہے تو جو علماء و مشائخ ۲۳ مارچ کے اجلاس میں شریک ہوئے اور اس سے اہل سنت میں افتراق پیدا ہوا۔ یہ ایک خطا تھی تو بعد نے پورے احترام کے باوجود اس خطا پر ان علماء و مشائخ کو متنبہ کیا ہے اور خطا کی نگین کی وجہ سے اس پر بھیج کرنا ضروری تھی اور اس کو گستاخی کہنا اس ممدی کا تصوف ہے جو تصوف قدیم کے الٹ ہے۔

جواب دوم

بعد کا نظریہ یہ بھی ہے کہ علماء و مشائخ کا احترام لازم ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے حبیب ﷺ کا احترام علماء و مشائخ کے احترام سے بہت زیادہ ہے لہذا فقیر کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام بیان کرنے میں اگر بظاہر علماء و مشائخ کی گستاخی لازم آتی ہو تو کوئی قناعت نہیں ہے۔ اور کسی کا احترام احکام شریعہ بیان کرنے میں مانع نہ ہونا چاہیے۔

مقصد سوم

اس مقصد میں اب امام کے شرائط بیان کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہر آدمی نہ تو امام شرعی ہو سکتا ہے اور نہ ہی اسلامی آئین نافذ کر سکتا ہے۔ عقائد نسلی میں ہے۔ شرع یعنی ان یکون الامام ظاہراً یرجع الیہ لامعطیہ ولا معطراً ولا یکون من قریش ولا یکون من غمہد ولا یعصی بہی ہاشم واولاد علی رضی اللہ عنہم خلاصہ عبادت یہ ہے کہ امام ظاہر ہونا چاہیے تاکہ لوگ اپنے مسائل میں اس کی

طرف رجوع کریں اور امام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہ ہو مگر بھی نہ ہو یعنی اس وقت تو لوگوں کے سامنے نہ ہو لیکن مستقبل میں اس کے نکلنے کا انتظار ہو اور وہ قریش سے ہوگا اور غیر قریشی نہیں ہوگا اور امام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بنی ہاشم سے ہو یا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو۔ یہ جو ذکر کیا گیا ہے یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اہل شیعہ اس امر پر متفق ہیں کہ امام کا قریشی ہونا ضروری ہے اس کے بعد اہل شیعہ کے دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ بنی ہاشم سے ہو غیر ہاشمی امام نہیں ہو سکتا۔

مذہب دوم یہ کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد سے ہو چونکہ اہل سنت کے نزدیک یہ دونوں مذہب باطل ہیں اس لئے متن میں دونوں مذہبوں کے رد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ شرح عقائد میں ہے۔ یعنی لا یشرط ان یکون الامام قریشاً لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام النکمة من قریش وھذا وان کان غیبراً واحداً لکن لم یزواہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محتاجہ علی الاعتناء ولم ینکحہ احد فصار مجتہداً علیہ ولم یخالف فیہ الا لغوارج وبعض المعتزلہ ولا یشرط ان یکون ہاشمیاً او علویاً لما ثبت بالدلیل من خلافة ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم مع انہم لم یمکنوا من بنی ہاشم وان کانوا من قریش

متن عقائد نسلی میں تین دھڑے تھے شارح عقائد علامہ گنگوہی نے ہر ایک پر دلیل ذکر کی ہے۔ دھڑی اول کہ امام کے لئے یہ ضروری ہے کہ قریش سے ہو اور غیر قریش سے نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک امام قریش سے ہوگا اس دلیل کی مدد اس امر پر ہے کہ الامامہ پر جو ال ہے وہ استغراق کے لئے ہے اور اس وقت امام کا ہر فرد قریشی ہوگا اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکے گا۔ اب اس دلیل پر اعتراض ہوتا ہے اور شارح گنگوہی نے اس کا جواب دیا اعتراض یہ ہے کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اگرچہ فروعات سے ہے اور حدیث الامامہ من قریش۔ یہ خبر واحد ہے اور متن کی مفید ہے اور جو مسائل فروعات سے ہیں وہ دلیل نقلی سے ثابت ہو جاتے ہیں تو امام کا قریشی ہونا اہل سنت کے نزدیک تو خبر واحد سے ثابت ہو جائے گا لیکن اہل صحیہ کے

نزدیک یہ مسئلہ اصول اعتقاد سے ہے اور اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے تو امام کے قریشی ہونے کا مسئلہ اہل شیعہ کے نزدیک اس خبر واحد ظنی سے کیسے ثابت ہوگا تو شارح تفتازانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد انصار نے مہاجرین کو کہا کہ (معاہدہ و معکدہ امیر) یعنی اب ایک امیر نہیں ہوگا بلکہ دو امیر ہوں گے ایک ہم سے یعنی انصار سے اور ایک دوسرا امیر تم سے ہوگا یعنی مہاجرین سے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے خلاف حدیث الامتہ من قریش سے استدلال کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہاجرین سے ہی امام ہوگا کیونکہ وہی قریش ہیں اور امام انصار سے نہیں ہو سکتا کیونکہ انصار قریش نہیں تھے تو اس حدیث کا کسی نے انکار نہ کیا تو اس حدیث پر اجماع صحابہ ہوا تو اب یہ حدیث قطعی ہوگی اور یقین کا فائدہ دے گی تو اب اہل شیعہ کے نزدیک بھی اس حدیث شریف سے استدلال درست ہوگا خلاصہ جواب یہ ہوگا کہ یہ حدیث اگرچہ باہتمام اصل کے خبر واحد اور مفید عن ہے لیکن جب اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا تو اب یہ خبر یقین کا فائدہ دے گی البتہ خوارج اور بعض مقلد قریش والی شرط کے منکر ہیں اب اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ اس دور میں اگر کوئی آدمی قریش کی شرط کا انکار کرے تو وہ خارجی ہوگا یا معتزلی اہل سنت ہرگز نہیں ہو سکتا علامہ تفتازانی نے جو جواب دیا ہے صاحب نمبر اس نے اس کو ان الفاظ سے رد کیا ملاحظہ ہو۔

وهذا بحث وهو ان جعله غير الاحاد من قتله تعميم الاحاديث كما هو حاله المتكلمين فانه حديث متواتر رواه نحوار بعين صائلا كما في الصوالف

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ علامہ تفتازانی کا اس حدیث کو اصل سے خبر واحد کہنا درست نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفتازانی متکلمین سے ہے اور متکلمین متبع حدیث میں کمزور ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں فرمایا کہ یہ حدیث متواتر ہے اور اس کو تقریباً چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے اور خبر متواتر باہتمام اصل کے یقین کا فائدہ دیتی ہے خلاصہ اعتراض یہ کہ علامہ تفتازانی نے حدیث الامتہ من قریش کو اصل کے لحاظ سے قطعی اور خبر واحد قرار دیا اور اجماع صحابہ کے لحاظ سے قطعی قرار دیا یعنی یہ

حدیث صرف ایک وجہ سے قطعی ہے اور صاحب نمبر اس نے بحوالہ ابن حجر اس حدیث کو دو وجہ سے قطعی قرار دیا۔ یہاں یہ چاہنا ضروری ہے کہ حدیث متواتر بجز آیت قرآنی ہے اور اس کے انکار سے کفر کا خطرہ ہے اور اس کے علاوہ اس پر اجماع صحابہ بھی ہے اور اس اجماع کا انکار بھی کفر کے خطرہ سے خالی نہیں ہے تو صاحب نمبر اس کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار دو وجہ سے کفر کا سبب ہے اور علامہ تفتازانی کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا انکار صرف ایک وجہ سے کفر کا سبب ہے یہاں یہ چاہنا بھی ضروری ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صرف اجماع صحابہ ہے کوئی خبر متواتر نہیں ہے اس کے باوجود اس خلافت کا انکار کفر ہے اور امام کا قریش سے ہونا اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے اور خبر متواتر سے بھی تو نتیجہ یہ ہوا کہ امام کے قریش سے ہونے کی قطعیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی قطعیت سے زیادہ ہوگی تو اس کے منکر کو بطلان اولیٰ کفر کا خطرہ ہے۔ مقصد سہم میں تین دعوے تھے علامہ تفتازانی نے ہر ایک پر دلیل دی دعویٰ اول یہ تھا کہ امام کے لئے قریشی ہونا ضروری ہے اور غیر قریشی امام نہیں ہو سکتا اس دعویٰ پر دلیل حدیث الامتہ من قریش اور لفظ الامتہ پر ال اشتقاق کا ہے اس دلیل پر ایک اعتراض تھا اور اس کے دو جواب دیئے گئے جواب اول علامہ تفتازانی نے دیا اور جواب دوم ابن حجر اور صاحب نمبر اس نے دیا اب دلیل اور اعتراض و جواب سے چند امور واضح ہوئے غور فرمادیں۔

امر اول جب انصار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث سماعت کی تو اس پر کوئی اعتراض نہ کیا کہ قریش میں کون سی خصوصیت ہے جو کہ غیر قریش میں نہیں ہے جس کی وجہ سے قریش امامت کے مستحق ہیں اور غیر قریش مستحق نہیں ہیں۔ بلکہ انصار نے بغیر چوں چا اس حدیث کو تسلیم کر لیا اور اپنے مطالبہ امامت سے دستبردار ہو گئے ان کا ایمان تھا کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے قریش کو مستحق امامت ٹھہرایا تو لازمی طور پر قریش میں کوئی خصوصیت ہے جو کہ غیروں میں نہیں ہے اگرچہ ہم کو وہ خصوصیت معلوم نہیں ہے برخلاف آج کل کے جدید ذہن کے کہ یہ ذہن اس فرمان نبوی کو آسانی سے تسلیم نہیں کرے گا بلکہ یہ کہے گا کہ سب مسلمان برابر ہیں لیکن بعد اس جدید ذہن کو کہتا ہے کہ اس فرمان نبوی

میں شک سے تمہارے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے ایمان میں بھی فرق ہے اور وہ یہ درست ہے کہ عورت امام نہیں ہو سکتی لیکن یہ خبر واحد سے ثابت ہے اس پر کوئی خیر متواتر نہیں ہے اور ہاشمی کا امام ہونا اور غیر ہاشمی کا امام نہ ہونا یہ خبر متواتر سے ثابت ہے پاکستان میں آج کل جتنے سربراہان ہوئے بندہ کے خیال میں کوئی بھی ہاشمی نہیں تھا بلکہ سب غیر ہاشمی تھے اس کے باوجود جو علماء اور مشائخ ۲۲ مارچ کو اجلاس لاہور میں شریک ہوئے انہوں نے اور ان کے آباؤ اجداد اور مشائخ نے ان تمام غیر ہاشمی سربراہان مملکت کی سربراہی کو تسلیم کیا اور کسی کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا لیکن آج یہ لوگ عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچا رہے ہیں بندہ ان علماء و مشائخ کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ فرق بتائیں کہ انہوں نے اور ان کے آباؤ اجداد اور مشائخ نے غیر ہاشمی کی سربراہی کو تو تسلیم کر لیا حالانکہ یہ خبر متواتر کے اور اجماع اصحاب کے خلاف ہے جس کا انکار کفر ہے اور عورت کی سربراہی کے خلاف شور مچایا ہوا ہے حالانکہ یہ خبر واحد کے خلاف ہے جس کا انکار کفر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ تم نے اور تمہارے اکابرین نے حدیث متواتر کو تو نظر انداز کر دیا اور خبر واحد کو اچھا لالو یہ یا تو جہالت پر مبنی ہے کہ تم کو اس حدیث کا علم تک نہیں اور یا یہ عناد پر مبنی ہے یعنی اس عورت کے ساتھ عناد اور ذاتی عداوت ہے جن علماء و مشائخ میں کوئی حیمیت ہے وہ بندہ کے اس چیلنج کا جواب دیں۔

امسوم آج کل سربراہ دو قسم کے ہیں اول سربراہ مملکت جس کو صدر کہا جاتا ہے دوم سربراہ حکومت جس کو وزیراعظم کہا جاتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو تقرر امام واجب ہے اور وہ عورت نہیں ہو سکتی اور اس امام کا قرینہ ہونا ضروری ہے کیا اس سے مراد ہر ایک سربراہ ہے یعنی صدر اور وزیراعظم ہر دو کا شرعی امام ہونا لازمی ہے یا ان سے صرف ایک کا شرعی امام ہونا ضروری ہے تو پھر وہ کون ہوگا صدر یا وزیراعظم اور تیسری صورت یہ ہے کہ ہر ایک مستقل امام نہ ہو بلکہ ہر دو کا مجموعہ امام ہو اب بندہ اس پر بحث کرتا ہے گزارش یہ ہے کہ ایک یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے جس سے انکار کوئی جاہل ہی کر سکتا ہے کہ ہر شے کی پہچان اس کی تعریف سے ہوتی ہے اب دیکھنا ہے کہ امام کی تعریف کیا ہے اگر وہ

تعریف ہر ایک پر صادق آئے تو دونوں مستقل طور پر امام ہوں گے اور اگر تعریف صرف ایک پر صادق آتی ہے نہ دوسرے پر تو وہی امام ہوگا۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ نصب امام کا مسئلہ دراصل علم فقہ کا مسئلہ ہے کیونکہ نصب امام افعال مکلفین سے ہے اور افعال مکلفین کی بحث علم فقہ میں ہوتی ہے لیکن چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف بہت ہے اور اس میں اعتقاد کے خراب ہونے کا خطرہ ہے اس لئے مسئلہ امامت کی تفصیل علم کلام میں ہے اور علم فقہ میں اس کا ذکر اجمال کے طور پر آئے گا۔ اب امامت کی تعریفیں ملاحظہ ہوں۔ تعریف اول درعی میں ہے۔

الامامہ صفوی و کھروی فالکبری استحقاق تصرف عام علی الامامہ علی الخلق شامی میں ہے:

وهو متعلق بتصرف لا يستحق لان المستحق عليه طاعته الامام لا تصوره ولا يعامر لالاستحراق ان يقال عام بكلذا اعلا عليه

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت میں حقوق پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے اور لفظ علی الامام یہ تصرف کے متعلق ہے نہ کہ استحقاق اور عام کے متعلق کیونکہ اگر استحقاق کے متعلق ہوتا یہ معنی ہوگا حقوق پر استحقاق تصرف عام ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ لوگوں پر طاعت امام ضروری ہے نہ کہ امام کا تصرف اور اگر اعلیٰ الامام متعلق استحقاق کے ہو تو یہ معنی ہوگا کہ لوگوں پر مستحق تصرف امام ہے اور لفظ عام کے متعلق بھی نہیں ہے کیونکہ عام کا صلہ ہر آتا ہے نہ کہ علی چنانچہ محاورہ سے عام بکذا الاعلیہ خلاصہ تعریف یہ ہوا کہ امامت میں لوگوں پر تصرف عام کا استحقاق ہوتا ہے جس کو لوگوں پر تصرف خاص کا استحقاق بودہ امام نہیں ہے۔ شامی میں تعریف کے جنس اور فصل کو اس طرح بیان کیا۔ (دفعہ بقید الموم حش القضاء والامارة) یعنی عہد کی قید اس لئے لگائی تاکہ قاضی اور امیر خارج ہو جائے کیونکہ ان ہر دو کو تصرف عام کا استحقاق نہیں ہوتا بلکہ تصرف خاص کا استحقاق حاصل ہوتا ہے کیونکہ جس علاقہ کا قاضی اور حاکم مقرر کیا گیا ہے اس کا حکم صرف انہی لوگوں پر ہوتا ہے

ہوگا جو اس علاقہ کے رہنے والے ہیں نہ کہ سارے ملک پر اب عورت اور غیر قریشی امام تو نہیں ہو سکتے۔ لیکن کسی خاص علاقہ کے قاضی اور حاکم ہو سکتے ہیں تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت بالکل حاکم نہیں ہو سکتی ان کا یہ قول دین سے بے خبری پر مبنی ہے اور وہ نام نہاد علامہ ہیں۔ تعریف دوم موافق اور شرح موافق میں ہے۔

الامامة رياسته عامته في امور الدين والدنيا لشخص من الاشخاص القيد العموم احتراز عن القاضي والرجس وغيرهما والقيد الاخير احتراز عن كل الامة اذا عزلوا الامام عند فسقه فان الكل ليس شخصاً واحداً

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امامت یہ ہے کہ ایک شخص کے لئے دین اور دنیاوی امور میں ریاست اور سرداری عام حاصل ہو کوئی دینی اور دنیاوی شعبہ اس کی ریاست سے خارج نہ ہو اس کے بعد تعریف کے جس اور فصل بیان کرتا ہے کہ عموم کی قید سے قاضی اور رئیس اور ہر وہ آدمی خارج ہو گیا جس کو بادشاہ نے کسی خاص علاقہ پر سردار مقرر کیا ہو اب اس تعریف سے بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ امام نہیں ہو سکتے جیسے عورت اور غیر قریشی یہ لوگ قاضی اور کسی خاص علاقہ کے رئیس اور حاکم ہو سکتے ہیں اور جو آخری قید ہے شخص من الاشخاص اس سے مجموعہ امت خارج ہوگی کیونکہ ساری امت مجموعی طور پر امام نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہے بلکہ متعدد اشخاص کا مجموعہ ہے اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ امام صرف ایک ہوگا متعدد امام نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل امام ہو سکتا ہے اور نہ مجموعہ من حدیث مجموعہ۔ یہ تعریف دوم اور تعریف اول تقریباً ایک جیسی ہیں۔ اب ان ہر دو تعریف پر اعتراض کرتا ہے اس مجموعہ کی صورت یہ ہے کہ امام قاضی ہو گیا اور اہل مل و عقد جنہوں نے اس امام کا تقرر کیا تھا انہوں نے عقد مجموعی طور پر امام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک شخص نہیں ہیں اس تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ شرعی امام صرف ایک ہوتا ہے امام متعدد نہیں ہو سکتے نہ ہر ایک مستقل اور نہ مجموعہ من حدیث مجموعہ تعریف اول اور دوم ہر دو تقریباً ایک جیسی ہیں اب ان ہر دو تعریف پر صاحب موافق اعتراض کرتا ہے ملاحظہ ہو:

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ نبوت اور امامت ایک چیز نہیں بلکہ متضاد ہیں اور یہ تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ تمام لوگوں پر تصرف عام کا نئی مستحق ہوتا ہے اور نبی کی بھی امور دینی اور دنیاوی میں ریاست اور سرداری عام ہوتی ہے تو تعریف مانع نہیں اس کے بعد تعریف سوم کرتا ہے اور یہ تعریف جامع مانع ہے۔

تعریف سوم

الامامة علاقته الرسول في الامامة الدين وحفظ حوزة المملته بحيث يجب اتباعه على كافة الامة وبهذا القيد الاخير يخرج من يصبه الامام في ناحية كالقاضي مطلقاً ويخرج المجتهد انما لا يجب اتباعه على الامامة كافة بل على من قلده خاصته

خلاصہ تعریف سوم یہ ہے کہ امامت رسول اللہ ﷺ کی خلافت کا نام ہے اور یہ خلافت اقامت دین میں ہے اور ملت کے مجموعہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی اتباع تمام امت پر واجب ہوتی ہے اس آخری قید سے قاضی اور مجتہد خارج ہو گئے کیونکہ قاضی اور مجتہد کی اتباع ساری امت پر واجب نہیں ہے بلکہ قاضی کی اتباع صرف اس حلقہ کے لوگوں پر ہے جس حلقہ کا وہ قاضی ہے یا ان لوگوں پر ہے جن کا مقدمہ اور کیس قاضی کے پاس ہے اسی طرح مجتہد کی اتباع صرف اس کے مقلدین پر واجب ہے اب اس تیسری تعریف پر وہ اعتراض نہیں کرتا جو کہ تعریف اول اور دوم پر ہوتا ہے کہ ہر دو تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہیں حالانکہ امامت اور نبوت دو متضاد چیزیں ہیں تیسری تعریف پر اعتراض اس لئے نہیں ہوتا کہ نبوت کسی رسول کی خلافت نہیں ہے بلکہ نبوت شریعت مطہرہ کی بشارت ہے بندہ دہا رہاں ذکر کرتا ہے کہ یہ جو شرع شریف کا مسئلہ ہے کہ عورت امام اور حاکم نہیں ہو سکتی اس سے مراد وہ حکومت اور امامت ہے جس کی تین تعریف ذکر کی گئی ہیں اس کے سوا بعض صورتوں میں عورت حاکم ہو سکتی ہے جیسا قاضی یا ملک کے کسی خاص حصہ کی حکومت البتہ عورت جیسا کہ امامت کبریٰ کی ال نہیں ہے امامت صغریٰ کی بھی ال نہیں ہے یعنی نماز کی امامت کی بھی ال نہیں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ امامت کی جو تین تعریف ذکر کی گئی ہیں یہ صرف صدر پر صادق آتی ہیں یا کہ صرف وزیر اعظم پر یا ہر ایک پر یا ہر دو کے مجموعہ من حدیث

مجموعہ پر تو بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ تقریریں صرف اور صرف صدر پر صادق آتی ہیں کیونکہ تینوں تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ تمام لوگوں پر اس کا تصرف عام ہو اور تمام لوگوں پر اس کی اجازت واجب ہو اور یہ امر صرف صدر مملکت پر صادق آتا ہے اور یہ سلت صرف صدر مملکت میں پائی جاتی ہے نہ کہ وزیراعظم پر اور اس کی چند وجوہ ہیں۔

وجہ اول

صدر مملکت اکیلا وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کو معزول کر سکتا ہے جیسا کہ صدر فیاض الحق نے کیا تھا اگرچہ اس کے لئے بعض شرطیں ہیں لیکن وزیراعظم اکیلا نہ تو صدر مملکت کو معزول کر سکتا ہے اور نہ ہی وزراء اعلیٰ کو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت وزیراعظم پاکستان اور پنجاب اور بلوچستان کے وزراء اعلیٰ کے درمیان شدید جھگڑا اور محاذ آرائی انتہا کو پہنچ چکی ہے لیکن وزیراعظم بے بس ہے اگر اس کو صوبوں کے وزراء اعلیٰ کو معزول کرنے کا اختیار ہوتا تو وزیراعظم اپنے اس اختیار کا ضرور استعمال کر لیتا البتہ مرکزی اسمبلی کو صدر اور وزیراعظم کو معزول کرنے کا اختیار ضرور ہے اور اسی طرح صوبائی اسمبلیوں کو وزراء اعلیٰ کو معزول کرنے کا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کی خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے وزیراعظم اور وزراء اعلیٰ کو ان کے عہدہ سے معزول کیا جاسکے۔ وجہ دوم پاکستان میں انتظامیہ دو قسم کی ہے ایک انتظامیہ وزیراعظم کے ماتحت اور دوسری وزراء اعلیٰ کے ماتحت۔ صوبوں کی انتظامیہ پر وزیراعظم کا کنٹرول نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ صوبوں کی انتظامیہ وفاقی اور مرکزی وزراء کو تنگ کرتی رہتی ہے اور وزیراعظم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تو معلوم ہوا کہ وزیراعظم کا ملک کے تمام لوگوں پر تصرف عام نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ شری امام صرف صدر مملکت ہے نہ کہ وزیراعظم تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ عورت اور غیر قریش صرف صدر مملکت نہیں ہو سکتے وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی شرعی قہرحت نہیں ہے کیونکہ عورت اور غیر قریش صرف امامت کبریٰ کے اہل نہیں ہیں فقہاء اور ملک کے کسی حصہ کے حاکم ہو سکتے ہیں اگرچہ عورت امامت صغریٰ کی بھی اہل نہیں ہے اور غیر قریشی اس کا اہل ہے یہاں تک بندہ نے

دلیل سے ثابت کیا ہے کہ جو سربراہ شریعت مطہرہ میں عورت اور غیر قریش نہیں ہو سکتا وہ صدر مملکت ہے نہ کہ وزیراعظم کیونکہ امام کی جو تین تقریریں کی گئی ہیں وہ صدر مملکت پر صادق آتی ہیں اور وزیراعظم پر صادق نہیں آتی اب بندہ یہ ذکر کرتا ہے کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وزیراعظم پر بھی امام کی تین تقریریں صادق آتی ہیں اور جس طرح عورت اور غیر قریشی، شرع شریف میں صدر مملکت نہیں ہو سکتے اسی طرح وزیراعظم بھی نہیں ہو سکتے تو یہاں ایک اور قہرحت لازم آنے گی اور وہ یہ کہ امر تو خمس اور اس سے زیادہ واضح ہے کہ صدر مملکت تو یقیناً سربراہ مملکت اور امام ہے جس کی قبل ازیں تین تقریریں ذکر کی جا چکی ہیں اور اس کا انکار فری جہالت ہے اور اگر وزیراعظم بھی سربراہ مملکت تسلیم کر لیا جائے تو ایک چھوٹے سے ملک کے دو امام اور دو سربراہ مملکت ہو جائیں گے اور یہ شرع شریف میں ناجائز ہے اب بندہ اس پر دلائل پیش کرتا ہے۔ دلیل اول مسلم شریف میں ہے:

برواية مشكوكا عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بولوا عليه لعين فلكتلوا الاخير منهما (رواه مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ اگر دو خلیفہ کے ساتھ لوگ بیعت کریں تو پہلے کی اطاعت کرو اور دوسرے کے ساتھ لڑائی کرو حدیث شریف میں جو بیعت کا ذکر ہے اس سے مراد خلیفہ اور امام کا انتخاب ہے خواہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہو یا زبان کے ساتھ یا کسی اور وجہ سے ہو اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کے دو خلیفہ اور امام نہیں ہو سکتے۔ اور اگر بالفرض دو امام ہوں تو دوسرے کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی ضروری ہے۔ مسلم شریف کی اور حدیث شریف میں ہے:

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من بلاء امتنا ما طعنا مقلقة يردو وثمرا قبله قلطعه ان استطاع فان جاء آخر يغلزعه فاضربوا عنه (رواه مسلم)

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ جس آدمی نے ایک امام کے ساتھ بیعت کی اور اسے منتخب کیا اور اہل سے اس کی امامت کو تسلیم کیا تو حتی الامکان اس امامت کی اطاعت کرے اور

اگر کوئی اور امامت اور خلافت میں اس کے ساتھ جھگڑا کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔

اس حدیث شریف سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ایک ملک میں مسلمانوں کے دو امام اور سربراہ مملکت ہرگز نہیں ہو سکتے اور اگر ایسا ہو تو پہلے کی اطاعت لازم اور دوسرے کی گردن اڑانے کا حکم ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں ایک اور حدیث بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے قصد امام شرح شریف میں منع ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

ومن ابى هديرة عن النعمان بن عبد الله بن وهب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال كانت بنو اسرائيل تسودهم الانبياء كلها حلتك نبي عليه نبي هاتك لاني بعدى سيكون خلفاء فيكفرون قالوا فما تأمرنا قال فواحدة الاول فالاول اعطاهم حكمهم الحديث متفق عليه

خلاصہ ترجمہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی اصلاح کرتے تھے۔ جب ایک نبی کا وصال ہوتا تھا تو ایک اور نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ خلفاء کثرت سے ہوں گے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ان خلفاء کے حلق آپ کا کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا کہ خلیفۃ الاول کی اطاعت کرو اور اس کے وصال کے بعد پھر اول کی اطاعت کرو اور ان کو ان کا حق ادا کرو چونکہ بظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید خلفاء ایک زمانہ میں ہوں گے اور یہ شرعاً منع ہے اس لئے حاشیہ مشکوٰۃ میں اس وہم کو رفع کیا۔

قال الطيبي الفاء للتصديق والتكدير والاعتماد ولم يرد به في زمان واحد بل الحكم هنا عند تجديد كل زمان وتجدد ديمته

خلاصہ حاشیہ یہ ہے کہ خلفاء کثیرہ جن کا ذکر حدیث شریف میں ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ خلفاء ایک زمانہ میں ہوں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے ہوں گے اور مختلف زمانوں میں لوگ ان کی بیعت کریں گے جب ایک فوت ہوگا تو دوسرا اس کا خلیفہ ہوگا۔

یہاں تک بندہ نے تین احادیث سے ثابت کیا کہ ایک چھوٹے ملک کے دو

(۲)

نشاط حاشیہ

یہ موقعہ پر جمعیت العلماء پاکستان کا انتخاب ہوا اور اگر انظر دینی دلی خدمات کی بنا پر حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کو صدر منتخب کیا گیا چونکہ (قوی) انتخابات میں وقت بہت کم تھا اس لئے قائدین جمعیت نے ملک بھر میں طوفانی دورے کئے اور جگہ جگہ سنی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ نے پیرانہ سالی کے باوجود ہر جگہ بخشش شریعت کی اور اہل سنت کو منظم کرنے میں بے مثال کردار انجام دیا۔ انتخابات ہوئے تو جمعیت نے قوی اسمبلی کی سات نشستوں میں کامیابی حاصل کی، مختصر عرصے کی جدوجہد کے بعد اتنی نشستیں حاصل کر لینا جمعیت کی بہت بڑی کامیابی تھی قائد المستف، مولانا شاہ احمد نورانی نے کراچی کے حلقہ نمبر ۷ سے پیپلز پارٹی کے قانعہ کے مقابل نمایاں کامیابی حاصل کی اور قوی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ انتخاب کے بعد دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں جمعیت العلماء پاکستان کے مرکزی سطح کے اجلاس میں آپ کو جمعیت کے پارلیمانی گروپ کا قائد منتخب کیا گیا۔

۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۷۳ء کو خاندان میں جمعیت کا تاریخی کنونشن منعقد ہوا۔ جس میں مولانا شاہ احمد نورانی علیہ السلام کو جمعیت کا مرکزی صدر اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ بلاشبہ یہ انتخاب بہت ہی مبارک ثابت ہوا۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات یحییٰ خان کے دور اقتدار میں ہوئے، مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمن اور مغربی پاکستان میں یحییٰ کی جماعت نے اکثریتی پوزیشن حاصل کی، پھر جب مجیب کی اکثریتی پارٹی کو اقتدار سپرد کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا گیا تو اندرونی اور بیرونی سازشوں کے نتیجے میں پاکستان دو لخت ہو گیا۔ جاتے ہوئے یحییٰ خان، زمام اقتدار مسٹر یحییٰ کو دے گیا۔ حزب اختلاف پارٹیوں نے ”تحفہ جمہوری عاذا“ قائم کیا تو اس میں مولانا شاہ احمد نورانی کی پوزیشن بہت ہی نمایاں تھیں جس کا اعجاز اس سے کیا جاسکتا

ہے کہ مسٹر بھٹو کے مقابلہ میں پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے لئے ۵ اگست ۱۹۷۳ء کو متحدہ جمہوری محاذ نے مختلف طور پر آپ کو ہی نمائندہ اور امیدوار منتخب کیا تھا۔

(محمد صادق، مولانا ابوداؤد شاہ احمد نورانی ریلیشن چارم سلی ۹۱)

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت حق گوئی اور سچے ہاکی میں ضرب اہل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ روس کے دورہ پر گئے تو حکومت روس کا پروگرام یہ تھا کہ آپ لینن کی سادی پر پھول چڑھائیں، لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا، بجی خان کو شراب نوشی پر جس طرح سرزنش کی اس پر بیگانے بھی حش حش کر اٹھے، شورش کاشمیری نے لکھا۔

یاد رہے یہ وہی مولانا نورانی ہیں جنہوں نے اس دور کے محمد شاہ ربیعہ (بجی خان) کو سوشلزم میں مستغرق دیکھ کر ڈانٹ دیا تھا اور گرج کر کہا تھا بجی! شراب نوشی بند کر دو ورنہ ہم جا رہے ہیں۔

(سنت و رسالت، ۳۱ مئی ۱۹۷۳ء، بحوالہ شاہ احمد نورانی، از مولانا ابوداؤد محمد صادق سلی ۱۳۵)

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں محبوب الرحمن کی جماعت نے سب سے زیادہ نشستیں حاصل کیں دوسرا نمبر پیپلز پارٹی کا تھا، مولانا شاہ احمد نورانی نے بجی خان کو کھلے لفظوں میں کہا تھا کہ اسمبلی کا اجلاس بلا کر اکثریتی پارٹی کے سپرد کر دیجئے اور اگر اقتدار منتقل نہ کیا گیا تو ملک ٹوٹ جائے گا، اس وقت بعض لوگوں نے بہت چہ میگوئیاں کی تھیں مشرقی پاکستان کے باشندے جو پہلے ہی عرومیت کے شاکی تھے ان کا احساس محرومی اور شدت اختیار کر گیا اور اکثریتی پارٹی کو اقتدار منتقل نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اعدونی اور بیرونی سازشیں ملک کو دو ٹکٹ کرنے میں کامیاب ہو گئیں، تب ہر شخص نے قائد اہل سنت کی بصیرت کا اعتراف کیا۔

بھٹو کے دور میں حزب اختلاف کے رہنماؤں کے انٹرویو نشر کیے گئے، مولانا شاہ احمد نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی، زیدی ایسا شاطر وکیل بڑے نوکیلے سوالات

اٹھاتا لیکن جب قائد اہل سنت جواب دیتے تو وہ منہ دیکھتا رہ جاتا۔

۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں جمہوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے قائد اہل سنت نے فرمایا: جو آئین ہمارے سامنے مدہ فریم میں سجا کر پیش کیا گیا اس میں اسلام کو قلمبند کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا، مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے، اس ملک میں اسلام کے بدترین قسم کے دشمن موجود ہیں وہ مسلمان بن کر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چار دروازے سے حکومت کرنے کے لئے وہ یہاں آ سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے والا ہمارے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔

اس پر کوثر نیازی نے کہا کہ مسلمان کی تعریف پر خود علماء آپس میں اختلاف نہیں ہیں اگر علماء مسلمان کی مختلف تعریف پیش کر دیں تو ہم اسے منظور کرنے کے لئے تیار ہیں اس وقت اسمبلی میں موجود اہل سنت کے نامور عالم علامہ عبدالصمد اعظمی ازہری نے ہی اس چیلنج کو قبول کیا اور مختلف تعریف پیش کر دی علامہ اہل سنت کی تیار کردہ تعریف ہی آئین میں شامل کی گئی۔

یہ بھی قائد اہل سنت کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مملکت کا مذہب اسلام قرار دیا گیا اور تسلیم کیا گیا کہ کتاب و سنت کے منافی کوئی قانون نہ بنایا جائے گا پہلے سے موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا اور وہ آرٹیکل حذف کر دیا گیا جس میں اسلامی سوشلزم کو معیشت کی بنیاد قرار دیا گیا تھا۔ اسمبلی میں اپنی اکثریت کی بنا پر پیپلز پارٹی نے آئین تیار کر کے اسمبلی کے سامنے پیش کر دیا اس منظوری کے دوران مولانا شاہ احمد نورانی بے انداز مصروفیتوں کے باوجود ہر اجلاس میں پوری تیاری کے ساتھ شریک ہوتے رہے اور تمام دوسرے اجلاس اور دیگر ضروری امور آپس پشت ڈال دیئے جبکہ مفتی محمود اور مولوی غلام غوث ہزاروی اور دیگر ارکان اسمبلی نے اپنے معمولات بدستور جاری رکھے۔ دستور کی تیاری کے دوران جمعیت العلماء پاکستان کے رجسٹروں کو مرکز اور سندھ میں وزارتوں اور سفارتوں کی پیش کش کی گئی

جسے انہوں نے اسلام اور جمہوریت کی خاطر ٹھکرا دیا قائدین جمعیت کی طرف سے آئین میں بے شمار ترامیم پیش کی گئیں جس میں سے اکثر کو بٹھلڑ پارٹی نے اپنی اکثریت کی بنا پر قبول نہیں کیا، اسی طرح جب بھٹو نے بنگلہ دیش تسلیم کرنے کا فیصلہ کر لیا تو اہل سنت کے قائدین نے اسمبلی کے اندر اور باہر اس کی سخت مخالفت کی اور اسے آئین کی خلاف ورزی قرار دیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ

بھٹو نے مارچ ۱۹۷۹ء کے انتخاب کا اعلان کیا تو جمعیت العلماء پاکستان کی کوششوں اور اس کے کونے کی سیٹوں کی قربانی سے "قومی اتحاد" قائم ہوا۔ ابتداً مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحت اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا نعرہ صرف جمعیت ہی کا نعرہ تھا، بعد میں بے پناہ عوامی مقبولیت کی بنا پر بلا امتیاز تمام جماعتوں نے یہ نعرہ اپنایا اس مبارک نعرے کی برکت تھی کہ غلامانِ مصطفیٰ (ﷺ) نے دیوانہ وار قومی اتحاد کی آواز پر لبیک کہا اور بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک کے دوران سب سے زیادہ قربانیاں اہل سنت نے دیں، گرفتار ہونے والوں میں سب سے زیادہ تعداد اہل سنت ہی کی تھی، اس کا سبب بھی واضح ہے کہ جس جماعت کے نزدیک دین و دنیا کی سب سے عزیز ترین متاع حب مصطفیٰ (ﷺ) ہو جس کے نزدیک محبوبِ خدا ﷺ کی ادنیٰ گستاخی کفر ہو، جس کے نزدیک ناموسِ مصطفیٰ (ﷺ) پر مرقعاتِ حیات جاوید کی ضمانت ہو وہ بڑے سے بڑے خطرے کو درخوردھتا نہیں سمجھتی، اس کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کے نام پر جان قربان کر دینا سب سے بڑا اعزاز اور ذریعہ نجات ہے۔

اکثر و بیشتر اہل سنت کے نوجوانوں نے جامِ شہادت نوش کیا، مولانا مفتی عطار احمد کھرقاٹی کا تمام جسم جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گولیوں سے پھٹل ہو گیا، مولانا حافظ محمد عالم سیالکوٹی کی کھائی پر گولی لگی، حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سرمد احمد فیصل آبادی

کے صاحبزادگان، صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول اور صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم پر ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے پولیس نے اتنا تشدد کیا کہ کئی لاشیاں ٹوٹ گئیں مگر انہوں نے اف تک نہ کی اور نہ اپنی جگہ سے ہٹے۔

جمعیت العلماء پاکستان کے بے شمار راہنما اور اراکین نے نہایت صبر و استقلال سے قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی ﷺ کو جیل میں سخت اذیتیں پہنچائی گئیں ایک مرتبہ ان پر قاتلانہ حملہ بھی کرایا گیا، مگر دنیا جانتی ہے کہ نظام مصطفیٰ (ﷺ) کے اس مجاہد جلیل کے حزم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ملتان میں مولانا حامد علی خاں کا اس قدر اثر و نفوذ تھا کہ اغیار نے بھی انہیں ملتان کا بے تار بادشاہ تسلیم کیا جب پولیس انہیں گرفتار کر کے لے جانے لگی تو بے شمار جیلے مسلمان جپ کے آگے لیٹ گئے اور کہا کہ ہماری لاشوں پر سے گزر کر ہی تم مولانا کو لے جا سکو گے، مولانا حامد علی خاں نے پولیس سے کہا کہ اس وقت تم چلے جاؤ، میں خود آکر گرفتاری دے دوں گا۔ گوجرانوالہ سے پانچ پانچ کی بجائے بیس بیس افراد نے یومیہ گرفتاری دی۔

راولپنڈی میں مولانا سید عبدالقادر شاہ گیلانی جلوس کی قیادت کر رہے تھے کہ فوج نے ایک جگہ روک کر آگے پٹی بچھا دیا اور کہا کہ جو شخص اسے کراس کرے گا اسے شوٹ کر دیا جائے گا شاہ صاحب نعرہ رسالت لگاتے ہوئے ایک کے بعد دوسری اور تیسری پٹی بھی کراس کر گئے۔ کراچی میں سید غوث محمد شاہ جیلانی نے بھی اسی جان شادری کا مظاہرہ کیا، سرگودھا میں جب بڑے محمد کرم شاہ الازہری مدبرِ فیسائے حرم کو تحریک میں حصہ لینے کی بناء پر پندرہ سالی کے باوجود تین ماہ قید یا مشقت کی سزا سنائی گئی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے جج سے کہا بس اتنی سی سزا دینا تھی، میرا جرم تو اس سے کہیں زیادہ تھا۔

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی چونکہ تحریک کی رواج رواں تھے، اس لیے خاص طور پر حکومت کی نظر میں نکلتے تھے۔ چنانچہ انہیں وقفہ وقفہ سے متعدد مرتبہ گرفتار کیا گیا

اور کراچی، سکھر اور خیرپور جیل میں رکھا گیا اور آخر میں ماہ جون کی شدید گرمی میں گرمی خیر کی جیل میں رکھا گیا۔ گرمی خیر، بلوچستان کا وہ مقام ہے جہاں پاکستان میں سب سے زیادہ گرمی پڑتی ہے۔ پھر ستم یہ کہ انہیں جس کو فکری میں بند کیا گیا اس پر جہت بھی کھل نہ تھی نہ بچے کا انتظام تھا۔ سورج کے طلوع ہوتے ہی گرمی عروج کو پہنچ جاتی۔ تاکہ اہل سنت ایسے نہیں اور لطیف المزاج شخص کا اتنی سخت مصوبت برداشت کر جانا ثابت قدم رہنا اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان پر نبی اکرم ﷺ کی خاص نظر حمایت ہے۔ انہی دنوں آپ کی والدہ ماجدہ کا ایک بیان اخبارات میں چمپا جس میں انہوں نے فرمایا:

”مجھے خوشی ہے کہ نورانی میاں کا حوصلہ بلند ہے۔ اگر قوی زندگی کے اس نازک مرحلے پر وہ کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرتے تو میں مرے دم تک انہیں اور خود کو معاف نہیں کر پاتی۔“

یہ بیان جہاں لاکھوں فدایان مصطفیٰ ﷺ کو ایمانی کیف و سرور سے سرشار کر گیا، وہاں اسلاف کی یاد بھی تازہ کر گیا اور ہماری ماؤں، بہنوں اور ملت اسلامیہ کے تمام افراد کو منزل کا پتہ دے گیا۔

۸ اگست ۱۹۷۷ء کو اہالیان لاہور نے دیکھا کہ جب مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ انٹرنیٹ پورٹ سے تشریف لارہے تھے تو بھٹو کے استقبال کو آنے والے چند فنڈوں نے مال روڈ پر آپ کی کار کو روک کر فنڈہ گردی کا مظاہرہ کیا۔ ایک بد معاش نے اینٹ مار کر کار کا پچھلا شیشہ توڑ ڈالا۔ ایک ظالم نے اینٹ ماری جو آپ کے عمامہ پر لگنے لگی۔ ایک شقی نے ڈھک مارا وہ بھی بے اثر رہا۔ اب فنڈے کمزری کے قریب پہنچ گئے تھے۔ مولانا نے ہاتھ باہر نکال کر انہیں پیچھے ہٹانا چاہا تو ہٹنے سے عمامہ باہر جا پڑا، جسے ظالموں نے تار تار کر دیا۔ ڈرائیور موقع ملنے ہی تیزی سے کار آگے بڑھا کر لے گیا۔

بغت روزہ ”افریشیا“ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

ان بد معاشوں نے پاکستان کے ایک نہایت ہی محترم رہنما مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی پکڑی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہو گیا کہ لاہور والوں کے سر شرم سے جھک گئے اور دل دہل گئے۔ مولانا نورانی کے لیے پکڑی تو کیا خدا کی راہ میں سر بھی حاضر تھا۔

(محمد صادق، مولانا شاہ احمد نورانی ص ۱۲۸)

تاکہ اہل سنت چونکہ کراچی میں رہتے ہیں، اس لیے کراچی اور حیدرآباد میں بے پناہ جوش و خروش پایا جاتا تھا مولانا شاہ فرید الحق، مولانا محمد حسن حقانی، علامہ عبدالصمد طے ازہری، مولانا محمد حسین سکھری، مولانا محمد طفیل، مولانا محمد عبدالسبحان، مولانا محمد رمضان، مولانا منظور الحق، جناب ظہور الحسن بھوپالی، حاجی محمد حنیف طیب، صوفی ایاز خاں نیازی، سید غوث محمد شاہ جیلانی، جناب سید احمد یوسف ایڈووکیٹ، غلام عباس قادری، سید اسرار علی شاہ، مولانا سید اقبال حسین شاہ (حیدرآباد)، مولانا یعقوب قادری (نواب شاہ) اور اہل سنت کے دیگر راہنماؤں اور اراکین نے بے بہا قربانیاں دیں جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

جامعہ نیچہ گرمی شاہ لاہور میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاکھی کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں نظام مصطفیٰ کی تحریک کو مقدس جہاد اور اس میں شرکت کو ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا گیا۔ اس موقع پر ۳۶ علماء کے دستخط تھے۔ ایسا ہی ایک فتویٰ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کی طرف سے شائع ہوا جس پر ۱۵ علماء کے دستخط تھے۔ (”تب“ شاہ احمد نورانی“ حصہ دوم سے ماخوذ)

نورانی پارس

تحریر: علامہ میرزا ذوق اقبال احمد فاروقی..... انتخاب: محمد راشد کھٹکی ایم اے عربی

مولانا نورانی پاکستانی سیاست دانوں میں پارس کی حیثیت رکھتے ہیں پارس ایک ایسا پتھر ہے جو کسی بھی دہات کو چھو جائے تو اسے سونا بنا دیتا ہے۔ اگرچہ پارس عسکا اور ہاتھ دار الوجود ہیں۔ مگر آج تک ان کی اہمیت اور افادیت پر کسی نے شبہ نہیں کیا۔ صدیوں سے پارس کی افادیت اور کمال مسلمہ حقیقت رہا ہے ہر زمانہ میں اس کی اہمیت کو حلیم کیا گیا ہے اور ہر قوم نے اس کے موثر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

پاکستان کی موجودہ سیاست کے انداز نے ہر رکن اسمبلی کو دولت امدوزی کی ہوس میں مبتلا کر دیا ہے۔ اراکین ذوالاحترام خواہ اسمبلی میں بیٹھے ہوں یا اپنی کار میں ان کا دماغ دولت کے حصول اور سونا بنانے میں مصروف رہتا ہے۔ اقتدار کی سرگرمیوں کے قریب بیٹھے والے اور حکمرانوں کے حاشیہ فہین بھی دولت سے ہاتھ رکھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے رشتہ دار یا رہاش اور عمارت سراغز انوں کے ڈھیروں، بیگنوں کی برانچوں اور زمینوں کے ترقیاتی اداروں کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا اپنا حصہ سیٹھتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف اقتدار سے محروم حکومت سے دور سیاست داں، اگرچہ عوام مسترد راہنما ہیں انہیں حکومت کی "سونا سازی" کی صنعت پر غصہ آتا ہے لوٹ مار پر شور مچاتے ہیں تو ایمان حکومت میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں "دس لکھ والے" پچاس لکھ والوں کو طعنے دیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں کھوٹے سکے ہیں۔ "پارس ٹریڈنگ" کے رواج نے ہر ایک کو بکا ڈال بنا دیا ہے۔ خواہ وہ اس منڈی کے راستہ سے "خدمت خلق" کے جذبہ سے ہی واپس آ رہا ہو۔ تاہم "گھوڑوں کی منڈی" کے دلال ان لوگوں کا بھی بچھا کرتے رہتے ہیں جو اس "تجارت" میں ملوث نہیں ہیں۔ اس

زراعت دوزی اور دولت پرستی کے دور میں "جمیٹ علماء پاکستان" کے صدر شاہ احمد نورانی اور ان کے رفقاء کار اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ وہ اپنی غربت بے سرو سامانی پر ناز کرتے ہیں۔ ان کے بدترین دشمن بھی ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے کبھی اصولوں پر سودا کیا ہو۔ بیکس بنایا ہو، یا "پارس ٹریڈنگ" میں شرکت کی ہو۔ مولانا شاہ احمد ایک فقیر ہے تو ان کی حیثیت سے سیاسی سفر کر رہے ہیں۔ وہ کل حق کہنے سے نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے جرائم پیشہ لوگ خواہ کتنے ہی دولت مند ہوں کتنے بڑے بڑے محلات میں مقیم ہوں۔ کل حق سے خائف رہتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا ایک بیان اقتدار کے ستوالوں کی کئی دن کی نیند حرام کر دیتا ہے۔

بچھلے دنوں مولانا شاہ احمد نورانی نے حکومت کے مخالف سیاست دانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی تاکہ اس وقت کے حکمرانوں کے ہاتھوں عوام کی جو گت بن رہی ہے اسے روکا جاسکے۔ سارے مخالف رہنما تو قریب نہ آ سکے مگر سارے دینی رہنماؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ لاہور آئے تو بچے پو آئی کے مولانا فضل الرحمن سے محفکری ملاقات کی اس ملاقات میں آپ نے نہایت محتاط الفاظ میں مل کر کام کرنے کا مشورہ دیا۔ بس اتنی سی بات تھی کہ اقتدار کی کرسیاں بٹنے لگیں اور وزیراعظم "بذات شریف" "جنس نفیس" مولانا فضل الرحمن صاحب کے گھر ڈیرہ اسماعیل خان جا پہنچے۔ کان میں کہنے مولانا اتنی بھی بے رخی کیا ہم تو آپ کے نیاز مندوں میں سے ہیں ہملا مولانا نورانی کیا دیں گے؟ ان سے ملاقات کی کیا ضرورت تھی آپ ہمیں ہی حکم کریں جو خدمت ہو پوری ہوگی۔ اللہ کی شان جس وزیراعظم کے پاس مولانا فضل الرحمن صاحب سے ملنے کا مدتوں سے وقت نہ تھا وہ خود ان کے گھر ایک دور دراز گاؤں جا پہنچے۔

میں نے جس کے دیکھنے کو زندگی برباد کی

میری قسمت دیکھئے وہ خود میرے گھر آ گئے

یہ حمایت خداوند مولانا نورانی کی ایک ملاقات کا نتیجہ تھی۔ مولانا فضل الرحمن کا اپنا طرف ہے کہ وہ سونا لیتے ہیں یا "پارس" کے پروگرام کا ساتھ دیتے ہیں۔

شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں صاحب نیازی ایک عرصے تک ایک دوسرے سے کبیہہ خاطر تھے۔ علماء اہل سنت کی بڑی کوشش رہی ہے کہ یہ دونوں رہنما دوبارہ مل جل کر کام کریں۔ اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی منزل کی طرف آگے بڑھیں عراق پر امریکہ اور اس کے پیادوں نے حملہ کیا تو مولانا نیازی نے امریکہ کی جارحیت کے خلاف جان دینے اور عراق کے عوام کے حق میں حمایت کا اعلان کیا تو وزارت سے نکال دیئے گئے۔ ایک عرصے تک وزیرِ اعظم انھیں دوبارہ وزارت دینے میں نال مشول کرتے رہے مولانا نیازی اور ان کے رفقاء ایک عجیب قسم کے سیاسی غلبان کا شکار تھے وہ سوچتے تھے آخر مولانا نیازی نے کون سا اتنا بڑا جرم کر دیا ہے کہ لیلیٰ وزارت کو ایشیائی معشوق کا وعدہ بنا دیا گیا ہے۔ انھیں دونوں مانچسٹر (انگلینڈ) کے اہل سنت نے اپنی جامع مسجد کی تکمیل کے بعد افتتاح کا اعلان کیا۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے وقت مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی مانچسٹر پہنچے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ آج مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہے تو یہ دونوں بزرگ اس افتتاحی تقریب میں بھی شرکت کریں۔ دونوں بزرگوں کو دعوت دی گئی دونوں ایک جگہ جمع ہوئے۔ دنیائے بہت کی آنکھیں اس اجلاس پر لگی ہوئی تھیں کہ دونوں سی رہنما مل کر ایک ہو جائیں۔ مختصر سی ملاقات ہوئی ابھی بات نہ ہونے پائی تھی کہ رات برطانیہ میں مقیم پاکستانی ہائی کمشنر کا فون آیا۔ نیازی صاحب آپ کو وزیرِ اعظم پاکستان سے یاد فرما رہے ہیں۔ ان ملاقاتوں کو چھوڑیں اور آکر قلم دان وزارت سنبھال لیں۔ مولانا نیازی پاکستان پہنچے تو وزیرِ اعظم نواز شریف نے بلا کر کہا "مولانا آپ ہمارے بزرگ ہیں ہم آپ کے نیاز مند ہیں۔ اتنی "بے نیازی" بھی کیا۔ یہ لیں وزارت اور وزارت بھی امور مذہبی کی۔ نورانی (پاس) اپنا کام کر چکا تھا۔

بس اک ٹکڑہ سے ہوتا ہے فیصلہ "دل" کا

دولتِ اندوزی کا زمانہ اور زبردستی کا دور بڑا اندھیروں میں ڈھانپا ہوا ہوتا ہے لوٹ مار کرنے والے ان اندھیروں میں بڑے خوش ہیں اور خوش خراٹے بھرتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ کا ایک قانون یہ ہے کہ ایسے دور میں اپنی محبت قائم رکھنے کے لئے بعض

افراد کو صبر اور صمت دینا ہے۔ دولت کو جوئے کی لوک پر رکھیں اور عوام کو تائیکس کہ دولت کا کھیل وقتی اور ہنگامی ہے۔ مخترب اندھیرے چھٹیں گے۔ لوٹ مار کرنے والے لوگ آفتابِ سیاست کی کرنوں کی تاب نہیں لائیں گے۔ ان روشنیوں میں نگے ہو کر ایوانِ حکومت چھوڑ کر ایسے گمنام کوٹوں میں جا گھسیں گے جہاں ان کے چہرے بچکانے والا بھی کوئی نہ ہوگا اور تاریخ ان کے نام حرفِ غلط کی طرح منادے گی۔

مولانا شاہ احمد نورانی بیس سال سے سیاسی میدان میں ایک قد آور راہنما کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ لوٹنے والوں کو دیکھ دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی پاکستان کی عوام کو کہہ دیتے ہیں۔ "اللہ والو! جاگے رہنا چھروں کی رکھوالی ہے جس صحرے سے گل کر سیاست میں آئے تھے اسی حجرے میں آج تک مقیم ہیں جس مسجد میں نماز تراویح میں قرآن سنایا کرتے تھے آج بھی اس مسجد میں قرآن سناتے ہیں۔ وہی مکان، وہی مسجد، وہی لباس، وہی عمامہ، وہی پٹکا، وہی شب بیداری اور وہی آداب جس راہنما (خواہ مخالف ہی ہو) سے ملاقات کرتے ہیں اسے سونا بنا دیتے ہیں۔ حکومت اس راہنما کو مانتی ہے اس کی اہمیت کا اعتراف کرتی ہے جس سیاسی جماعت سے سیاسی اتحاد کے لئے قدم بڑھاتے ہیں حکومت اس سیاسی جماعت کو "پیار کی ٹکڑہ" سے دیکھنے لگتی ہے۔ یہ مولانا نورانی کی کرامت سے یا پاس کا کرشمہ ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے ملک کی دینی قیادت کو ایک نیا رخ عطا کیا ہے وہ علمائے کرام جو جھڑپوں، روٹیوں، لوگوں کے چندوں، درود و سلام کی مخلوقوں پر زندگی بسر کرتے تھے شاہ احمد نورانیؒ کی قیادت میں جمع ہوئے۔ سیاسی تربیت حاصل کی، سیاسی شعور پایا۔ ملتان اور رائے وٹہ میں اپنی اجتماعی قوت کا مظاہرہ کیا۔ اس نورانی پاس کی قربت کا ثمرہ ہے کہ ان علماء میں سے بعض کو سونے میں تولد گیا۔ کوئی بیج بن گیا۔ کوئی مفتی بن گیا۔ کوئی جتہرین بن گیا۔ کوئی شیخ الوقت بنا کوئی مرشد کامل بن گیا۔ جو اس کے اہل نہ تھے اور زبانِ بیان سے محروم تھے، ذکوۃ، انعامات، اور صدقات کے ڈھیروں پر جا کھڑے ہوئے۔ الحمد للہ آج مولانا نورانی کے تربیت یافتہ اور جانثار ساتھی لاکھوں روپوں کی ذکوۃ

انعامات، اعلیٰ مناصب کے مالک ہیں وہ جو شاعر، مکاروں میں رہتے ہیں اعلیٰ کاروں میں سفر کرتے ہیں ان مراعات یافتہ منصوبوں میں ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو مولانا نورانی کے احسانات کا اعتراف نہیں کرتا مگر حقیقت اپنی جگہ ہے کہ مولانا نورانی کی ایک لکار سے حکومت ان علماء کرام کو اپنے دربار کے قریب رکھنے کی ضرورت محسوس کرتی ہے آج علماء حضرات اپنے نورانی پارس کی قربت کی وجہ سے "سونا" بن گئے ہیں۔ یہ قسم قسم کی دعائیں کنڈن بن کر جھٹک رہی ہیں۔ آج یہ علماء کرام زکوٰۃ، صدقات اور انعامات کی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ مگر مولانا نورانی کو اپنی مسجدوں، خانقاہوں اور غلوں میں بھی آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

جن پتھروں کو ہم نے حطائی تھیں دھڑکنیں جب بولنے لگے تو ہمیں یہ برس پڑے مولانا نورانی کی ایک عادت ہے کہ جو شخص ازراہ عقیدت اپنے بیٹے یا بیٹی کو آپ سے پڑھواتے تو آپ کی مجلس میں جو کچھ ملے اس علاقہ کے عالم دین کو دے دیتے ہیں کہ یہ اس کا حق ہے کئی مجالس میں لوگوں نے یہ منظر دیکھا کہ آپ جو کچھ ملا مقامی عالم دین کو وہاں ہی دے دیا۔ چند سال پہلے امریکہ سے پاکستانی تاجر بیٹے کی شادی کے سلسلہ میں پاکستان آیا۔ وہ مولانا نورانی کا حقیقت مند تھا اس نے نہایت لجاجت سے اصرار کیا کہ نکاح آپ پڑھائیں گے۔ حضرت مان گئے۔ مجلس نکاح میں سینکڑوں لوگ موجود تھے آپ نے نکاح پڑھایا تو لڑکے کے والد نے حضرت مولانا نورانی کو ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش کیا۔ علاقہ کے عالم دین جو اس وقت مولانا نورانی کے مرید تھے آج وہ حضرت مولانا نورانی کے خلاف برا بھلا کہنے کا وظیفہ کرتے ہیں (ہم ان مولانا کا نام ادباً نہیں لکھتے مجلس میں موجود تھے۔ ایک لاکھ روپیہ دیکھ کر لوگوں کو مولانا نورانی کی عادت کا خیال آیا آپ نے روپیہ اٹھایا اور ہاتھ بڑھا کر مولانا کو دے کر کہا مولانا یہ آپ کا حق ہے یہ مولانا ایک عرصہ تک شاہ احمد نورانی کی فیاضی کے پیش نظر آپ کو "ولی اللہ" کہا کرتے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی مجلس نکاح میں بھی علماء کے لئے پارس ہیں۔

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ دنیا پرستی، دولت اندوزی زرگری کا دور ہے۔ نہ ان چیزوں کو برا سمجھا جاتا ہے نہ ان معاملات پر عداوت محسوس ہوتی ہے بس جو ہاتھ بڑھالے مینا اسی کی ہے۔ وزیر مشیر، امیر کبیر "فقیر" بن گئے ہیں۔ اور ملک کی دولت کے پیچھے دوڑ لگا رہے ہیں۔ خواہ ملک کے کپڑے تار تار ہو جائیں۔ وزیروں، مشیروں اور اسمبلی کے اراکین کا تو خیر اس ملک کی دولت کا حق ہے۔ بلکہ "استحقاق" ہے لیکن اب تو ان کے حاشیہ نشین بھی لاکھوں میں کھیل رہے ہیں۔ ملک کی دولت سمیٹنے کے لئے ایسے ایسے اعزاز اپنا لئے ہیں شیطان بھی انہیں اپنا استاد ماننے لگتا ہے۔ پٹاریوں اور کلرکوں کی ٹولیاں باہر نکل پڑی ہیں اور لوٹ کھسوٹ کے اس بازار میں کروڑوں روپوں کی کوٹھیاں اور پلازے بنائے جا رہے ہیں۔ حکمران بے چارے اپنی جدوجہد میں مصروف ہیں وہ کسی کی کیا خبر لیں گے وہ اور کسے پوچھیں کہ تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں ایسے دور میں جن سیاست دانوں کا دامن ان الائنشوں سے پاک ہے وہ "مرد مومن" ہے اور ہی مستقبل کا تابندہ ستارہ ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہر دور دیکھ۔ مارشل لا کا دور، عوامی دور، ضیائی دور، بے نظیر کا دور اور آج کا اسلامی دور اب تو ماشاء اللہ نواز شریف کی "نوازشوں" اور شرافتوں نے ذروں کو "آفتاب" بنا دیا ہے۔ الحمد للہ قائد اہل سنت ان تمام ادوار سے گزرے نہ کبھی آنکھ میلی ہوئی نہ کبھی قدموں میں لغزش آئی۔

یہ عظمتیں ہیں مقدر کسی کسی کے لئے

مولانا کی غربت اور بے مرد سامانی کے باوجود امر حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا جس سیاسی لیڈر یا سیاسی جماعت کی طرف قدم اٹھاتے ہیں یا مختصر سی ملاقات کر لیتے ہیں حکومت کے انعامات کا رخ ادھر پلٹ جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی پیر آف پکاڑا شریف کے احباب میں سے ہیں۔ مسلک روحانیت اور ہم خیال ہونے کی وجہ سے پیر صاحب پکاڑا شریف آپ کو اپنا چھوٹا بھائی کہتے ہیں۔ پیر پکاڑا نے کبھی کسی حکومتی سربراہ یا وزیر کو شمار قطار میں نہیں رکھا ہے کہ ہمارے

منجوس ستارے کے مستقبل کے بارے میں کسی کو نہ بتائیں۔ وہ لندن گئے تو ایک سندھی دوست نے پھر صاحب سے عرض کی "حضور مولانا نورانی یہاں آئے ہوئے ہیں کیا ملاقات کا اہتمام کروں" پھر آف پکارا نے فرمایا "ہاں نورانی ہمارا بھائی ہے لیکن میں نے اب حکومت والوں کو ڈرانا چھوڑ دیا ہے۔"

اس وقت حکمرانوں کے پاؤں تلے زمین نہیں وہ ریت کے صحرا میں سفر کر رہے ہیں وہ فقیر صفت اور حق گورا ہماراؤں سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں ہم ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں کا مشورہ دیں گے کہ وہ حکومت کے پیاروں سے تعلقات قائم کرنے کی بجائے شاہ احمد نورانی سے ایک دو ملاقات کرنے کا پروگرام بنائیں۔ ان شاء اللہ ان کے پیچھے کو بھاگتے ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک گاؤں اور مانچسٹر کی ایک مسجد تک چلے آئیں گے۔ ہم اپنے سنی علماء کرام اور مفتیان عظام سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ اپنی ذکوۃ اور انعامات بڑھانے کے لئے مولانا نورانی کو دعوت کا اعلان کر دیا کریں (دعوت دینے کی ضرورت نہیں مولانا کالے بکروں کا گوشت نہیں کھاتے) ان شاء اللہ ان کے مال و جان میں برکت آجائے گی اور دولت میں اضافہ ہوگا نورانی پارس ایسا رنگ دکھائے گا کہ علماء کرام ماڈل ٹاؤن کا طواف اور اسلام آباد کے پھیرے بھول جائیں گے۔

بعض علماء کرام شاہ احمد نورانی کو برا بھلا کہہ کر اپنے "آقا یا ولی کی نعمت" کا حق نمک ادا کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہ اتنا فائدہ بخش کام نہیں اس سے تو صرف وفاداری شرط اشتواری کا یقین ہوتا ہے پھر مولانا اپنے خلاف گالیاں دینے والوں کو بھی برا بھلا نہیں کہتے اور زبان کی اہمیت کم ہونے دیتے ہیں۔

اپنے بھی خفا ہے مجھ سے بیگانے بھی ناخوش میں زہر ہلا میں کو کبھی کہہ نہ سکا قد
کالی کالی والے ﷺ

قائد المل سنت امام انقلاب جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ اسلامی جمہوری محاذ کے صدر مصلح اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا "دینی قوتوں کا مقابلہ امریکہ کے

نچو ورلڈ آرڈر سے ہے۔ امریکہ اپنے نام نہاد عالمی نظام کی مخالفت کرنے والی قوتوں کو مکمل دینا چاہتا ہے جمعیت علماء پاکستان امریکی سامراج کی سازشوں کے خلاف لٹ کر مقابلہ کرتی رہے گی۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے سپاہی مایوس نہیں ہوا کرتے۔ ہمارا فیصلہ آخری اور اٹل ہے۔ پاک سرزمین کو مکمل والے کے پاکیزہ نظام کا گہوارہ بنائیں گے۔

۔ نئی کے عشق کا راستہ دکھا کے چھوڑیں گے

(روزنامہ "جنگ" کراچی ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۵ء مولانا نورانی کے استقبال میں دلدارِ انگیز خطاب)

دو ٹوک فیصلے

کراچی جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک بار پھر احاطان کیا ہے کہ جمعیت توڑ پھوڑ کر "ادھر" یا "ادھر" جو لوگ سودے کرنا چاہتے ہیں وہ ان شاء اللہ اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ وہ جمعہ کی شام صدر میں جمعیت علمائے پاکستان کراچی ڈویژن کے خادمین اور کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے اس اجتماع سے مفتی جمیل احمد فیضی، صوفی ایاز خان نیازی، مولانا صدیق بلتائی، مولانا محمد حسن حقانی، سید ارشاد علی اور پروفیسر شاہ فرید الحق نے بھی خطاب کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا جمعیت کا ماضی گواہ ہے کہ جھکاؤ نہ کبھی پہنچا پارٹی اور نہ ہی آئی جے آئی کی جانب دہا۔ گزشتہ عام انتخابات کا تجربہ کر لیا جائے تو بھی یہ بات سامنے آجائے گی انہوں نے کہا کہ جمعیت اگر ایم کیو ایم یا پی پی پی میں سے کسی ایک سے سمجھوتہ کر لیتی تو جمعیت کے صدر قوی اسلمی حلقہ ۱۹ء سے منتخب ہو جاتے لیکن جمعیت کو سیٹ پیاری نہیں نظام مصطفیٰ ﷺ پیارا تھا اس انکیشن میں ہی ہم نے اعلان کر دیا تھا کہ پی پی پی اور آئی جے آئی کو ٹے سکے کے دوزخ ہیں۔ یہ دونوں غلط ہیں صرف اور صرف نظام مصطفیٰ ہی صراطِ مستقیم ہے ہم ملک میں جمہوری عمل جاری رہنے کے حامی اور اگر یہ جاری نہ رہا اور چھوٹا مارشل لا لگ گیا تو خطرہ ہے کہ اس سے کہیں اللہ نہ کرے سندھ و دیش بن جائے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ

عورت کی سربراہی کے بارے میں ان کے موقف پر مبنی ایک تفصیلی انٹرویو ۵ جنوری ۱۹۹۰ء کو جنگ میں شائع ہو چکا ہے جس میں یہ حدیث مبارکہ دہرائی گئی تھی کہ ”وہ قوم اصلاح نہیں پائے گی جو عورت کو سکران بناتی ہے۔“ اور یہ بھی کہا تھا کہ ملائے کرام کے نزدیک عورت کی سکرانی غیر شرعی ہے لیکن موجودہ حکومت شریعت کے تحت نہیں بلکہ دستور کے تحت چل رہی ہے انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی مارشل لا کی بی ٹیم تھی لیکن ایسا وہ ہم سے بدلہ لینے کے لئے کہہ رہی ہے کہ بے یو پی پیپلز پارٹی کی بی ٹیم بن گئی ہے انہوں نے لاہور علاقہ ۹۹ کے ضمنی انتخاب کے سلسلے میں مولانا عبدالستار خان نیازی سے ہونے والی میٹنگ کی تفصیلات سے بھی کارکنوں کو آگاہ کیا اور کہا کہ مولانا نیازی نے جمیعت کے امیدوار مولانا عبدالغفور الوری کو دستبردار کرنے کے لئے دس لاکھ روپے انتخابی اخراجات ۲۰۰ کینال مرکز کے لئے زمین اور سیٹ کی ایک نشست کا سودا کیا تھا انہوں نے کہا جمیعت کی شوری نے ۲۸ فروری کو اپنے اس اجلاس میں اس سمجھوتے کو مسترد کر دیا اور کہا کہ یہ سمجھوتہ جمیعت کے ماتھے پر کلنگ کا ایک ٹکڑا ہے انہوں نے کہا کہ اس سارے معاملے میں مولانا عبدالستار خان نیازی کی نہیں غلطی ہے بلکہ اس کی ماسٹر مائنڈ جماعت اسلامی ہے اور ۱۱ برس تک جمیعت کو توڑنے کا کام جزل فیاء الحق نہ کر سکے لیکن یہ کام ان کے جانشین نواز شریف کر کے دکھا دیا انہوں نے اعلان کیا کہ جمیعت علما نے پاکستان کو نہ تو پیپلز پارٹی کی جیب کی گھڑی بننے دیا جائے گا (اور نہ ہی آئی ہے آئی کی دتی بننے دیا جائے گا) انہوں نے کہا کہ مسلم قومیت پر غیر حائل یقین رکھتے ہیں ہم دہشت گرد، نسل پرست، جھٹیم سے کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ میں نے جمیعت کے رفقاء کو بہت پہلے بتا دیا تھا کہ صحت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ باقاعدہ جمیعت کے صدر کی حیثیت سے مستقل میں کارکرد، اس لئے ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء کو جمیعت کے ہونے والے انتخابات میں صدر نہیں بنوں گا اور اگر مجھے منتخب کیا گیا تو مستقل ہو جاؤں گا انہوں نے کہا کہ اب نئی صورتحال سامنے آئی ہے اس میں اپنی استطاعت کے اعتبار سے فرض جماعتوں کا

جمیعت کے سینئر نائب صدر پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا کہ مولانا شاہ احمد لورانی کو راستے سے ہٹانے کے لئے ایک عرصے سے سازشیں ہو رہی تھیں انہوں نے کہا کہ مولانا لورانی کو غریبی یہ ہے وہ منافقت سے کام نہیں لے سکتے جو دل میں ہے وہ زبان پر ہے وہ مال منفعت پر اصولوں کو قربان نہیں کر سکتے۔

قومیتوں کے غیر اسلامی تصور سے بیزاری

جمیعت علما نے پاکستان اور اسلامی جمہوریہ محاذ کے سربراہ مولانا شاہ احمد لورانی نے ایک مرتبہ پھر اس بنیادی اسلامی حقیقت کی جانب اہل وطن کی توجہ مبذول کروائی ہے کہ اسلام میں قومیتوں کی کوئی صحافت نہیں۔ مولانا نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا مرکز کلمہ کرمہ اور مدینہ منورہ ہے اس لئے انہیں کسی اور جانب نہیں جھٹکنے پھرنا چاہیئے۔ یہ بلاشبہ ایک قابل ستائش حقیقت ہے کہ دیگر ملائے کرام کی طرح مولانا لورانی نے بھی اسلامی اخوت و تشخص کے علم کو ایسے نامساعد حالات میں بھی سرگرم نہیں ہونے دیا جب اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ اور معاشرتی امن و سلامتی کے تصور کو انتہائی بے دردی سے پامال کرنے والے بعض سیاست دانوں نے پورے صوبہ سندھ کو نفرتوں کے جہنم میں دھکیل کر شیطانی کھیل شروع کر رکھا تھا اور مرکزی و صوبائی حکومتوں تک کو نسل و لسانی تعصب کے اس مغریت کو لٹکانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اب کدا کا شکر ہے کہ یہ شیطانی چکر بڑی حد تک دھیمہ پڑ چکا ہے لیکن اس کے باوجود بعض خود غرض اور کوتاہ اندیش سیاسی رہنما آج بھی سراسر خلاف اسلام انداز میں عوام کو مختلف قومیتوں میں بانٹ کر قومی اتحاد و محبت کو پارہ پارہ کر دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ جن کتاہ نظروں سے دل و دماغ میں نسل، لسانی اور علاقائی مصیبتیں گھر کر چکی ہیں انہیں ایک آدھ صہیت آموز بیان سے راہ راست پر نہیں لایا جاسکتا۔ لیکن خدا اور اس کے رسول ﷺ کا غلطابہر حال یہی ہے کہ اس قسم کے باطل نظریات کی پورے عزم و اتحاد کے ساتھ ڈٹ کر مخالفت و مزاحمت کی جائے اور مسلمانوں کو حقیقی اسلامی اتحاد کے رنگ میں رنگنے کی

کوششیں پوری طاقت کے ساتھ جاری رکھی جائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اسلام کی حقانیت کو دل و جان سے قبول کرنے والے پاکستان کے غیور عوام قومیتوں کا پرچار کرنے والے خود غرض افراد کی جانب مائل ہونے کی بجائے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں گے اس لئے کہ خدا اور رسول ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی ہدایت دینے والا ہے اور نہ کوئی ہمارا سردار ہو سکتا ہے۔

ایک حقیقت پسندانہ تبصرہ

جمیٹ علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ اگر عوام نے انتخابات میں غلط لوگوں کو چنا تو پھر جہاں کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ملکی سیاست کے تناظر میں بڑی حقیقت پسندانہ بات کہی ہے کیونکہ پاکستان کی پینتالیس سالہ تاریخ گواہ ہے کہ لوگوں نے بالعلوم سیاسی لیڈروں کی دلچسپ باتوں اور چرب زبانی سے متاثر ہو کر انہیں منتخب کر لیا جس کی وجہ سے ملک و قوم کو نہ نئی آزمانشوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے ہاں آج لاقانونیت، بد امنی، اقربا پروری اور تشدد کا جو فحش رجحان پایا جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ ایسے سیاسی رہنما ہیں جنہوں نے اقتدار کے حصول کے لئے سیاسی اور لسانی منافرت، فرقہ وارانہ اور صوبائی تفسد کو ہوا دی۔ بھائی کو بھائی سے لڑایا اور عام آدمی کو یہ دلچسپ اور سہانے خواب دکھائے کہ انہیں منتخب کرنے کی صورت میں وہ دودھ اور شہد کی مہریں بہا دیں گے لیکن اس کے باوجود انہیں منتخب کرنے کی بنیادی ذمہ داری عام آدمی پر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہی رائے دہندہ ہے اس کے ووٹ کے بغیر ایسے غلط لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے لہذا لوگوں پر یہ ہماری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ضمنی انتخابات میں اپنے ووٹ کا نہایت سوچ سمجھ کر استعمال کریں اور ووٹ کی طاقت سے ایسی قیادت کو سامنے لائیں جس میں حقیقی معنوں میں جمہوریت پسندی کے ساتھ ساتھ قانون کی صلاحیتیں بھی بدرجہ اتم موجود ہوں۔

اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ

انوارِ رضیہ



ڈاکٹر محب قادی کے ناول اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے
قومی اسمبلی حلقہ 116 ملتان سے
جمیٹ علماء پاکستان کے نامزد امیدوار
قادر علی سند
مولانا شاہ احمد نورانی
..... کی سیاسی خدمات

ایک انتخابی..... ”لیفٹ“..... جو آج ایک مثال ہے

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدہ نوحہ اعظمی (نورنگی ہاؤس) سرگودھا روڈ نیو ہرا پارک (41200)

0321/0300/0313-0429027 mahboobqadri787@gmail.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ الْحَکِیْمَ

سید الشہداء کے دستِ بولوں کا طبعِ انصاف ہے آپ بھی اطمینانِ قلب کے لیے کراچی کی طرف جہز کریں



ہفتہ وار محفل

بدھ نماز مغرب تا بعد نماز عشاء تک

ایضاً شریعت اور فتنہ کی روشنی میں ایک نیا دور

پیر سیف الرحمن مبارک

پیر انور چینی و قراقرم

محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

حضرت میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی

پیر سیف الرحمن

طریقہ تہذیب و شریعت

حضرت آغا صوفی غلام مرتضیٰ سیفی مدظلہ العالی

بہارِ مقام: آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ بادشاہی روڈ۔۔۔ گجرات

مکتبہ سیفیہ

مدنی بازار، بلگرام قابل کاروان محمدیہ سیفیہ، گجرات

0321-6202022, 0333-8484148, 0533-525831



مولانا شاہ احمد نورانی کے خلیفہ، رفاہی اور علمی کارناموں سے تو ہر خاص و عام واقف ہے آئیے سیاست کے اس ”دستاویز“ کی ان خدمات پر بھی نظر ڈالیں جنہوں نے ایک چھوٹے سے قبیلے میں رہ کر محلوں میں رہنے والوں کو ہلا دینے والی سیاست کی۔ سیاست میں ان کا ”طرز امتیاز“ اصول پرستی رہا ہے۔ اس لئے قلوب مدینہ شریعہ و انجم حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”نورانی نہ بھگنے والا ہے اور نہ ہی بکنے والا ہے۔“

مولانا شاہ احمد نورانی نے اصولوں کی سیاست کو فوقیت دی اور سیاست کو عہدات سمجھ کر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے حقیقی مقصد کے لئے کوشاں رہے ایک مفکر کا کہنا ہے جو حالات کے سامنے سمٹ جاتے ہیں سمجھو کر لیتے ہیں۔ وہ بہت چھوٹے ہوتے ہیں لیکن جو اس کے مقابل ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خمیر کا سودا نہیں کرتے بہت بلند ہوتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا یہی طرز امتیاز ہے یہی ان کی حقانیت کی دلیل ہے اور یہی ان کی صداقت کی نشانی ہے اور انہیں اوصاف کے تحت ان کے جاں نثروں کا نعرہ ہے۔ ”حق و صداقت کی نشانی، مولانا شاہ احمد نورانی۔“

اسیلی کے باہر:

”مسلم قومیت“ کا سرچشمہ خافتا ہیں ہی رہی ہیں کراچی اور حیدرآباد جب لسانی فتنہ اور نسلِ حبیبیت کی گرداب میں آن پڑا تو ”مسلم قومیت“ کی اس ویران وادی میں مولانا شاہ احمد نورانی ہی نے ”مسلم قومیت“ کا نعرہ لگایا۔ نسل، علاقائی اور لسانی سیلاب کے اندر بڑے بڑے سیاسی جہاز ڈوب گئے لیکن نہ ڈوبی تو مولانا شاہ احمد نورانی کی نظام

مصطفیٰ ﷺ کی کشتی بڑے بڑے نام نہاد و جہانگیرہ صاحبان نے مصیبت کی چمکت کو سلام کیا اس کا طواف کیا لیکن اصولوں پر ڈلے رہے تو مولانا شاہ احمد نورانی ہی کی آواز تھی ایک قوم کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کرنے والوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تو مولانا شاہ احمد نورانی نے ہی کی کراچی اور حیدرآباد جو جمعیت علماء پاکستان کا گڑھ تھا۔ جہاں سے مولانا منتخب ہو کر اسمبلی میں جاتے تھے۔ اسمبلی کی سیٹ کو ٹھکرا دیا لیکن دریں اصول کا ڈکا بجا دیا۔ اس صدائے حق کے بلند کرنے میں دہشت گردوں نے ان پر دوبارہ قاتلانہ حملہ کیا لیکن گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی مولانا نظام مصطفیٰ ﷺ کے علم کو بلند رکھا اور فرمایا ”تمہاری گولیاں نظام مصطفیٰ ﷺ کا راستہ نہیں روک سکتیں۔“

اسمبلی کے اندر:

مولانا شاہ احمد نورانی ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی میں آپ جمعیت کے پارلیمانی پارٹی کے قائد منتخب ہوئے اور ایک مجھے ہوئے پارلیمنٹریں اور سیاست دان کی حیثیت سے لوہا منایا آئین پاکستان کی تدوین میں نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ ان کی قومی اسمبلی میں کیا خدمات ہیں ممکن نہیں کہ چند اوراق میں ان کا احاطہ کیا جاسکے لیکن یاد دہانی کے طور پر پیش خدمت ہے۔

حق گوئی و بے باکی:

۲۳ مارچ ۱۹۷۱ء کو قعر صدارت ڈھاکہ میں جب مولانا شاہ احمد نورانی کی ملاقات اس وقت کے صدر یحییٰ خان سے ہوئی تو وہ عالم مدہوشی میں تھے۔ منہ سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ سے نوشی کا شغل جاری تھا۔ یحییٰ نے نورانی میاں سے بات کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا ملک سیاسی بحران میں مبتلا ہے اور آپ نے نوشی کی محفلوں میں رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ شراب کو ہٹائیے۔ مولانا کی گرجدار آواز پر یحییٰ نے فوراً بے لنگ اور گلاس اٹھا دیا۔ یحییٰ ہے مولانا کی ”حق گوئی و بے باکی“۔ (بھولہ ”چٹان“ لاہور)

دورانِ اندیشی اور بصیرت:

انہوں صد انہوں کہ ڈھاکہ میں مولانا شاہ احمد نورانی جنرل یحییٰ کو ملک کی صورت حال سے آگاہ کرتے رہے اور ملک کو ٹوٹنے سے بچانے کی کوشش کرتے رہے لیکن ڈائریکٹر یحییٰ اپنی ہٹ دھرمی، بدکرداری، خام خیالی، حیاشی، غرور، انایت اور غلط اندیشی پر ڈٹا رہا۔ ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کیا گیا۔ فوجی آپریشن ہوا کراچی انڈر پورٹ پر جب کہنہ مشفق سیاست دانوں نے کہا۔ ”خدا کا شکر ہے ملک بچ گیا تو مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا“ ملک ٹوٹ گیا۔“ یہ ہے مولانا شاہ احمد نورانی کی دورانِ اندیشی اور سیاسی بصیرت۔“

آئین میں مسلمان کی تعریف:

پیشوا پارٹی بڑے زور و شور کے ساتھ سوشلزم کا نعرو لے کر اٹھی تھی اور بہت بڑی تعداد میں اس کے اراکین اسمبلی میں پہنچے تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا تھا اور اس کے لئے ان کو آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کروانی تھی۔ بڑی مہارت سے انہوں نے قادیانیوں کے خلاف پہلی اعٹ رکھی۔ اس وقت کسی کو گمان بھی نہیں ہوا ہوگا کہ یہ ”پانچ حرفی قریم“ پاکستان کی سیاست میں کایا پلٹ کر رکھ دے گی۔

مسودہ حلف

خواہ صدر مملکت ہو یا وزیراعظم یا قومی اسمبلی کے مسلم اراکین ہوں یا فوجی سربراہان، مولانا شاہ احمد نورانی کا تیار کردہ حلف نامہ ان کو اٹھانا پڑتا ہے۔ جس کے تحت وہ اس بات کا حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ان کا ایمان ہے اب کوئی بھی کتنا بڑا سوشلسٹ یا سیکولر کیوں نہ ہو جوں ہی وہ اسمبلی میں داخل ہوتا ہے حلف اٹھانے کے بعد اسلام کا سہارا لینے پر مجبور ہے اس طرح مولانا شاہ احمد نورانی نے سوشلزم کے نقوش اور اس کے غدو خال کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔

اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب

مولانا شاہ احمد نورانی ہی کی جمیہ پر اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کیا

گیا۔ اسلام کو سرکاری مذہب تسلیم کرنے کے بعد حکومت پاکستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوگی کہ وہ اسلام کے حلقہ کی ذمہ داری ہوگی۔ اس سے قبل پاکستان کے کسی دستور میں اسلام سرکاری مذہب نہ تھا مولانا نورانی کا یہ عظیم کارنامہ تھا۔

وزیرِ اعظم کا انتخاب

”حمید حزب اختلاف“ کو کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے مقابلہ میں وزیرِ اعظم کا الیکشن لڑے۔ حمید حزب اختلاف کو اس شخص کی تلاش تھی جس میں یہ وصف ہو کہ وہ دھولے اور دھاندلی کے سامنے سینہ سپر ہو اور دھاڑ پڑنے پر مقابلہ سے دستبردار نہ ہو۔ پوری حمید حزب اختلاف کی نظر مولانا شاہ احمد نورانی پر پڑی اور انہوں نے حلقہ طور پر اپنا امیدوار نامزد کر کے یہ اعتراف کیا کہ ملک میں مولانا شاہ احمد نورانی سے زیادہ قد آور سیاسی شخصیت موجود نہیں۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا

آئین میں مسلمان کی تعریف داخل کرانے کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے آئین میں ترمیم کی تحریک پیش کی۔ عقیدہ ختم نبوت آئین کا حصہ بن گیا۔ اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قادیانیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دُشمن ہو گیا۔ پاکستان کے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد نہ صرف یہ کہ قادیانیوں کا اثر پاکستان میں ڈنک ہو گیا بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی مسلمان ان کے دھوکے سے واقف ہو گئے۔ یہ عظیم قادیانیت جس کو ختم کرنے کی کوشش ایک صدی سے کی جا رہی تھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔

پارلیمنٹ ان کیمرہ

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں مولانا شاہ احمد نورانی نے بڑی ذہانت اور تدبیر سے کام لیا۔ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کو قائل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مولانا

شاہ احمد نورانی قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے تھے لیکن مرزا ناصر نے یہ کہہ کر مسئلہ کو مشکل بنا دیا کہ یہ سب ایک طرفہ کارروائی ہے۔ مولانا نورانی نے بھٹو کو مشورہ دیا کہ آپ مرزا ناصر کو بلا لیجئے وہ کہنے لگے مرزا ناصر کو اسمبلی میں کیسے بلایا جاسکتا ہے مولانا نورانی نے کہا کہ مرزا ناصر الدین کو کیمرے میں بلایا جاسکتا ہے اور اسے ”پارلیمنٹ ان کیمرہ“ کہتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی تجویز ہی پر مرزا ناصر کو بلایا گیا اور اس طرح پاکستان میں پہلی مرتبہ مولانا ہی کی تجویز پر ”پارلیمنٹ ان کیمرہ“ بلایا گیا۔

اسلام کا قلعہ استحصال

مولانا نے بڑی جرأت کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا کہ اسلام کو دہشت داستان کے لئے ایک حسین قسم کی دستوری چوکنے میں سہانے کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن عملی طور پر نافذ کرنے اور عمل کرانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اس طرح انہوں نے اسلامی کونسل کی بے بسی پر سخت تنقید کی اور کہا کہ اس کو غیر موثر ادارہ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ جس کا کام صرف مشورہ دینا ہے وہ بھی جب اس سے مشورہ طلب کیا جائے اس طرح انہوں نے بھٹو کے تیار کردہ دستور کو سختی سے چیلنج کیا اور ایک ترمیم کے ذریعہ سات سال میں اسلامی قانون کے نفاذ کی دفعہ آئین میں شامل کرائی۔

بنیادی حقوق پر ڈاکہ

مسودہ دستور میں جہاں اسلامی دفعات سے انحراف کیا گیا تھا وہاں اس وقت کی حکمران جماعت نے ہر فرد کے بنیادی حقوق اور آزادی کے اقدار پر بہت بڑا ڈاکہ ڈالا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور لوگوں کے حقوق بحال کروائے۔

عدلیہ کی آزادی پر حملہ

مولانا شاہ احمد نورانی نے پارلیمنٹ میں عدلیہ کی آزادی پر سخت موقف اختیار کیا اور تجویز پیش کی عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل علیحدہ رکھا جائے۔ جو منظور کی گئی اور عدلیہ کو

انتظامیہ سے ملے ہوئے کام کے لئے کام بھی شروع ہو گیا تھا۔

گرمی خیر کی جیل:

مولانا شاہ احمد نورانی ہی کی کاوشوں اور سماجی بصیرت کا نتیجہ تھی کہ پاکستان قومی اتحاد معرض وجود میں آیا اور ملک میں ایک ایسی تحریک چلی کہ اس سے قبل اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تحریک کا بنیادی مقصد نظام مصطفیٰ علیہ السلام کا نفاذ تھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کو پابند سلاسل کیا۔ قید تنہائی میں رکھا سب سے زیادہ اذیت مولانا نورانی ہی کو پہنچائی۔

۳ جولائی کی شب پاک فوج کے جرنیلوں نے جب اقتدار پر قبضہ کر لیا تو مولانا شاہ احمد نورانی کو ایک بار پھر گرفتار کر لیا گیا۔

مارشل لاء کا خاتمہ اور بحالی جمہوریت کی جدوجہد

جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد ۱۹۷۳ء کے آئین میں تھوک کے بھاء تراہیم کر ڈالیں۔ غیر جماعتی بنیاد پر انتخابات کرائے۔ جمیعت علماء پاکستان کو ترغیبات بھی پیش کیں۔ لیکن مولانا شاہ احمد نورانی نے بھو اور ضیاء الحق کی پیش کردہ تمام ترغیبات کو ٹھکرا دیا۔ اور اصولوں پر ڈٹے رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے مارشل لاء کی کھل کر مخالفت کی۔ اور وطن عزیز میں جمہوری عمل کو جاری و ساری رکھنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جنرل ضیاء الحق نے اراکین اسمبلی کو احتجاجی اخراجات کی پابندی سے مستحکم قرار دے کر ان کی بے ایمانی کو سند جواز مہیا کیا۔ آئین میں تراہیم کر کے پارلیمنٹ کو بے اختیار بنا دیا اراکین کی رکنیت کا انحصار ضیاء الحق کی خوشنودی پر تھا۔ پارلیمنٹ مجبور محض تھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی نگاہ میں ایسے اراکین ”مجبور روزگار“ تھے مولانا شاہ احمد نورانی نے ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخاب کا بائیکاٹ کیا ان کا موقف تھا کہ اس انتخاب سے قومی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی اور قوم برادری اور نگرہوں میں بٹ جائے گی۔ لوگ بے ضمیر ہو جائیں گے لوگوں کو سیاسی رشوت دی جائے گی قوم ایک ایسے بحران سے دوچار ہو جائے گی۔ جہاں سے اس کی واپسی ناممکن ہوگی۔ مولانا نورانی کی پیشین گوئیاں لفظ بہ لفظ

درست ثابت ہوئیں۔ آج جو قوم کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے جو ہارس ٹریڈنگ ہو رہی ہے اس کی داغ بیل ضیاء الحق نے ہی ڈالی تھی مولانا نورانی نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے ضیاء الحق سے اس لئے بھی اختلاف کیا اور صدائے حق بلند کی کہ ضیاء الحق نے ہوس اقتدار کے نشہ میں ملک میں جمہوری عمل کو بے تحاشا نقصان پہنچایا اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے قومی بندھن کے تار پود کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

خارجہ پالیسی: پاکستان کا محکمہ خارجہ ایک سفید ہاتھی ہے

مولانا شاہ احمد نورانی کا پاکستان کی خارجہ پالیسی میں موقف یہ ہے کہ پاکستان کو اسلامی ممالک میں ایک حاشی کردار ادا کرنا چاہئے۔ افغانستان کے سلسلہ میں انہوں نے ہمیشہ کہا ہے کہ افغانستان ہمارا پڑوسی ملک ہی نہیں بلکہ ایک اسلامی ملک بھی ہے جن سے ہمارا خون رشتہ بھی ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا کہنا ہے کہ برادر اسلامی ممالک کو اپنے دفاع اور عالم اسلام کے دفاع کے سلسلے میں مشترکہ تدابیر اختیار کرنی چاہئے مولانا نورانی کے مطابق پاکستان کا محکمہ خارجہ ایک سفید ہاتھی ہے۔ اور قومی خزانہ پر بوجھ ہے۔

افغانستان کے سلسلہ میں مولانا کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ افغانستان سے براہ راست بات کرنی چاہئے لیکن امریکہ کے حاشیہ برداروں نے ان کی ایک نہ سنی لیکن جب امریکہ اور روس نے افغانستان سے براہ راست بات چیت کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو وزارت خارجہ پاکستان بھی آمادہ ہو گئی۔ کاش مولانا شاہ احمد نورانی کی باتوں پر شروع ہی میں عمل کر لیا جاتا تو یہ خون خرابہ نہ ہوتا۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا طنزیہ بحران پر یہ مشورہ ہے کہ بجائے پاکستان ایک پارٹی بنے اس کو حاشی کردار ادا کرنا چاہئے۔

ایران عراق جنگ بندی میں اہم کردار

ایران عراق کی جنگ ختم کرانے میں مولانا شاہ احمد نورانی نے عظیم کردار ادا کیا انہوں نے ایران عراق کی جنگ بندی کے لئے ایشیاء کی نمائندگی کی اور اقوام متحدہ کے

نیکوئی جزل سے مل کر جنگ کے خاتمہ کے لئے اہم کردار ادا کیا مولانا شاہ احمد نورانی کی ملاقات کے تھوڑے ہی دنوں بعد جنگ بندی ہوگئی۔ انہیں کی کوششوں سے جنگی قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا۔

معاشی تہاویز

مولانا شاہ احمد نورانی نے قوم کو معاشی بحران سے نکالنے کیلئے ہمیشہ ٹھوس تہاویز پیش کی ہیں۔ ان کی نظر میں سب سے اہم مسائل مہنگائی و بیروزگاری ہیں۔ مہنگائی اور بے روزگاری کی ذمہ دار بدعنوان اور رشوت خود انتظامیہ ہے ملک کو معاشی بحران کے چنگل سے نکالنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ یہ موقف اختیار کیا ہے کہ پاکستان کو "خود کفیل" ہونا چاہیئے۔ قرضوں کی بھینک سے بچکارا حاصل کرنا چاہیئے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بیروزگاروں کے لئے بیروزگاری الاؤنس دینے کی تجویز پیش کی ہے اور بیت المال قائم کرنے کا مشورہ دیا ہے ملک سے مہنگائی ختم کرنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی نے انتظامی اور غیر انتظامی اخراجات کو کم کرنے کا طریقہ کار پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ کارپوریشنوں کو ختم کر کے ۱۵ ارب روپیہ بچایا جاسکتا ہے۔ جو غریب اور مفلس عوام پر خرچ کر کے ان کو افاقہ کشی سے بچایا جاسکتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ برسر اقتدار طبقہ کی شاہ خرچیوں سے کی کھل کر مذمت کی ہے معاشی بحران کو ختم کرنے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کا موقف ہے کہ پورے ملک میں صنعتوں کا جال بچھا دیا جائے اس کے علاوہ دفاعی پیداوار میں بھی ملک میں خود کفیل ہونا کہ "مانگے تاکے" کے اسلحہ سے جان بچھوٹ جائے۔ نورانی میاں اس موقف پر سختی سے ڈٹے ہوئے ہیں کہ پاکستان کو ایلم بم بنانا چاہیئے تاکہ ملک پر کوئی دشمن بری نگاہ نہ ڈال سکے۔

مولانا کی قدر آور شخصیت اور ان کی فکری صلاحیت کو مکمل طور پر پیش کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے سیاسی اور معاشی افکار کو قارئین کے سامنے پیش کر کے پاکستان کے اس "عوام دوست" کا کردار عوام کے سامنے پیش کیا جاسکے تاکہ ان کو فیصلہ کرنے میں اور رائے دینے میں کوئی دقت نہ ہو۔

اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ

انوار رضا

المیہ انقلاب

گفتگو

چودھری حمایت علی

ترتیب دہدین

کنوراختر حسین

المیہ انقلاب
گفتگو
چودھری حمایت علی
ترتیب دہدین
کنوراختر حسین
مکتبہ اسلامیہ جامعہ اسلامیہ
انتخاب صلب اسلام

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادیانہ سیدنا محبت اعظم سنیٹ (نورانی نمبر ۱) سرگودھا روڈ جوہا پار (41200)
0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



ہر ایسی عظیم کو اپنے اغراض و مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ایک عرصہ کا تعین کرنے کے بعد اپنے مقاصد کے حصول کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہئے کہ آیا ہم نے اپنے عرصہ میں اپنی منزل کے حصول کے لئے کتنا سفر کیا ہے؟ منزل کے حصول کے لئے اب مزید کتنا عرصہ درکار ہوگا؟ ماضی کو سامنے رکھتے ہوئے حال کے فیصلے کئے جاتے ہیں تاکہ مستقبل میں قوم کا ان کے ہاتھوں کوئی اجتماعی نقصان نہ ہو جائے۔

انجمن طلباء اسلام عرصہ ۲۲ سال سے انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے تعلیمی اداروں میں نوجوانوں کے اذہان تیار کر رہی ہے تاکہ ملک پاکستان (جو طویل عرصہ ہمارے اسلاف کی قربانیوں کے ثمرہ کے طور پر ہمیں ورثہ میں ملا ہے) میں نظام مصطفیٰ ﷺ کی عملی تفسیر پیش کی جاسکے۔ جس سے شہداء کی روحوں کو مزید سکون ہو۔ ملت اسلامیہ کی بیداری کے لئے اسلام کا عملی نمونہ پیش کیا جائے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یہاں مخالفین پاکستان (تحریک پاکستان کے مخالف) اسلام دشمن عناصر مختلف روپ و حمارنے کے بعد ملک گیر سطح پر، ہر شعبہ میں متحرک ہو گئے۔ جس سے ملک انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کی صحیح سمت میں گامزن نہ ہو سکا۔ لیکن ملک کے اندر گاہے گاہے غیر مسلم لابیوں اور ان کے کارندوں کے جواب دینے کے لئے علماء حق نے مذہبی تشخص کو رخ نہ ہونے دیا۔ فتنہ قادیانیت ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور سازش جو اسلام کے خلاف ہو بلکہ ہر باطل قوت کو پاش پاش کرنے میں علماء حق پیش پیش رہے اس طرح ان کے تمام حلوں، سازشوں کو ناکام بنایا جاتا رہا۔

انکم کے کچن
M. K. FAN



ہزاروں کارکنانِ رشی اور پابند سلاسل رہے۔ بالآخر ملک میں اور ایک مارشل لاء لگ گیا۔ اس تحریک نے بین الاقوامی سطح پر یہ چیز ہر ذہن میں باور کرا دی کہ پاکستان کے شہری نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے علاوہ اور کوئی قانون اس ملک میں نہیں چلے دیں گے۔ مارشل لاء کی پھرتی حکمت مصطفیٰ ﷺ کے قانون کو بہت ہی راس آتی ہے لہذا انہوں نے ۷ آسمانہ نظام کی حمایت کرنا شروع کر دی۔ اور انقلاب کی قربانوں پر نظر رکھے ہوئے علامہ حق میں سے علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ سید احمد سعید کاظمی، مولانا حامد علی خان صاحبان جیسی عظیم شخصیات نے ایک فکر ہو کر مارشل لاء کے قاصبانہ نظام کی ڈٹ کر مخالفت کی۔

عوام میں حکمت مصطفیٰ ﷺ اور اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے کے لئے ملتان میں سنی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ ملک کے ہر کونے سے اس کانفرنس میں عوام الناس نے شرکت کی لاکھوں کی تعداد میں کارکنان نے مدینہ الاولیاء ملتان شریف میں اکٹھے ہو کر تحریک پاکستان کے اجتماعات سنی کانفرنس مدارس دیگر اجتماعات کی یاد تازہ کر دی۔ انجمن طلباء اسلام کے نوجوانوں نے بزرگوں کے شانہ بشانہ کام کر کے کانفرنس کا مہیا کر دیا بلکہ نوجوانوں کے ساتھ مشورہ سے بزرگوں نے ہر کام کو آخری شکل دی۔

اس کے بعد میلہ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس رائے دہ (مصطفیٰ آباد) میں انعقاد پذیر ہوئی۔ اس کانفرنس کے روحانی کیف کے بارے میں اس وقت کے مندوبین آج بھی بڑی محبت و الفت سے یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس پروگرام میں مجاہد ملت عبدالستار خان نیازی اور قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے آپس میں بازو ملائے اور کھڑے ہو کر سچ کے تینوں جانب اکٹھے گھومے اور لوگوں کے نعروں، جوش و جذبہ کا ہاتھ ہلا ہلا کر جواب دیتے رہے کسی شخصیت کے لئے فقید المثال عوامی جذبہ و جوش تھا شرکاء تھے ہیں کہ قاضین کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ اب ذرا ہر کوئی غیر جانبدار نظر سے دیکھے کہ ملتان شریف اور رائے دہ (مصطفیٰ آباد) کے اجتماعات کے بعد باشعور ہر شہری کا سینہ کتنا کشادہ ہوگا۔ اجتماعات میں شریک لاکھوں تمام افراد اپنے اپنے علاقہ میں واپسی پر ان پروگراموں کا

نکس کس محبت اور جذبے سے ہر شہری کے سامنے رکھے ہوں گے۔ ان پروگراموں کے اوّل تا آخر کارکنان انجمن طلباء اسلام نے پورے ذوق شوق سے کام کرنے کو سعادت سمجھا دونوں روحانی و تربیتی اجتماعات مارشل لاء دور میں ہوئے انجمن طلباء اسلام کے مرکزی رہنماؤں سے لے کر کارکنان تک سب نے اس میں دل جمعی سے کام کیا۔ بلکہ ملتان شریف کی کانفرنس میں ریخ باد پر نظر رکھتے ہوئے وقت اور مفادات کا تقاضا پرکھتے ہوئے نوجوانوں کے جذبات بگھنے ہوئے برادر حاجی محمد حنیف طیب صاحب (اس وقت صوبہ سندھ سچے یوپی کے جنرل سیکرٹری تھے) نے ارشاد فرمایا کہ جس سنی بھائی نے اپنی سیاسی زندگی گزارنی ہو وہ جمیعت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کرے۔ جس نے صرف مذہبی زندگی گزارنی ہو وہ جماعت اہل سنت میں شامل ہو جائے۔ جو طالب علم ہے وہ انجمن طلباء اسلام میں شامل ہو جائے۔ یہ تین نکاتی فارمولا اہل سنت کے لئے آج بھی شافی اور کافی ہے۔ (انھوں کہ خود حاجی یوسف اس خود ہندہ فارمولے کے ساحل امن سے سیل مفاد و اجتہاد کی بے رحم موجوں میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں) انجمن طلباء اسلام کے اس وقت کے مرکزی صدر نے کسی طرح بھی اس فارمولے کی مذمت نہ کی۔ کارکنان کی سطح پر بھی غیر سیاسی یا آزادانہ پالیسی کے بارے میں کوئی واضح لائحہ عمل سامنے نہ آیا۔ برادران ہم نے ۲ جنوری ۱۹۸۷ء کو جو عزم انقلاب کا نعرہ لگایا تھا وہ صرف پہلے خوشگوار تعلقات کو بحال کرنا مقصود ہے۔ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو تین نکاتی فارمولا کے ذریعے ہی نشی کیا جا رہا تھا۔ بلکہ خاص و عام کے سامنے بڑا اجتماع عام میں ماضی کے خوشگوار تعلقات کو مستقبل کے لئے تیار جا رہا ہے۔ آخر ان پروگراموں کی کامیابی کا راز نوجوان اور بزرگوں کی ہم آہنگی تھا۔ اس کے بعد عوام الناس میں سے بھی افراد اپنے اسلامی تشخص کو بڑے غریب انداز میں کھل کر پیش کرتے تھے غریب و امیر میں بھائی چارے کی نفاس سے اسلامی تشخص کا احساس پیدا ہو جانا یقیناً اسلام دشمن عناصر کے لئے موت کا پیغام تھا۔

پھر کل طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد میں نظریاتی یکا گت، بڑی انقلابی صورت حتیٰ نسل نو میں سے انجمن طلباء اسلام کے کارکنان کے حوصلے یقیناً بڑے

بلند ہو گئے۔ انہیں محنت و مشقت سے کام کرنے میں حوصلہ محسوس نہ ہوتی تھی جس کو جو ان کے کردار کو مسخ کرنے کے لئے غیر مسلم لابیوں نے پیش بہا حربے استعمال کئے وہ لو جو ان انہیں بنامہِ نور کی حیثیت سے مستقبل میں ابھرتا نظر آ رہا تھا۔ وہ لو جو ان جس کے سینہ سے عشقِ مصطفیٰ ﷺ شمع کرنے کے بارے میں ہر وقت پریشان رہتے تھے وہ لو جو ان ماضی کے ساتھ ساتھ زمانے حال کے اپنے بزرگوں کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی سننے کے لئے تیار نہ تھا۔ صدیوں سے یہود و نصاریٰ کی پالیسی پھر سے خاک میں ملتی نظر آ رہی ہے۔ اب پھر سے ان اسلام دشمن لابیوں کی مکارانہ چالیں چلنا شروع ہوئیں۔ انہوں نے اپنے خاص اعداءِ فکر سے ہر ایک کے سینے میں خود غرضی کا بیج بوتا شروع کر دیا کہ یہ پروگرام تو آپ دوستوں کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ بزرگ شیخ پہ بیٹھنے کے علاوہ کیا کام کرتے تھے۔ ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق جہانمہ دینے کی کوشش کی گئی۔ شیطانی سوچ نے ہر سینہ میں جوش مارا بعض نے تو اپنی قوتِ ارادی سے اس پہ قابو پالیا۔ مگر بعض نے کہا شروع کر دیا کہ میں پروگرام میں محنت نہ کرتا تو پروگرام نہیں ہو سکتا تھا حتیٰ کہ افراد نے مرکزیت سے کٹنا شروع کر دیا ان باتوں کو سمجھنے کے لئے ہمارے کے اعتراضات کتاب کا مطالعہ کیجئے جس نے عربوں کی ایک ہی اسلامی مملکت کو پہلے عربی ازم اور عجم کے پتھر میں ڈال کر کمزور کیا بعد میں انہیں علاقائی عصیت میں ڈال دیا۔ جس کا نتیجہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بنی ہوئی اسلامی ریاستیں سوائے غیر مسلم لابیوں کی کارسہ لپسی کے اور کیا کر رہی ہیں۔ آخر اتنی بڑی اسلامی مملکت کو سیدھا انگریز نے اپنے روپ میں آکر نشانہ بنا کر اسلامی مرکز کو پارہ پارہ ہی نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے اندر ہی سے نام نہاد حالات کے مطابق تقویٰ کا لبادہ اوڑھے، کم ہمت، پست حوصلہ خود عرض لوگوں کی فہم پر محنت کی انہوں نے حیلوں، بہانوں سے مرکز کو کمزور کر دیا۔

پاکستان میں بھی ملتان اور رانے وٹ (مصطفیٰ آباد) کے اجتماعات کے بعد فیصل آباد (لاکھ پور) میں بھی اسلامی شخص کے حوالہ سے پروگرام کامیاب ہو جاتا تو یقیناً صورتِ حال مختلف ہوتی مگر جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ اس سارے کام کو انہوں ہی کے

روپ میں اسلام دشمن عناصر نے تباہ کر دیا۔ اب فیصلہ کارئین کو یہ کرنا ہے کہ یہ تینوں پروگرام کامیاب ہو جاتے پھر اسلامی شخص، عرب، امیر کے ساتھ طلباء اور مزدور، کسان، صنعت کار، زراعت پیشہ، شہری اور دیہاتی میں یکساں نظریاتی آمنگ ابھرتی۔ کیا پھر بھی ہمیں امریکہ، روس کی جانب انقلاب کے لئے سہارے کی ضرورت ہوتی؟

یقیناً امریکہ اور روس کے ہم مرہونِ محنت نہ رہتے۔ بلکہ جس مقاصد کو ہم پیورو کر رہی کہتے ہیں میرے خیال کے مطابق ان میں سے بھی بعض کے دلِ محبتِ مصطفیٰ ﷺ سے روشن ہو چکے ہوتے وہ بھی انقلاب کے لئے ایک بہانے کی تلاش میں ہوتے اگر تینوں پروگراموں کی کامیابی کے بعد اسلامی شخص کو تمام شعبہ ہائے زندگی کے افراد پر نظر دوڑا کر دیکھیں تو صورتِ حال یہ سامنے آتی ہے کامیابی کی اس صورت میں قائدینِ عوام کو سیدھا اسلام آباد کی جانب رخ کرنے کا اشارہ بھی کرتے۔ جب بھی عوام ان کو ان کے اس اشارے پر انہیں شرمندہ نہ کرتی کیونکہ یہ عوامی انقلاب ہوتا عوامی انقلاب کے سامنے ہر منصوبہ بندی ناکام ہو جاتی ہے۔ جیسے حکومت امریکہ نے فلپائن میں مسز اکیو کی آخر دم تک زبردست مخالفت کی مگر مسز اکیو عوامی انقلاب کے سیلاب سے امریکہ کی ہر منصوبہ بندی اور وسائل کو بہا کر لے جانے میں کامیاب ہو گئی۔ مسز اکیو کے تحت فہم ہونے کے بعد امریکہ کو اس کے ساتھ انہام و تنہیم مجبور کرنا پڑی۔ لیکن ہمارے پاکستان میں تو عوام الناس میں عوامی انقلاب کے ساتھ روحانی اقدار کو زعمہ کرنے کا رواج بھی عام ہے۔ لہذا یہاں کا انقلاب امریکہ، روس کا مرہونِ محنت نہ ہوتا۔ اگر کم ہمت، مغاد پرست عناصر اپنی قیمت لگوانے کے چکر سے کھل کر قوم کا اجتماعی مفاد سوچتے تو پھر ہر صورت پائیدار اسلامی شخص عوام میں جڑ پکڑنے والا تھا۔ جس سے انقلابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ ملک کا مقدر بننے والا تھا۔ مگر بد قسمتی سے غیر مسلم لابیوں کی جانب سے ایسے مکارانہ وار کئے گئے کہ ہر آدمی میں نفسا نفسی پھیل گئی۔ میری یہاں کہنے سے مراد وہ حضرات ہیں جن سے مزدور، کسان، طلباء، صنعت کار، سرمایہ دار اہل علم حضرات کو بھرتو قہات وابستہ تھیں۔ وہ حیلوں، بہانوں سے ضیاء الحق مرحوم کی مجلسِ شوریٰ میں اسلام کے نام کا بہانہ بنا کر چلے گئے مگر دیکھنا یہ ہے

کہ سالہا سال کے بعد جب شوری نے بھی اپنے مقاصد میں چلے بھانے احوط کر اسلام کو بدنام کرنا شروع کر دیا تو پھر وہ افراد جو لاشوری طور پر مرکز سے کٹ کر صرف اسلام کے نام کی وجہ سے وابستگی اختیار کئے ہوئے تھے وہ تو دوبارہ لوٹ کر مرکز کی جانب آگئے یا حکومت کے دھوکے سے جان بخشی کروا کر گھر بیٹھ گئے۔ وہ تو بدینتی کی بنا پر مرکزی کوتاہ کرنے پر تھے رہے۔

انہوں نے ہر صورت آمر مطلق خیال الحق مرحوم کے آخری سانس تک میارہ سال آمریت کی وفاداری بھائی۔ کیا اتنے سالوں میں اسلام کی باقاعدہ عملی شکل ملک میں وہ بنا سکتے ہیں؟ آپ اس سارے معاملے پر ایک نظر دوڑائیں کیا جو عمل میں نے پہلے عرض کیا کہ اسلامی شخص مرکز سے وابستہ رہ کر قائم کرنے میں جب ہم کامیاب ہو جاتے تو پھر تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلاب کا تصور عملاً آجاتا ہے بصورت دیگر جلد بازی کا نتیجہ دیکھ لیں کہ اب ساری امیدوں پر پانی پھر چکا ہے کہ نہیں آپ خود فیصلہ کریں کہ آخر مرحوم کون ہے؟

انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کی ملک گیر تحریک ۱۹۷۷ء میں بھائی افتخار شہید کے خون کا پہلا قطرہ جو اس سرزمین پر گرتا تھا کہ اس نے تحریک میں ایک روح سی پھونک دی۔ اس تحریک کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مزدور کسان، صنعت کار، جاگیردار، سرمایہ دار، علماء کرام، مشائخ کرام، شہری، دیہاتی بلکہ طلبہ تک بزرگوں سے اس حد تک اجتماعی مفاد کے لئے غلوں نیت سے ہم آہنگ تھے کہ فوج نے بھی عوام کے سامنے گولیاں چلانے سے انکار کر دیا۔ مگر مارشل لاء کے آنے کے بعد بھی فوج وہی کام کر سکتی تھی کہ ایک آرڈر کی فوج کے آفیسروں نے پہلے ہی حکم عدولی کی تھی جب عوام ان کے سامنے جم عظیم کی صورت میں فولا دی دیوار بن کر ڈٹی رہی شہادتوں کے باوجود راستہ نہیں دے رہے تھے مجبوراً فوج کا انکار تھا۔ مارشل لاء کے بعد بھی تو فوج بھی کچھ کر سکتی تھی عوام کے اتحاد و اتفاق کو کس نے توڑا، کم ہمت اور خود عرض لیڈروں نے یقیناً توڑا، پھر کیا اسلام آگیا۔

اب خود سوچیں کہ اسلام کے عملی نفاذ کی راہ میں کون سا نولہ آڑے آتا ہے یقیناً یہی صورت حال سامنے آتی ہے کہ مرکز سے کم ہمت اور خود عرض لوگوں کا علیحدہ ہو جانا مزید کمزوری کا باعث بنتا ہے۔ ثابت قدمی سے اس وقت لیڈر ڈلے رہے تو معینہ مدت میں ملک گیر احتجاجات ہو جاتے۔ تب جو پارٹی بھی سامنے آتی وہ عوام کی جذبات کی ترجمان ہوتی۔ اب ملک ۱۱ سال آمریت کے دور سے جیسے گزرا کسی صورت بھی اس وقت کے قومی اتحاد کے لیڈر جو مارشل لاء کے قابضانہ نظام کی تائید میں اتحاد سے جلدی سے علیحدہ ہو گئے انہیں مصیبت اور لسانی جھگڑوں اور دیگر نقصانات کے ذمہ دار گردانے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ اب ملک میں ترقی کی راہ سے ہٹنے کے جو ذرائع سامنے آئے ان میں نام نہاد لیڈروں کو اللہ کے ہاں ضرور سزاوارٹھرایا جائے گا۔

برادر حامی محمد حنیف طیب نے تین نکاتی فارمولا جو ملتان شریف کانفرنس کے موقع پر سٹیج سے پیش کیا۔ ملت اسلامیہ کے لئے عالمگیر سطح پر انقلابی روپ دھارنے کے لئے کافی ہے۔ اس وقت اس فارمولے کو ہر شہری میں کس حد تک پذیرائی ہوئی ہوگی مگر انیس صد افسوس کہ یہ فارمولا سٹیج کی ذہنیت بن جانے کے علاوہ دل کے نہاں خانوں کے قریب سے بھی نہ گزرنے دیا گیا۔ اب عوام تو مقرر یا لیڈر کے الفاظ کی ادائیگی پر غور و فکر کے بعد کٹ مرنے پر تیار ہے مگر لیڈر واقعی داویلے کے لئے بڑے بڑے منصوبے پیش کرتا ہے۔ وہ تو اپنی ہی کبھی ہوئی باتوں کو حلق سے نیچے اتارنے کے لئے تیار نہیں۔ رحمت خداوندی کیسے نازل ہو؟ رب کریم ہی کوئی مسیحا صفت افراد بھیج کر قوم کو منزل تک پہنچانے کے لئے اریزہ پیدا فرما دے۔ ورنہ لیڈروں کو تو یاد ہی نہیں کہ اس جہاں کے بعد دنیا نے محشر میں ہم نے یہاں کے بلند بانگ دھوؤں کا حساب بھی دینا ہے۔

ہم نے خطبے دل سے سوچنا ہے کہ بھائی محمد حنیف طیب کا یہ تین نکاتی فارمولا اس وقت کانفرنس کے مندوبین میں سے چوتھا جسے بھی اس کو عملاً اپنا لین پھر ہماری تنظیم کو کس حد تک مستحکم ہونے میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ بالفرض وسائل نہ بھی ہوتے اس صورت میں ہم نسل نو کو ایک منزل کی جانب لے جانے میں یقیناً ایک تحریک کی

صورت میں کامیاب ہو سکتے تھے مگر چھائی حصہ افراد اس کو کیسے قبول کرتے جبکہ ہائی فارمولا صرف اسے سچ کی زینت کے علاوہ داد کی بھوک مٹانے پر مل گئے قوم کے مستقبل کی فکر ان میں ہو تو کم از کم ہائی فارمولا استقامت کے ساتھ اس کام کو چلانے رکھتے کبھی بھی شارٹ کٹ مارنے کے پکار میں نہ ہوتے۔

برادر حاجی محمد حنیف طیب صاحب کے بقول ہے یو پی والے نوجوانوں کو ساتھ چلانا پسند نہیں کرتے۔ میں اس سلسلہ میں بھی عرض کروں گا کہ انہیں یہ بات تو جلد ہی سمجھ جانی چاہیے تھی۔ جب وہ JUP صوبہ سندھ کے جنرل سیکرٹری تھے۔ انہیں تقریباً اس وقت بحیثیت خادم کے عظیم میں رضامندی بہتر تھا تا کہ ان کے پیچھے نوجوان طلبہ کی کھپ اپنا راستہ نہ بدلتی۔ جن لوگوں کو ان کی ترقی سے حسد تھا ایڈری ان کے حوالے فراخ دلی سے کر دی جاتی۔ کچھ عرصہ بعد جب A-T-I کے کے ہم خیال عظیم نوجوان ہے یو پی میں غالب اکثریت سے آجاتے۔ تو یقیناً یہ ایک پائیدار انتخاب ہوتا اور عظیم مضبوط ہوتی۔ کیونکہ بحیثیت عظیم کے دامدار فرد رہنے سے ان کی پزیرائی کشمیر سمیت ملک کے چاروں صوبوں میں تھی۔ ان سے حسد کرنے والا طبقہ ہمیشہ کے لئے پیچھے رہ سکتا تھا میرے خیال سے اگر ہائی فارمولا کے نزدیک کوئی خمیری لگے ہوئی تو یقیناً یہ رنگ اختیار کرنا آسان ہے۔

ایک اور سوال کہ قائدین بھی نوجوانوں کو پسند نہیں کرتے ضمنی احتیاجات میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب نے اپنی نشست خالی کی کیا اس وقت ان کی اپنی برادری اور ہے یو پی کے احباب میں سے کوئی آدمی اس قابل نہ تھا کہ صوبہ سندھ میں سے جن کر کسی فرد کو قائد کی نشست پر الیکشن لڑایا جاتا مگر قائد کی نظیر انتخاب برادر حاجی محمد طیب پر پڑی ہر طرح کے تعاون کے ساتھ انہیں الیکشن لڑایا گیا۔ اس کے علاوہ قائدین کی قربت انہیں بہت نصیب رہی، اتنی قربت کے بعد عظیم A-T-I کا پہلا نوجوان جس نے بزرگوں کو صرف چھوڑا ہی نہیں تھا بلکہ سب احباب کو ہے یو پی میں بغاوت کرنے پر ایک پریشر گروپ کی ریڈہ کی ہڈی کا کردار ادا کیا یہی تھا غزالی زمانہ، رازی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کو قائدین سے صلح کروانے کے بعد بھائی حاجی محمد حنیف صاحب

اگر بذریعہ اخبار بیان جاری کر دیتے کہ میرا ظہور الحسن بھوپالی کی عظیم استحکام پاکستان کونسل سے کوئی تعلق نہیں ہے اس میں کیا حرج تھا؟ پھر جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے نام معذرت نامہ لکھ کر بھیج دیتے یا غزالی زمانہ کے ذریعہ ہی بھیج دیتے تو یہ کون سا غیر عظیمی فارمولا ہے۔ عملاً ایسا نہیں کیا گیا بلکہ صلح کی سزا اب طویل داستانوں کی صورت میں قائدین کی بدنامی کا باعث بنی کیونکہ یہ کام بھائی جان حنیف طیب کے لئے اس لئے مشکل تھا کہ وہ ظہور الحسن بھوپالی کو کون سا منہ دکھا سکتے تھے۔ اس لئے کہ ایک وقت میں ایک محبوب کو راضی رکھا جاسکتا تھا۔

میں (چودھری حمایت علی مرکزی صدر A-T-I) ذاتی طور پر عقب الہند حضور خواجہ معین الدین چشتی امجدی رحمہ اللہ المعروف خواجہ غریب نواز کے سپاہی عظیم صدر جماعت جماعت اہل سنت پاکستان آل سیدی (سرکاری رہائی) جو داستان سن چکا ہوں مختصر بیان کئے دیتا ہوں کہ دیوان صاحب سرکار کو بھائی حنیف طیب صاحب نے دودھہ صلح کے لئے قائم دیا۔ جب ملاقات کا وقت آتا مقرر شدہ جگہ سے موصوف حاجی صاحب بھاگ جاتے۔ اس طرح دیوان آل سیدی سرکار بھی ان سے مایوس ہیں کہ اس بندہ خدا نے مجھ سے بعد میں مطرت بھی نہیں کی۔ یہ حال ہے سفید کاغذ پر دھنسا کرنے والے داماد لگا رکھا۔

جس نوجوان کو سب سے پہلے اتنا پیار ملا ہو وہ بزرگوں کو آنکھیں دکھانے کے علاوہ نوجوانوں کو ان کے مرکزی پالیسی ساز ادارے سے متصادم پالیسیاں مرتب کرنے کی ترغیب میں مرکزی کردار ادا کرتا ہو۔ اب بزرگوں کا حق بنتا ہے کہ وہ بھی نوجوانوں سے سمجھ بوجھ سے بلکہ انتہائی محتاط انداز سے رابطہ رکھیں۔ میری اپنی سوچ کے مطابق ہمیں بھی اگر بزرگ محتاط انداز سے ملیں تو ہمیں محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے پرانے تنظیمی ساتھیوں نے جب پیار اور حلق کا سبق انہیں اگلے انداز میں سکھایا اب محتاط رہنا بزرگوں کا حق ہے۔ برادران تحریر کی آپ بھائی حنیف طیب کا مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی والا قصہ سن چکے ہیں کہ مری میں رات دو بجے کے قریب انہیں اس سلسلہ میں

جگایا گیا جب بطلِ حریت مجاہد ملت نے انہیں کہا کہ آؤ اسمبلی سے اسٹھی دے کر آپ کا مقام ہم سب سے بڑھ جائے گا مگر اس کے بعد مجاہد ملت کو بھی یہ صاحب نہیں ملے۔ اصل میں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ کے ان دو نامور مجاہدین کو خاص اعزاز میں بدنام کیا جا رہا ہے۔ تاکہ یہ دنیا میں اپنی زندگی میں قوم کے لئے کوئی انقلاب برپا نہ کر سکیں۔ ورنہ جمیعتِ علمائے پاکستان کی مرکزی مجلس خودی کے نام اپنی سب داستان لکھ کر بھائی حنیف طیب معاملہ چلا سکتے ہیں صرف ان دو نامور مجاہدین کو بدنام کرنے کی یہ ایک سازش ہے۔ تاکہ نسل کو سمجھے کہ یہ دو شخص آمر ہیں۔ اپنی مشاورت کے فیصلہ کو بھی یہ نہیں مانتے۔ آپ شخصے دل سے جمیعتِ علمائے پاکستان کی پالیسی کو سمجھیں۔ ہاں تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ بھائی حنیف طیب کو بے یو پی سے نکالا گیا تھا۔ انہیں جماعتِ اہل سنت اور اپنے پیر و مرشد کے جواں میں بیٹھنا باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے ہوتے ہوئے بھی ایک طبعہ جمیعتِ اہل سنت کے نام سے جماعت بنائی۔ جمیعتِ اہل سنت کے خود مرکزی سیکرٹری جنرل بنے۔ مفتی سعادت علی قادری صاحب کو صدر بنایا۔ اب مفتی صاحب تو ۱۹۷۷ء میں پھو مروجہ کے الیکشن میں ملتان شریف میں چھٹا پارٹی کی امداد کرتے رہے۔ ان کی تمام تر صلاحیتیں مولانا حامد علی خان صاحب بے تاج بادشاہ علیہ السلام کی مخالفت میں صرف ہوتی رہیں۔ آپ یہ اہل علم لوگ کسی نہ کسی بہانے اس گناہ کی کوئی توجیح پیش کرنے کی کوشش کریں گے لیکن لو جو انوں کو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہوگا۔

برادرِ اسلام!

فطرتِ افراد سے انہیں بھی کر لیتی ہے کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

علامہ احمد سعید گامی علیہ السلام نے بی یو پی کے سربراہ صدر قائدِ اہل سنت علامہ شاہ احمد لورانی اور بطلِ حریت مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کی قیادت کا ادنیٰ سپاہی رہنے پر فخر ہی نہیں کیا بلکہ مجمعِ عام میں لوگوں کو اس قیادت کے دست و بازو بن جانے کی ہدایت کی۔ کیا اب بھائی کے کا کوئی رستہ رہ جاتا ہے۔ آخر کون سا خلیہ ہاتھ ہے جس نے انقلابِ نظامِ مصطفیٰ علیہ السلام کی مرکزیت کو تباہ کرنے میں کارستانیوں کی ہیں علامہ شاہ احمد

لورانی کی قیادت و سیادت سے رہائی و کلائی کوئی بھی انکار کرتا مگر جب عملاً صورتِ حال سامنے آتی ہے تب سیاسی سمت کے لئے ہر کوئی طبعہ امام کا انتخاب کرتا ہے اس طرح تو لسانی تنظیم کے قائد الطاف حسین بھی قائدِ اہل سنت کو مذہبی بیٹھوا ماننے سے گریز نہیں کرتے۔ اسلام کو ملت کی اجتماعیت کو اس حقیقت کا کیا قاعدہ۔ ہر کسی کی دھومیں دار یا مٹھی مٹھی مخالفت آخر قائدِ اہل سنت پر ہی کیوں بدست ہے۔ اس کی بجائی ہو سکتی ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلابِ نظامِ مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے گہری نظر رکھنے والی اس شخصیت کی عظمت کو کارکنان کی نظر سے گرا دو تاکہ اتحادِ اتفاق اور محبت کی فضا عوام میں پھیلنے نہ پائے۔ مستقل مزاجی سے کارکنان منزل کی جانب نہ چلنے پائیں۔ جزدی طور پر اسلام کو لاکھ دیکھنے سے کوئی بھی نہیں گھبراتا مگر تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلابِ نظامِ مصطفیٰ علیہ السلام جاگیر داروں، سرمایہ داروں، سرداروں، محنت، پیشہ ور علماء اور پیشہ ور صوفیاء کرام کو اچھا نہیں لگتا۔ یہ کہ اس انقلاب میں تو ہر کسی کو خود محنت کر کے روزی کھانا پڑے گا۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں کوئی انقلاب چاہتا ہے کہ نہیں اس کی ایک ہی پہچان ہے کہ علامہ شاہ احمد لورانی کا نام لینے سے اس فرد کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آتے ہیں۔ تب سمجھ لیجئے کہ یہ فرد انقلابِ نظامِ مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے کوشاں رہنے کی تڑپ رکھتا ہے۔ اگر نام سننے ہی چہرے پر تیرہ بد لے شروع ہو جاتے ہیں تب سمجھ لیجئے کہ جزدی انقلاب چاہتا ہے جب کہ اس وقت ملک میں ضرورت کلی انقلاب کی ہے۔

اب جو قوم اپنے محسنین کو بھول جاتی ہے یقیناً وہ منزل کی جانب سے ہی نہیں رکتی بلکہ سلیقہ رستی سے مٹ جاتی ہے۔ ہمارے محسنین علامہ شاہ احمد لورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ عبداللہ بدایونی، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا حامد علی خان، شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی، غزالی زماں علامہ احمد سعید گامی، مفسر قرآن ابوالحسنات قادری علیہ السلام کیا ان عظیم ہستیوں مصطفیٰ علیہ السلام اور مقامِ مصطفیٰ علیہ السلام کے تحفظ کے لئے اپنی زندگیوں وقف نہ کریں۔ آج برادرِ لاکڑ نظر اقبال لوری صاحب کہتے ہیں کہ ان کا یہ نعرہ صرف سیاسی تھا (اس کے لئے ذخیرہ کامی کا شمار

مطالعہ فرمائیے۔

ان مقدس ہستیوں کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان کی زندگی کے گزرے لمحات پر بیشانی کے عالم کے وقت ہمارے لئے ایمان کی تازگی کا سماں پیدا کرتے ہیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان غازی، علامہ احمد سعید کاکلی رحمہ اللہ آپس میں ایک دوسرے کے جوتے اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ علامہ احمد سعید کاکلی رحمہ اللہ علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا محمد عبدالستار خان غازی کے آپس میں مل بیٹھنے سے ادب و احترام کا جب سماں پیدا ہوتا تھا۔ علامہ احمد سعید کاکلی رحمہ اللہ نے ہاربا وقفہ مولانا نورانی صاحب کو اپنے سرہانے کی جانب زبردستی بٹھایا۔ بحث و مکرار کے دوران ان کے پاس بھی دلیل ہوتی تھی کہ سیاسی امام، مذہبی امام سے اولیت کا حامل ہے۔ مجاہد ملت کی زبانی راقم الحروف نے خود سنا ہے کہ ملت کی بڑی بڑی ریاستوں کے شہنشاہوں کو بڑے ترک و احتشام کے ساتھ مولانا شاہ احمد نورانی کا استقبال کرتے میں نے خود دیکھا ہے۔ اگر آج ہم نے ان کی قدر نہ کی تو شاید تاریخ ہمیں معاف نہ کر سکے۔ بطل حریت مجاہد مولانا عبدالستار خان غازی صاحب کے احترام میں مولانا نورانی صاحب خود کھڑے ہوتے ہیں جب تک مجاہد ملت بیٹھے نہ پائیں ادباً علامہ شاہ احمد نورانی کھڑے رہتے ہیں۔ گاڑی میں اکٹرا و بیشتر علامہ شاہ احمد نورانی صاحب مجاہد ملت کو پہلی نشست پر بٹھاتے ہیں۔ ان کا نام اتنے ادب و احترام سے دیکھنے لچے میں لیتے ہیں کہ مجاہد ملت کی شخصیت کا احاطہ انسان کے ذہن میں خود بخود دین جاتا ہے۔

علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان غازی کی قیادت و سیاست کے بارے میں کارکنان میں جو فلفلہ لہریاں پیدا کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں پھر ان کا احترام کم کرنے کی خاص سازش کے تحت جو سکیمیں سامنے آ رہی ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ بزرگوں کی قیادت میں اگر قوم منزل کی جانب چل پڑی تب منزل کا حصول بھی جلد ہی ہو جائے گا پھر اس ملک پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا ہی عملی نفاذ نہیں بلکہ عالمگیر سطح پر بھی عاشقان مصطفیٰ ﷺ عظیم انقلاب کے لئے جلد ہی کام کر سکیں گے کیونکہ ان

بزرگوں کی قیادت میں صرف قرآن و سنت کے مطابق ہی کام ہوگا۔ امریکہ، روس تمام سازشی عناصر کی پالیسیوں کو سہارا دے گا۔ اسی اسلام کی بالادستی ہوگی جو سرکار مدینہ ﷺ نے ریاست مدینہ میں لاگو کیا تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنے عظیم قائد اور ایک طویل داستان حریت رکھنے والے عظیم جمعیت علماء پاکستان بھی موجود ہے۔ انقلاب کا ستر آخر طویل کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ یقیناً ہماری اپنی فلفلہ پالیسیوں اور ذاتی مفادات کو اجتماعی مفادات پر قربان نہ کرنے سے ہی ہے۔ ہر طالب علم کا حق بنتا ہے کہ وہ سوچے اگر کوئی ایک معمولی رجسٹر کی بنا پر تو سب کچھ اپنا واڈ پر لگا سکتا ہے مگر جب عظیم کا اجتماعی تاریخی قائد ایک ہی فیصلہ پر ہو تو اس وقت پالیسی ساز ادارے کے ممبر اور اس وقت کی قیادت کو عملاً کون سی مجبوریاں آڑے آتی ہیں کہ عظیم کی قیادت اور کارکنان کے جذبات سے کھیلے ہوئے اور عظیم کے بے داغ ماضی، فکر حریت اور خودداری کو یک دم تاریخ کے بد نما موڑ پر لا کھڑا کر دیتے ہیں۔ وہی خبیث ہاتھ جنہوں نے ملت اسلامیہ کے بڑے لکری و انقلابی اجتماعات کی قوت کو پاش پاش کیا۔ اب اس وقت سے نوجوانوں اور بزرگوں کی ہم آہنگی سے خائف ہو کر انہوں نے آہستہ آہستہ اس مفید قربت کو دوری میں بدلنا شروع کر دیا تھا۔

سعودی عرب، عراق، لیبیا، شام، ترکی، مصر، اردن دیگر اسلامی ممالک میں بھی ملک پاکستان کے انقلاب کے بعد کوئی طاغوتی نام نہاد سپر طاقت انقلاب نظام مصطفیٰ ﷺ کو نہیں روک سکتی؟ ذرا سوچئے کہ تمام اسلامی ممالک روس، امریکہ، دیگر اسلام دشمن ممالک کے مہولہ منت رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ تب تو وہ اسلام دشمن ممالک ان اسلامی ممالک میں انقلاب کو اپنے لئے موت تصور کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی طاغوتی طاقتیں ہماری بزرگ شخصیات کے بارے میں اپنی مخصوص ایجنسیوں کے ذریعے افواہیں پھیلاتی راتی ہیں۔ تاکہ ملت اسلامیہ ایک مرکز پر نہیں متحد نہ ہو سکے۔ انقلاب کے لئے عظیم اور با کردار ہا صلاحیت شخصیات کی قیادت ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری دنیا میں جتنی بھی دہریز گار اور جماعت مند قیادت، صاحب بصیرت، معاملہ فہم اور

گہری سوچ کی حامل ہمارے پاس ہے کسی اور کے لئے ایسا تصور کرنا بھی ممکن نہیں۔

جن کے دل پتھر کے ہیں ان پر تو کیا ہوگا اثر میرے دل کی یہ صدا ہے دہندوں کے لئے

انجمن طلباء اسلام نے ۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۳ء میں تمام طلبہ تنظیموں کے مقابلہ میں پہلی

پوزیشن حاصل کر لی۔ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کے سرپرستوں کے لئے چیلنج خطی

اداروں میں اسلامی نظام تعلیم رائج کروانے کے لئے مارشل لاء طاقت کو بھی ہم چیلنج کرنے

کی پوزیشن میں تھے۔ اس عظیم قوت کو حشر کرنے کے لئے نام نہاد اسلامی لیبل کا مادی

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم جو کہ امریکی سامراج کا درپردہ قلام تھا اس نے ۹ فروری ۱۹۷۸ء کو

طلبہ تنظیموں اور یونیورسٹی پابندی کا اعلان حکم مارشل لاء کے ضابطہ ۱۳ء کے تحت کر دیا۔

اب اس سے ایک دن پہلے انجمن طلباء اسلام پنجاب کی طرف سے تحفظ پاکستان کانفرنس

انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں تمام یونیورسٹی سطح کان کے اعزاز میں رکھی گئی تھی اس کانفرنس

میں انجمن طلباء اسلام پنجاب کی بھرپور قوت کا اظہار تھا۔ اس سے پہلے یہ پابندی صوبہ سرحد

اور بلوچستان میں لگائی جا چکی تھی جب کہ صوبہ سندھ میں یہ پابندی گیارہ فروری کو لگائی گئی۔

انجینئرنگ یونیورسٹی میں تحفظ پاکستان کانفرنس کے موقع پر ہزاروں کارکنان

کے جذبات دیکھ کر بھائی محمد حنیف طیب اس وقت کے مرکزی صدر برادر صاحبزادہ محمد نور

المصطفیٰ رضوی صاحب آف خانقاہ ڈوگراں اور مرکزی نیکرٹری جنرل خالد علی انصاری

(کراچی) ملک شاہنواز دارٹی، ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری راولپنڈی دیگر اراکین اور مرکزی

مشاورت کے ارکان اور رفقہ انجمن طلباء اسلام نے کانفرنس میں بڑے اچھے جذبات کا

اظہار کیا مگر جب عملاً تنظیم کی فکری، انقلابی طاقت کو روکنے کے لئے حکومت وقت نے

پابندی لگا دی۔ جب یہ سارے حقیقی، حقیقی، نام نہاد انقلابی دعویدار ایسے حرے میں مسرت و

شادمانی سے فیصلہ دے رہے ہیں۔ جیسے قوم کے لئے بہت بڑا تاریخی سنہری حروف میں

تحریری کارنامہ چھوڑ رہے ہیں۔ تنظیم کا نام تک بدل کر تحریک طلبہ اسلام رکھ دیا گیا۔ رسید

بکلیں، لیڈرینڈ وغیرہ اس نام سے فوراً چھپا دیئے۔ تمام شاخوں کو سرکل تحریک طلبہ اسلام

کے نام سے اور اس احتجاج کی بجائے خاموشی کی ہدایات جاری کر دی گئیں۔

آپنے ذرا ایک نظر دیکھیں کہ اگر اس وقت یہ فیصلہ انفرادی قوت کو ضائع ہونے

سے بچانے کے لئے کیا گیا تھا تب تو اسی وقت مرکزی و صوبائی قائدین کو میدان میں نکل

کر شہر شہر دورہ کا پروگرام بنانا چاہیئے تھا تاکہ خود کارکنان کے پاس جا کر انہیں ہدایات

جاری کر دی جائیں کہ کام کارکنان جاری رکھیں۔ درجہ قرآن، محفل میلاد کے نام سے

ترقی نشین جاری رکھیں۔ اخبارات میں خبریں شائع نہ کرتے تب تو انفرادی قوت محفوظ

رہ سکتی تھی مگر مناسب وقت پر انہیں نیا لائحہ عمل دیا جاتا مگر چونکہ اس فیصلہ میں اخلاص نہ تھا

بلکہ قوم کو ایک خاص سازش کے تحت ترقی و انقلابی پروگرام سے دور رکھنا مقصود تھا۔

مرکزی اور صوبائی قیادت نے کوئی دورہ تک نہ کیا۔ برادر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری صاحب

بعض دلع کہتے ہیں کہ ہم نے یہ فیصلہ تو کیا ہے لیکن ہماری تنظیم کو اس وقت اتنا تجربہ نہ تھا

تنظیمی تاریخ میں پہلی دفعہ عظیم ایسے مشکل حالات سے دوچار ہوئی ہے سبحان اللہ فریب

ہی فریب، ہر ادا فریب مگر ہاشور کارکنان اچھی طرح سمجھتے ہوئے سازشوں کو تار تار کرتے

ہیں۔ بلکہ دیش نا مشور کی تحریک کے دوران تنظیم کتنی فعال تھی، تحریک ختم نبوت میں جیل

کی صعوبتوں نے کارکنان کے بلند عزائم میں کوئی کمی نہ آنے دی بلکہ تحریک نظام مصطفیٰ

علیہ السلام نے ۱۹۷۷ء میں کارکنان میں ایک نئی انقلابی روح بیدار کی، برادر افتخار احمد شہید،

حضور بخش شہید، ظفر اقبال شہید، انوار الحق شہید نے جان کے نذر مانے پیش کر کے یہ ثابت

کیا کہ انقلاب کی راہ میں جان تک قربان کر دینا ہمیں ہماری منزل سے نہیں ہٹا سکتا۔

ہزاروں کارکنان نے جیل کی طویل صعوبتیں برداشت کیں مگر انقلابی نظریہ پر شب خون

مارنے والوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور اب مگر فریب سے نوجوانوں کو ان کے مرکز سے

دور رکھنے کی سازش ان شاء اللہ ناکام ہو چکی ہے۔ (شہیدوں کے طفیل ان شاء اللہ)۔

جب عرصہ بعد مارشل لاء ختم ہوا۔ تب ماہ اگست میں ارکان کا اجلاس فیصل آباد

میں طلب کر کے آئندہ سیشن کے انتخابات کروادیئے۔ میں اس وقت ضلع فیصل آباد کا جنرل

نیکرٹری تھا۔ اسی دن دوپہر کے وقت تک مجھے کوئی باقاعدہ اطلاع نہ تھی کہ پروگرام کہاں

اور کیسے ہوگا۔ برادر محمد نور المصطفیٰ رضوی صاحب تحریف لائے اور جامعہ رضویہ فیصل آباد

میں پروگرام کا انعقاد کیا۔ اسی طرح نئی قیادت اگلے سال کے لئے منتخب کر لی گئی۔ برادر حامی محمد حنیف طیب صاحب، برادر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری کی باہم مشاورت نے قوم کو صرف ایک چودھری محمد اور یس المعروف احمد وقار مدنی صاحب کے صدر انجمن طلباء اسلام کے انتخابات پر زور دیا تب مخصوص سوچ کے حامل ارکان نے لبیک کہنے میں دیر نہ لگائی۔ بعض جگہوں پر شاخوں نے مارشل لاء کے فیصلہ کی خدمت کی تھی اور اپنے تنظیمی مرکزی فیصلہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ تنظیمی اداروں میں احتجاج کیا، کارکنان پابند سلاسل ہوئے تنظیمی اداروں سے اخراج برداشت کیا۔ مرکزی عیادت میں سے کسی نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کا خط تحریر نہ کیا۔ کارکنان نے خود ہی یہ سزائیں مہرِ قتل سے برداشت کیں۔ جن شاخوں نے تنظیمی فیصلہ کی خلاف ورزی کی۔ کیا ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کی گئی۔ ایسا نہیں ہوا۔ اس وقت سے کارکنان اور ہاشور ساتھیوں کے ذہنوں میں فکری اختلافات نے حریدِ جنم لے لیا۔ بعد میں کارکنان کی قربانوں کو قیادت نے بڑا سراہا اور تقاریر میں اپنے بلند و بالا نگوں سے حکام کو لٹکانا شروع کر دیا۔ لیکن عوامی سطح پر سب اس کھیل کو دیکھ کر جتنے کہ اس تنظیم نے پہلے دن سے خاموشی اختیار کی تھی عرصہ دراز بعد انہیں مارشل لاء لاپی کو لٹکانا کیسے آگیا۔ کارکنان نے بھی قیادت کی اس سیاسی چال پر گہری نظر رکھی۔ مرکزی قیادت کی طرف سے سال بعد منظم طریقے سے یوم سیاہ منانے پر بھی پابندی ہوتی تھی۔

حتیٰ کہ ۱۹۸۵ء میں ملک میں غیر جماعتی انتخابات ملک گیر سطح کے ہوئے۔ برادر حامی محمد حنیف طیب نے الیکشن میں حصہ لیا۔ اپنے ساتھیوں سمیت جیت کو اسبلی میں پہنچ گئے۔ وفاقی وزارت بھی قبول کی اب برادر محمد اور یس مدنی صاحب نے ان کی خوبیاں گنوا نے میں ہی اپنا وقت صرف کرنا تنظیمی کام سمجھا۔ ان کے بعد برادر ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری صاحب کو ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت پروپیگنڈہ کے ذریعے سیشن ۷۸-۱۹۸۶ء مرکزی صدر منتخب کر دیا گیا۔ کیونکہ ان کے تقویٰ کے دھول پورے ملک میں پھیلنے لگے لیکن جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ تاریخی لحاظ سے نوجوانوں کی فکرِ حیرت کو کچلنے میں جو خاموشی اور نام نہاد حکمتِ عملی کے مہرے بہتے رہے ان کے ان بدنام

کارناموں کو پس پشت ڈال کر ان کی تقریروں کے بل پانچہ کر انہیں مرکزی صدر A-T-I کی حیثیت سے سامنے لایا گیا کیونکہ اس سے پہلے مظفر آباد مرکزی کونشن کے موقع پر برادر حامی محمد حنیف طیب کی آمد پر کارکنان کے احتجاج اقدام کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے بغور مطالعہ کیا تھا۔ ہاں حیدر آباد مرکزی کونشن کے موقع پر ہمارے اور بھی برادرانِ تحریکی گھر سے ہی لیڈرین کر میدان کونشن میں اترے تھے مگر واپسی پر جتنی بھی لیڈری میسر آئی اسی پر ہی استغنا کر کے سنبھل کر بیٹھ گئے۔ زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ جو تاریخی اہمیت کا حامل رہے گا کہ بھائی جان ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری نے بحیثیت رکن کے بھی عظیم کی اہمیت کو نقصان پہنچنے وقت اپنی کسی مثبت اعداد میں سوچ کا اظہار نہ کیا پھر مرکزی صدر ۸۷-۱۹۸۶ء بننے پر کسی ایک چھوٹی سی شاخ میں ہی یوم سیاہ کے موقع پر کہیں احتجاج کر لیتے۔ مگر ان لحاظ میں وہ اپنے آقا و سوتی بھائی حنیف طیب کے دربار میں اسلام آباد حاضر رہے۔ مگر ذرا ضمیر سے نگاہ طیبہ کی ضرب لگا کر پوچھیں کہ ان دنوں تو اتنا بے بس اور خاموش سا کیوں ہو گیا تھا یقیناً یہی ضمیر کہے گا کہ تو نے تو پہلے ہی اسلام آباد سرکار کی خوشامد میں مجھے سیاہ کر دیا تھا اب تجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ تو مجھے دعوہ سمجھے؟

اس کے بعد کارکنان انجمن طلباء اسلام نے جب اپنی خودمباری کی تاریخ کو ایک نظر دیکھا تبھی تو سب نے یک زبان ہو کر اپنی نظریاتی تنظیم جو اپنے اندر برصغیر پاک و ہند کی طویل داستانِ حریت کی ائین ہے۔ اس کو اپنے سے جدا ہونے کی سازش کو محسوس کر لیا تب بڑی شدت سے مطالعہ ہوا کہ انجمن طلباء اسلام کی واحد سیاسی نمائندہ تنظیم جمعیت علماء پاکستان کا تحریری جوت ہونا چاہئے تاکہ آنے والے دھڑوں میں کوئی نام نہاد سیاست دان اپنے مقاصد کے لئے ان عظیم تحریکی سپیڈوں کو استعمال نہ کر سکے کیونکہ اس سے پہلے راقم المعروف کی طرف سے بہاولپور یونیورسٹی میں پنجاب طلبہ کونشن کے موقع پر دعوت نامہ ارکان کے نام پوسٹ ہوا تھا، جس میں درج تھا کہ انجمن طلباء اسلام کی مذہبی، سیاسی و انتہائی کن پردوں اور تنظیم سے ہونی چاہیے اس سلسلہ میں ارکان کی ایک نشست ہوگی۔ ارکان میں سے وہ انقلابی نشست برادر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب اور عبدالرشید

ارشاد صاحب برادر احمد وقار مدنی صاحب نے نہ ہونے دی بلکہ بھانا بتایا کہ بھی یہ مشاورت کا مسئلہ ہے اس لئے اسے مشاورت حل کرے گی لیکن اس کنونشن میں ایک مذہبی رہنما تھے جنہوں نے دوران تقریر اعلائیہ اس وابستگی کی مخالفت کی تھی دوسرے برادر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب نے اپنے جوش خطابت میں وابستگی کے نقصانات گنوانے تھے پھر بعد میں سب احباب مجھے پوچھتے کہ معاملہ تو مشاورت حل کرے گی۔ آپ تائید کیا کہ آپ یہ چیز کیوں چاہتے ہیں۔

میں نے ساری داستانِ حریت کارکنان کے سامنے رکھی اور کہا کہ ہمارے کام کرنے کا آخر ایک مقصد ہے اس کو یقیناً ایک اہم منزل سیاسی نظام ہی تھوڑے دے سکتا ہے۔ سب پارشل لائی ظلیعہ سوالیہ انداز میں مجھ پر برستے تھے کہ منہاج القرآن اور جماعت اہل سنت کے دو گروپ پھر نظامِ مضطرب گروپ بھائی حنیف طیب اور ادارہ تعلیمات اسلامیہ سے وابستہ کارکنان کا کیا بنے گا۔ میں نے یہی کہا کہ بھی آپ انکار کے سامنے صورت حال تو رکھ دیں، پھر دیکھا جائے گا۔ ساتھ ساتھ میں یہ عرض کرتا چلوں کہ جن اہل سنت کے گروپوں کے ٹیم میں آپ پریشان ہیں۔ وہ تو ہم کارکنان کی وجہ سے ہی قائم ہیں تبھی تو وہ بھی مرکزیت کے قریب نہیں جاتے۔ جب ہم مرکزیت کی تلاش کر لیں گے ان کا معاملہ آپ ان کے ذمہ رہے گا۔ آپ A-T-I کے اعراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر انقلاب کے عملی نالج عمل کے بارے میں بات کریں۔ مگر یہی کہا جاتا کہ مشاورت کا معاملہ باہر ذریعہ بحث لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ۸۶-۸۷ء کے سیشن میں راقم الحروف مشاورت کا رکن ہونے کے ساتھ ساتھ مرکزی جوائنٹ سیکرٹری بھی تھا۔

اب تو معاملہ کو قانونی لحاظ سے بھانوں میں نہیں چھوڑا جاسکتا تھا۔ مشاورت کی پورے سال کی بحث میں لا حاصل نتائج سامنے رہے۔

اب دوستوں کے پاس ایک بھانہ ہے کہ ہم نے لکھ کر دیا تھا، عبدالرؤف مرزا صاحب نے بزرگوں کو بتایا نہیں۔

آپنے ذرا غصے دل اور غور سے سوچیں کہ ہماری آنکھوں پر تعصب کی عینک

تو نہیں ہے پھر ذرا دیکھیں کہ اگر عبدالرؤف مرزا صاحب نے غلطی بتا دیا تھا کیا اس کے بعد کوئی ایسا چانس نہ تھا وہ تحریر کہ انجمن طلباء اسلام جمعیت علمائے پاکستان کو اہل سنت کی واحد سیاسی نمائندہ عظیم تسلیم کرتی ہے۔ اس کو بزرگوں کے حضور پیش کیا جاسکے۔ کیا عہد ملت مولانا عبدالستار خان دہلوی ۲۹/۱۸ ستمبر ۱۹۸۷ء کو لاہور میں نہ تھے انہیں بھی یہ تحریر پیش کر دی جاتی۔ یقیناً ہم حکم، دو اکتوبر کو لاہور میں اپنا کنونشن نہیں کروا سکتے تھے اس کے بعد ۱۲ اکتوبر جمعیت علماء پاکستان نے اپنی ذیلی تنظیم انجمن نوجوانان اسلام کی بنیاد رکھی۔

اس دن پاکستان کے چاروں صوبوں سے آئے ہوئے لوگوں کے سامنے یہ تحریر پیش کر دی جاتی جس میں جمعیت کی مرکزی قیادت کے پاس آج کوئی بھانہ نہ ہوتا۔ بلکہ جمعیت کے افراد جو اس اجتماع میں شریک تھے وہ اس تحریر کے گماہ ہوتے۔ صدہا مواقع جان بوجھ کر گنوانے گئے ذرا سوچئے کہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء تک اس A-T-I کے جھگڑے کو کتنا عرصہ ہو چکا تھا۔ اب سالہا سال سے یہ معاملہ بڑی چالوں کے ذریعے بار بار کیوں باعث نزاع کے طور پر قوم کو پیش کیا جاتا ہے۔ کیا اپنے والدین کو بھی بازو دکھائے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ایسی اولاد کو حوام الناس کی زبان میں جو کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ کارکنان جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے انجمن طلباء اسلام اور جمعیت علماء پاکستان کے خوشگوار تعلقات جو ملتان شریف اور رانے وٹ کے اجتماعات کے موقع تک تھے وہ تعلقات کارکنان نے بحال کر لئے ہیں۔ جمعیت علماء پاکستان اور انجمن طلباء اسلام کی علیحدہ علیحدہ شوری ہے ہر کوئی اپنے فیصلوں میں آزاد ہے۔ ذیلی تنظیم وہ ہوتی ہے جس میں ایک دوسرے کی جماعت کی شوری میں تحکیموں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ملتان شریف اور رانے وٹ کے اجتماعات سے پہلے بھی ملک پاکستان میں کچھ سیاسی گروپ موجود تھے۔ اس وقت ان کی ہمدردیاں کیوں نہ حاصل کی جاتی تھیں۔ اس وقت ان کے اتحاد کے بارے میں احباب کیوں نہ کوشاں ہونے کی کوشش کرتے تھے کارکنان انہی طرح بات کو سمجھ چکے ہیں کہ ملک کے اندر یہ دو روحانی ترقی، انقلابی اجتماعات کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے جو احباب کم ہمت پست حوصلہ بزدل، صرف انایت کے لئے زعمہ تھے وہ سامراج

کے ہاتھ پڑھ گئے۔ انہوں نے A-T-1 کا رخ بدلنے کی کوشش کی مگر کارکنان نے ان کے مذموم مقاصد کو ناکام بنا دیا ہے۔

۳ اور ۵ فروری ۱۹۸۷ء کی درمیانی شب ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ میں تربیتی نشست اراکین کے اختتام پزیر ہونے کے بعد رات ساڑھے گیارہ بجے سے رات اڑھائی بجے تک میرے اور برادر ڈاکٹر ظفر اقبال قوری صاحب کے درمیان تعلیمی امور کے سلسلہ میں با التفصیل گفتگوئی مملو سے عظیم کو دور لے جانے کے قصاصات کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کا محضرت خواجہ اندر وہیہ کل کر سامنے آگیا تھا۔ اپنے آقاؤں کی مکمل کرداد و تعداد کے سلسلہ میں مرکز سے ہٹ جانے پر تلے رہنے پر اصرار کیا۔ مگر انہوں نے کہ اب بزرگوں کو درمیان میں لا کر بدنام کرنے کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے جب کہ معاملہ ہمارا اپنا تعلیمی نوعیت کا ہے۔

کارکنانِ انجمن طلباء اسلام ۱۰۰ سالہ داستانِ حریت بلکہ ایک عظیم تحریکِ جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ قیادتیں وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہیں گی مگر طلباء کی عظیم تحریکِ انجمن طلباء اسلام کے کارکنان ابھی طرح سمجھتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں ہمارے عقائد و نظریات کے تحفظ کے لئے سیاسی و مذہبی گہری تشخص کے لحاظ سے جمعیت العلمیۃ المرکزہ ہیٹھ قائم تھا جس کے پہلے مرکزی صدر امیر ملت حافظ علی صاحب علی شاہ عالم اعلیٰ سید تقیم الدین مراد آبادی تھے۔ پاکستان معرض وجود میں آ جانے کے بعد اسی کا نام جمعیت علماء پاکستان ہے۔ اس پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے دیں گے۔ بلکہ ان کے شانہ بشادہ چل کر مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور انتخابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے کام کریں گے۔ انتخاب کے راستہ سے چھوٹے چھوٹے بیکار پتھروں کو پاؤں کی شوکر سے ہٹا دیں گے۔ یقیناً جو طلباء نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے کام کرنا چاہیں گے وہ ان کے ساتھ چلیں گے مگر جو بے راہ روی کی زدگی اور بے مقصدیت کے ساتھ وقت گزارنا چاہیں گے وہ انجمن طلباء اسلام کے عظیم قافلے کے ساتھ نہیں چلیں گے۔

میں جانتا ہوں جینوں پہ نکل پڑیں گے قلم کا فرض تھا آخر ادا تو ہونا تھا

اشاعتِ خاص
کردارِ نورانی زندہ

انوارِ رضی اللہ عنہ

قادیانی فتنہ کے خلاف
اصل سنت کی
نورانی تاریخ
کی چند جھلکیاں

تحریر: امیرِ انجمن اختر نورانی

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدہ خاتون عظیم سڑک لاہور کی ۱۱ سرگودھا پاروہ جڑو آ (912003)
0321-03000313-9429027 manbookqaar1787@gmail.com



حضور سرور کو عین سید الصالحین رحمت للعالمین ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام تر
زیبائی، رحمتی، نکل کائنات کی فرمانروائی اور جمع انبیاء و رسل کی پیشوائی کا شرف عطا فرمایا۔
وہاں آپ ﷺ کے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج بھی سہایا۔ اور ارشاد فرمایا:

ماکان محمد لہا احد من رجالکم ولكن الرسول اللہ وعائدہ النبیین
اس آیت کریمہ میں خاتم النبیین ﷺ کے اس معنی پر کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی
ظنی، بروزی، حقیقی یا غیر غیر حقیقی نبی کا آنا نہ صرف محال بلکہ ناممکن ہے۔ پوری امت محمدیہ
ﷺ کے سلف و خلف کا قطعی اجماع ہے۔ خود سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "لما
عائدہ النبیین ولا ہی بعد" اس "لا" کو لینی جس کا "لا" کہا جاتا ہے جس کا معنی ہے جس
نبوت میں سے کوئی حضور ﷺ کے بعد نہیں آ سکتا۔

حضور اقدس ﷺ کے ارشادات و گرامی لا تعداد موجود ہیں جو اس اجماعی مسئلہ پر
قطعی فیصلہ دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کے تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، علما امت، محدثین،
مفسرین، علماء اور فضلا بھی معنی فرماتے چلے آئے ہیں لیکن اس معنی سے بغاوت قرن مقدس
سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات ظاہری میں یمن کے شہر یمامہ میں ایک
فصل میلہ نامی پیدا ہو چکا تھا۔ جس نے سیدنا صدیق اکبر ﷺ کے عہد ہدیل مہتر میں
اپنے اس جرم کی سزا پائی اور یمامہ کے مقام پر مجاہدین ختم نبوت کی خانہ کفایت شمشیر سے
جہنم رسید ہوا۔ لیکن یہ چنگاری امدادی امداد دہتی رہی۔ "اسود ظنی" اور "بخت سہار" نامی
لوگ ختم انکار ختم نبوت کو ہوا دیتے رہے ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے دور میں مردان

هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي

امت مسلمہ کے لیے خوشخبری

عالم اسلام کے عظیم منبرا مام فخر الدین رازیؒ (م: ۶۰۶ھ)

کی "قبول ترین تفسیر" مدح و تحسین سے بھرپور زبان اردو میں نکلی ہے

فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر

از

محقق امیر مفتی محمد خیابان قادری

ﷺ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے رخصت محبت و غلامی کو مضبوط و مستحکم بنانے
جہ فرقت واریت کے ظلمت کدوؤں سے نکل کر حقیقی اسلام سے شناسائی حاصل کرنے
جہ عقائد و اعمال کی اصلاح کی غرض سے مؤثر رہنمائی کے حصول
اور
جہ فکر قرآن سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کرنے کے لیے

امت کے مستفتہ امام کی تفسیر کا مطالعہ کیجیے

مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

پتہ: اسلام آباد، لاہور، پاکستان۔ آئی ایم ایف ٹی سٹور، لاہور۔
042.35300353...03004407048

حق آگاہ کو حجراتِ عطا فرمائی اللہ کے اہل قانون ختم نبوت کی بے شک کبھی پٹ نہ سکی۔ اہل میں مگرین مقام مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و شان رسالت کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس لیے اس آتشِ حسدِ انعام میں جلتے رہتے ہیں۔ مگر امتِ محبوبِ خدا ﷺ کی بھگائی تاریخ اس کی گواہ ہے کہ ایسے فتنے کی سرکوبی بھی قاضائے حالات کے مطابق ہوتی رہی۔ اگر مگرین مقام مصطفیٰ ﷺ انعام اور حسد کے آتشِ کدے دہکاتے رہے ہیں تو عاشقانِ حسنِ صیہو کبریا بھی عشق و محبت کے چمن سہاتے اور خیم بہار سے عباد کی سوس کو مٹاتے رہے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلام فاتح کی حیثیت سے محمد بن قاسمؒ کے ذریعے پہنچا۔ یہ پہلی صدی ہجری کو اعزازِ حاصل ہے کہ بنگلہ ہند میں نعرہٴ تکبیر و رسالت بلند ہو گیا اور زحمرہٴ توحید سے غوغائے شرک مٹنے لگا۔ بنگالان مصطفیٰ ﷺ جوقِ درجوق برصغیر میں وارد ہوئے اولیائے امت محمدیہ نے چشتی، قادری، سمہروی، شاذلی، اویسی اور نقشبندی سہادے سہائے اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی خیراتِ تقسیم کی۔ جس سے شرک کی کمر ٹوٹ گئی۔ حتیٰ کہ ۱۸۴۰ء میں ضلع گورداسپور (پنجاب) کی ایک بستی رسول پور قاضیاں جس کا بعد میں بکڑ کر نام (قادیان) ہو گیا میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا۔ مثلِ خاندانِ پیشہ صحیح عقیدہ خشکی سنی خاندان تھا۔ تصوف سے ہمدستان کا ہر باشعور فرد حلق تھا۔ غلام احمد قادیانی نے بھی تصوف کا مطالعہ کیا۔ اس زمانہ میں پنجاب میں فرید الزمان امیر عاشقان، قانی المصطفیٰ حضرت خواجہ غلام فریدؒ (چاچا اس شریف) کا روحانی تذکرہ مروج پر تھا۔ ایسے عالم میں مرزا غلام احمد قادیانی تصوف کے راستے سے فیض لینے کی بجائے خلافت میں آگیا۔ اگر وہ فرید الزمان کے حضور زانوئے عقیدت تہہ کر لیتا تو تصوف کا یحسان اس کو گنجِ مٹا مگر اس نے تصوف سے نکلت اور اس کے بعد تصنیف کو مروج دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے بعد میں یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کیا کہ اسے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی سرپرستی حاصل ہے۔ حالانکہ یہ بھی اس کی جھوٹی نبوت کی طرح جھوٹا دعویٰ تھا جس کو اسی وقت "فرمانِ فرید الزمان" کے نام سے بہادول پور سے چھپنے والے ایک رسالہ نے علشہ الزہام کر دیا تھا۔ خواجہ صاحب کا تصوف، حضوری والا تھا لیکن قادیانی نے تصوف کے نام پر

سرکارِ دو عالم ﷺ سے دوری کا کھیل کھیلا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اردو، عربی اور فارسی کی واجبی تعلیم رکھتا تھا۔ اسے سب سے زیادہ ڈنگا ہٹ عقیدہ توحید میں ہوئی حالانکہ ہر عالم کا یہ بنیادی فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے عقیدہ سے آشنا ہو لیکن قادیانی کو سب سے زیادہ اسی علم (کے اصول) میں ناکامی ہوئی وہ عقیدہ توحید، رسالت، عباد اور آخرت پر سب سے زیادہ پریشان خیالی اور توحید کے بارے میں سب سے زیادہ جہالت کا شکار ہوا۔ چنانچہ مرزا کا قول ہے کہ "اللہ تعالیٰ روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، لکھتا ہے اور دھنکھتا ہے۔ یاد رکھتا ہے، بھول جاتا ہے، محامضت کرتا ہے اس کا تجزیہ ہو سکتا ہے اس کو تشبیہ دی جا سکتی ہے اس کی تجسیم بھی ہو سکتی ہے۔" (معاذ اللہ) (البخاری جلد نمبر ۱۱، صفحہ ۹۷)

یہ کتاب قادیانی صاحب کی اپنی تصنیف اور یہ عقیدہ ان کا اپنا بیان کردہ ہے۔ مرزا صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ "وہ خدا جو ہمارا خدا ہے۔ وہ ایک کھا جانے والی اگ ہے۔" (سراجِ منیر صفحہ ۵۵ روحانی خزائن جلد ۷، صفحہ ۱۲)

تیسری جگہ مرزا صاحب کا فرمان ہے۔ "ہم تجلی طود پر فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود ہے جس کے بے شمار ہاتھ ہیں بے شمار پر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض طول رکھتا ہے۔" (فتح المرام صفحہ ۷)

توحید کے بارے میں قادیانی کا یہ عقیدہ ایسے ملک میں پھیلا دیا گیا جس میں اولیائے عظام اپنی روحانی اور علمی قوتوں سے شرک کا مقابلہ کر رہے تھے۔ وہاں پر وہ ثابت کر رہے تھے کہ "اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ جسم، تجلی اور تجوی طول و عرض موت و حیات سے پاک ہے۔" یہ شریعتِ فتنہ خشکی کی مستتر ترین کتاب، جامع صغیر، جامع کبیر، شامی اور حاشی خان سے بھی مستند اور مستند اردو تصنیف ہے۔ صدر، شریعہ، ہدایہ الطریقہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمیؒ نے پہلی دو جلدوں میں عقیدہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ قادیانی رضویہ امام لاسٹ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کی لازوال تصنیف ہے۔ بہار شریعت اس کا نکتہ جلیل ہے جس میں حکام کے تمام اجراء پر تفصیلی بحثیں موجود ہیں مگر آنحضرت قادیانی نے کائناتِ عقیدہ میں بے پناہ خیانتیں اور جہالتیں نکھری ہیں۔ عقیدہ

رسالت کے بارے میں بھی قادیانی کی وہی جہی اس کی کتابوں "انجامِ آخرت"، "البشری"، "سراجِ منیر" اور "نمازینِ احمدیہ" وغیرہ کے درج و درج میں بکھری پڑی ہیں۔
 علماء حق نے اس کے عقائد باطلہ کو اسی طرح مسترد کیا اور شمشیرِ خاتمہ سے افکار باطلہ کا سرگرم کیا جس طرح اصدقِ الصادقین، سید المصلحین، خلیفہ المصلحین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی شمشیرِ جہر دار سے مسلمہ کذاب کوئی نکال دیا۔ اسی سلسلے کے مطابق علماءِ رہائی نے قادیانی کا تعاقب فرمایا۔ قادیانی نے طبعی کام تقریباً ۱۸۹۰ء سے شروع کیا۔ ۱۹۰۰ء تک اس کے عقائد اسی طرح پھلتے ہیں جس طرح دیگر اہلسنت کے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں اس نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کی قسم نبوت کے موضوع پر اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مجددِ اعظم بریلوی نے ایک لازوال تصنیف شائع فرمائی تھی جس کا نام تھا "جوازِ اللہ بہدہ عند النبوة" کیونکہ ۱۸۹۰ء میں ایک صاحب نے اثر ابنِ عباس کی آڑ میں حضور ﷺ کی قسم نبوت کے خلاف کسی اور نبی کے آجانے کا امکان تراشا تھا۔ اس میں یہ کہا گیا کہ اگر "بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی اور نبی بھی آجائے تو حضور ﷺ کی قسم نبوت میں فرق نہیں آئے گا۔" اس میں "بالفرض" کے پردے میں حضور ﷺ کے بعد نبوت کے امکان کا شائبہ ملتا ہے۔ علماءِ حرمین نے اس عقیدہ کو بھی کفر قرار دیا تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی نے اپنی اس تصنیفِ لطیف میں اسی امکانی نظریہ کا رد کیا تھا ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوا تھا۔ قلامِ دناغردانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں لیکن اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی نے حضور ﷺ کی تاغردانی کے مجرے کو بھی معیارِ فضیلت اور عیارِ قسم نبوت قرار دیا تھا۔ اسی پر امت کا اجماع نقل فرمایا۔ ۱۹۰۱ء میں قادیانی کا دعویٰ نبوت اصل میں ۱۸۹۰ء کے اسی امکانی نظریہ کی بازگشت تھا۔ قادیانی کے اس باطل نظریہ اور اعلانِ کفر کے خلاف امامِ اہلسنت مجددِ بریلوی کے صاحبزادے حبیبِ عالم دین رحمۃ اللہ علیہ مولانا حامد رضا خان نے انصارِ اہلِ رہائی علی اسرافِ قادیانی کے نام سے لازوال تصنیفِ مرعوب فرمائی۔ سنی علماء نے اسواءِ اھتساب علی مسئلہ الکذاب اعلیٰ حضرت کی قاضیہ تصنیف کی روشنی میں قادیانی کا بھرپور تعاقب فرمایا۔ ادھر پنجاب کی سرزمین میں

قادیانیت کے خلاف برقِ الٰہی اللہ کی عظیم برہانِ مہرِ عالم تاب، غوثِ الاسلام حضرت علامہ سید مہر علی شاہ گلزوی قدس سرہ اُبھرے۔ انہوں نے قادیانیت کے گریبان میں ہاتھ ڈالا طبعی میدان میں قادیانی کی خرافات کی چھٹا کر دی، اس پر قادیانی اپنی روایتی زبان میں گالی گلوچ پہ اتر آیا۔ چنانچہ "تحفہ گلزویہ" کے نام سے باقاعدہ تصنیف میں مرشدِ الاسلام غوثِ گلزہ کو تنگی گالیوں سے نوازا۔ حضرت سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کا سب سے اہم مسئلہ "حیاتِ مسک" کے افکار کو کھلم کھلا پرکھا۔ کتابِ وسنت، دلائل و شواہد کی یلغار فرمائی اور یادگار کتاب "سیفِ چشتیائی" تصنیف فرمائی۔ اس میں قادیانی کے تمام حریمات اور خرافات کا جواب دیا آج تک قادیانی امت کا کوئی بزرگوار ایسا نہ اُبھر سکا۔
 اس لازوال کتاب کا جواب دینا پنجاب میں امیر ملت قبلہ عالمِ بزرگ سید حافظ جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قادیانی کا طبعی، تحریری، تقریری تعاقب فرمایا۔ قادیانی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور کے بمبار تھ روڈ کی احمدیہ ملنگ میں ذلت کی موت مرا۔ ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو امیر ملت کی صدارت میں شاہی مسجد لاہور میں لاکھوں افراد کے جلو میں قسم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں ملک بھر کے علماءِ اہلسنت موجود تھے۔ حضرت سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ اعلان فرمایا کہ اگر قادیانی ۳۳ گھنٹے کے اندر ذلت کی موت نہ مرجائے تو مجھے سید نہ کہنا۔ خدا کا کرنا ہے کیا ہوا حضرت کی دعا سے ۳۳ گھنٹے گزرنے سے پہلے پہلے مر گیا۔ (سیرتِ امیر ملت، انوارِ اسلامی، قسور) (امیر ملت قبرِ مجید)

پنجاب میں ایک عاشقِ رسول ﷺ حضرت علامہ مولانا نواب الدین رحمانی بھی اسی زمانہ میں اُبھرے۔ مولانا نواب الدین رحمانی کے داماد مشہور مصنف چوہدری محمد شریف السروف نسیم قادیانی مرحوم اور دوسرے داماد سلطانِ اعلیٰ حضرت مولانا ابوالاعلیٰ محمد بشیر (کوٹلی لوہار) خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ مولانا نواب الدین کے نامور صاحبزادے بزمِ شعر و سخن کے تاجدار حضرت مولانا حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جو برسِ ہائیں روزگار کو ہستانِ راولپنڈی کے ایٹمِ نور رہے اور نشانِ ماہ کے عنوان سے لازوال کالم لکھتے رہے۔ مولانا نواب الدین مرحوم کے اس پس منظر میں ان کا طبعی اور روحانی کردار اپنی جگہ

پر قابلِ فخر ہے۔ مگر قادیانی کے خلاف بھی مردِ مہل تھا۔ جس نے سب سے پہلے قادیانی کی اپنی عبادت گاہ میں جا کر اس سے مناظرہ کیا اور اس کو شکستِ ناش سے آشنا کیا۔ ”ماہِ طیبہ“ کوئی نو ہماراں لاہور میں مولانا نواب الدین پر تفصیلی مضامین چھپ چکے ہیں۔ ختمِ نبوت کی تحریک کو عظیم ملی سرمایہ حیدر آباد (دکن) کے طلحی آقا ب اور خالص سنی حنفی رہنما حضرت علامہ پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”قادیانی مذہب کا طلحی محاسبہ“ لکھ کر فراہم کیا آج تک قادیانی امت اس کتاب کا جواب نہیں دے پائی۔

حضرت پروفیسر الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے اس کتاب میں کچھ نہیں لکھا صرف مضامین کی سرخیاں ان کے موتے قلم کا شاہکار ہیں۔ دوسرا تمام مواد مستند قادیانی لٹریچر کا خلاصہ ہے اور قادیانیت کے تضادات کو خوبصورت ترتیب دیا گیا ہے۔ حضرت پروفیسر مرحوم نے قادیانیت کا محاسبہ حیدر آباد دکن میں میر عثمان علی خان مرحوم والی حیدر آباد کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی محافل میلاد میں قادیانیوں کے ذریعہ فرمایا۔ بعد میں اپنی قادیانیوں کو کتابی شکل میں مرتب فرمادیا۔ قادیانی امت کے خلاف ہمیشہ اہل سنت کا لٹریچر اور کام نمایاں رہا ہے۔ پاکستان میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختمِ نبوت کی قیادت، جمعیت علماء پاکستان کے پہلے صدر حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اس وقت مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ میں اہلسنت کے بزرگ طلحی قادیانی حضرت سید احمد سعید کاشمی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ جنسِ منیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مسلم لیگ کی صوبائی کونسل میں سب سے پہلے علامہ کاشمی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے خلاف شرعی فیصلہ کرنے کا مطالبہ کیا کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم اس وقت پاکستان کے وزیرِ اعظم تھے۔ ان سے تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے ملاقات کر کے قادیانیوں کے خلاف شرعی فیصلہ نافذ کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس وفد میں اہل سنت کے اکابرین حضرت مولانا عبدالغفار ہالوی اور قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی موجود تھے۔ جس کی تفصیلی مجلسِ احرار کے رہنما جاناہد مرزا کی کتاب ”سوانحِ امیرِ شریعت“ شورشِ کاشمیری کی مشہور کتاب ”سید عظام اللہ شاہ بخاری“ اور جنسِ منیر کی رپورٹ میں موجود ہے۔

پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں اگرچہ ۱۹۴۹ء میں نادر اسلمی میں بھی علماء تھے۔ ۱۹۶۲ء کے ایوانِ آئین کی تشکیل اور اس کے زیرِ سایہ اسلمی میں بھی علماء موجود تھے۔ دن بھٹ کی مٹری پاکستان اسلمی میں علماء موجود تھے۔ پاکستان کے کسی پارلیمانی فورم پر قادیانیت کا مسئلہ اٹھانے کی کسی کوشش حاصل نہیں ہوئی۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد ۲۳ اپریل ۱۹۷۲ء کو ہائیڈر اہلسنت پاکستان میں اسلمی کا اجلاس بھونے بلایا اس میں پہلے ہی روز قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی نے قادیانیت کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس سے پہلے بنگالی خان سے قائد اہلسنت نے ڈھاکہ میں مذاکرات کیے اس میں بھی مشہور قادیانی ایم ایم احمد کی سازشوں سے صرف قائد اہلسنت نے پردہ اٹھایا۔ جمعیت کا وفد شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر عجیب الرحمن سے مذاکرات کرنے گیا تھا۔ جس کی قیادت قائد اہلسنت نے فرمائی جس میں جناب بھرمہ کرم شاہ اور غفور الحسن بھوپالی مرحوم شامل تھے۔

قائد اہل سنت نے عجیب الرحمن کو بھی قادیانیوں کے خلاف اپنا ہم خیال بنالیا تھا۔ قائد اہلسنت نے قادیانیوں کے خلاف ۱۹۷۳ء کے دستور میں ترمیم پیش کی۔ آج تک ۱۹۷۳ء کے دستور میں بارہ ترمیم ہو چکی ہیں۔ ان میں ترمیم نمبر ۴ ہی حقیقت ہے۔ جو قادیانیوں سے حلق ہے۔ یہ اہلسنت کے قائد امام شاہ احمد نورانی نے پیش کی تھی اور اہل سنت کی جہیں قادیانیت کے اعتقاد کے فخر سے جھگڑتی۔ اہل سنت کی تاریخ روشن ہے۔ آج بھی قادیانیوں کے خلاف سب سے موثر آواز اہل سنت کی ہے۔

دلوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے

ان کا دامن تمام لو جن کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام ہے

اس لیٹ کے آخر میں سنی دیرج ستر لکھان روڈ بھائی پھیرو (قصور) کی طرف سے ایم اعلان اور پچھلا دینے والے چند سوالات بھی شائع ہوئے تھے۔ مرزا نعیم اختر نورانی کا یہ کتابچہ سال ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ (ادارہ)

زکوٰۃ و صدقات اور عطیات کا بہترین معرف

زکوٰۃ، صدقات، کفارات، یمین و صیام، فدیہ صوم

اور عطیات کے ذریعے

اہلسنت و جماعت کی عظیم دینی درس گاہ

دارالعلوم نعیمیہ

کے مستحق طلبہ کی اعانت کیجئے

(علامہ مولانا) جمیل احمد نعیمی ضیائی

ناظم نشر و اشاعت و استاذ الحدیث

دارالعلوم نعیمیہ

بلاک نمبر 15 - فیڈرل بی ایریا کراچی

فون نمبر 021-36314508-36324236



اشاعت خاص
کردار نورانی زندہ ہے

فاتح مرزا سیت

حضرت قائد اہلسنت

امام شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ

صدر جمعیت علماء پاکستان و چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن

مرتبہ

محمد سلیم مست قادری



علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سندھ لاہور (لاہور) 141200

0321/0300/0313-8429027 mahboobqadri787@gmail.com

(10 اگست 1979ء)



فخر پارک کراچی میں سنی کانفرنس کے قیام کے دوران اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے علامہ عبدالمصطفیٰ الہی علیہ السلام نے
آج کے کانفرنس کے اہم مقاصد اور اس کے نتائج کے بارے میں بتائے۔ ان کا کہنا تھا کہ آج کے اجتماع کا مقصد
مختلف قبیلوں اور علاقوں کے علماء و شریکین کے درمیان یکجہٴ رائے پیدا کرنا ہے۔

پیشہ جگر گوشہ داران کا رشتہ سید کا شرف و شہرہ



حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب دہلی نے
حضرت مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب دہلی کے ساتھ

جو مددگار ہیں اور شہرہ سید کا شرف و شہرہ



ختم نبوت کے مسلمہ اجماعی عقیدہ میں نقب زنی کرنے والے:

دیوبندی مکاتب فکر کے مولوی صاحبان نہایت کمال ہوشیاری کے ساتھ ختم نبوت کے موضوع پر جلے منعقد کرتے ہیں۔ نشر و اشاعت اور اشتہار بازی کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے ہم ہی محافظ ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ قادیانی حضرات مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت ثابت کرنے کے لئے ہائی مدرس دیوبند کاسم نالوتوی کی درج ذیل تحریر کو پر زور انداز میں اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نئی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصرہ کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے“ اور خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کرنا عوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں۔“ (تعلیم الداس (کتب خانہ امدادیہ) ص ۳۳)

کاسم نالوتوی کی یہ گستاخانہ تحریر قرآن وحدیث سے کھلم کھلا بغاوت اور انحراف ہے۔ حضور پر نور ﷺ کا آخری نبی ہونا نص قطعی یعنی قرآن پاک اور حدیث مصطفوی ﷺ سے ثابت ہے چنانچہ دیکھئے رب تعالیٰ جل جلالہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

”یٰٰہم نالوتوی کو ہائی دارالعلوم دیوبند مشہور کیا گیا ہے جبکہ حقیقت میں اس کے ہائی معرفت سے حامی عابد حسن احمدی ہیں جو راست العقیدہ مسیحی تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ شریف کی عظیم نسبت کے حامل صوفی تھے۔ تاکہ کے حامل افراد نے درس گاہ پر قبضہ کر لیا۔ (ادارہ)

(۱۵ اگست ۱۹۷۰ء)



جمعیت علماء دین پاکستان کے رہنما علامہ شاہ احمد نورانی صاحب مدنی جمعیت

کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں خطاب کر رہے ہیں

پیشرو یہ جگہ کوئٹہ میں بلوچستان کے علاقہ راجہ پور میں

مَا كَانَ مُعْتَقًا أَبَا آدَمَ بْنِ رَجُلٍ كَذِبٍ
وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَلِيفَةُ النَّبِيِّينَ
کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول
ہیں اور سب نبیوں میں نبیچلے۔

(کنز الایمان)

مشہور حدیث پاک ہے:

إِنَّمَا خَلَفَهُ النَّبِيُّونَ لَكِنِّي بَعْدِي
میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی
نہیں۔

حضرت نبی مکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق (خلیفہ ثانی) ہوتے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے آخری رسول ہیں۔ اور امام الانبیاء ﷺ پر باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے اور ہر مسلمان یہ بھی پختہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ مسئلہ ختم نبوت کا ملبوم بہت سیدھا سادہ عام فہم، واضح اور حش آفتاب روشن ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اب اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتا ہو مگر اسے حضور پر نور ﷺ کے ختم المرسلین ہونے پر پختہ یقین نہ ہو اور وہ یہ کہے کہ ”حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے اور حضور ﷺ کو آخری نبی خیال کرنا عوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں۔“

تو ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مسلمان نہیں رہتا۔ بلکہ وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے بے بہرہ، گمراہ، گمراہ کن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے؟

”اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت علامہ مولانا مفتی محمد احمد رضا خان قاضی بریلوی رحمہ اللہ نے اس عبادت اور مکتبہ دیوبند کے دوسرے اکابر جن میں مولوی رشید احمد کنکوی، مولوی ظلیل احمد انصاری، مولوی اشرف علی تھانوی اور مرزا قادیانی کی مختلف عنوانات پر لکھی گئی کتابوں میں کفریہ عبادات کے سلسلے میں یکے بعد دیگرے طبعہ علیحدہ خطوط ارسال کئے یا تو ان عبادات کا صحیح عمل بیان کیجئے یا پھر توہر کر کے ان عبادات کو اپنی

تحریروں سے نکال دیجئے۔ اس سلسلے میں رسائل بھی لکھتے گئے۔ مرزا قادیانی اور علماء دیوبند کس سے کس نہ ہوئے۔ علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری کتاب حسام الحرمین کے (مقدمہ) ہجاء آغاز میں رقم طراز ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے تحذیر الناس کی تصنیف کے تیس سال بعد ان عبادات کی بناء پر ۱۳۲۰ھ میں المستعد المسند کے حاشیہ المستعد المسند میں مذکور افراد پر فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت نے المستعد المسند کا دوبہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا حرمین طہن کے علماء کی خدمت میں پیش کیا۔ جس پر وہاں کے پنجائیس طویل القدر علماء کرام نے زبردست تقریظیں لکھیں اور واشکاف الفاظ میں تحریر کیا کہ مرزا قادیانی کے ساتھ ساتھ افراد مذکورہ بھی بلا شک و شبہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور امام احمد رضا خان قادری بریلوی کو حمایت دین کے سلسلے میں بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ علماء حرمین طہن کے یہ فتویٰ حسانہ الحرمین علی منہج الکفر والکفر والکفر کے نام سے شائع کر دیئے گئے۔ تحذیر الناس کے حامی بڑے دھڑلے سے یہ بات پیش کیا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں جگہ مولوی نانوتوی نے عقیدہ ختم نبوت امت مسلمہ کے مطابق پیش کیا ہے۔ وہ ختم نبوت (زمانی) کے کیسے منکر ہو سکتے ہیں؟ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک وفد کا انکار سینکڑوں وفد کے اقرار پر پانی پھیر دیتا ہے۔ کیا دعویٰ نبوت کے باوجود مرزا قادیانی کی متعدد تصریحات موجود نہیں ہیں۔ جن سے عقیدہ ختم نبوت کی حمایت کا پتہ چلتا ہے؟ اس عنوان پر غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کی تصنیف ”التشہیر بحدوث التحدید“ کا مطالعہ سودمند رہے گا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے اکابر دیوبند کے حبش باطن کا پردہ چاک کر کے ناموس رسالت کی پاسداری کا کماحقہ فریضہ ادا کیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بریلوی اور دیوبندی نزاع (جھگڑا) کی اصل بنیاد یہ عبادات ہیں نہ کہ فتویٰ مسائل۔“ (علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری، حسام الحرمین: مقدمہ، ہجاء آغاز)

اکابر دیوبند محافظہ ختم نبوت یا محسن قادیانیت؟

دراصل قادیانی جماعت کے محسن بھی یہی اکابر دیوبند ہیں جنہوں نے قادیانوں کے بھولے نبی مرزا قادیانی کو دعویٰ نبوت کی بنیاد فراہم کی۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ

اکابرِ دین و مہمانِ مہتممِ نبوت ہیں یا حسنِ قادیانیت؟ کیا قاسم نانوتوی نے مسئلہ ختمِ نبوت کے خلاف کام سہی کر کے ناقابلِ طاقی جرم کا ارتکاب نہیں کیا؟ اگر موجودہ دیوبندی حضرات ختمِ نبوت کے مسئلہ میں غلط ہیں تو وہ کسب و فریق واریت سے بالاتر ہو کر جرأت مندی کے ساتھ مذہبی غیرت کا مظاہرہ کریں اور قاسم نانوتوی و دیگر اکابرِ دیوبند کی کفریہ مہارات سے اظہارِ لائقیت کریں اور مذکورہ افراد کو کافر جانیں۔

۱۹۵۲ء میں مرزا انجیل کے خلاف کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس کا انعقاد ہوا تو آپ اس بورڈ کے اہم رکن مقرر ہوئے۔

(ماہنامہ ترجمانِ اسلام کراچی۔ ختمِ نبوت نمبر۔ ۱۷ اگست ۱۹۷۲ء)

تحریک ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ کراچی میں مولانا عبدالحمید بدایونی علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء کے ساتھ تحریک میں شامل ہوئے آرام پارک میں جمعہ کے دن تحریک کا آغاز ہوا تو امامِ نورانی شیخِ نبی تھے۔ گرفتاری کے لئے رضا کاروں کی تیاری کے علاوہ دیگر ضروری انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (رپورٹ: تحقیقاتی عدالت جسٹس میر پورٹ ص ۸۰)

۱۹۶۹ء میں امامِ نورانی نے پاکستان آنے کے بعد سب سے پہلا قادیانوں کے بارے میں بیان جاری کیا تھا۔ آپ نے یحییٰ خان (سابق صدر پاکستان) کو مخاطب کرتے ہوئے صاف کہا تھا کہ تمہارا قادیانی شیر ایم۔ ایم۔ احمد پاکستان کی معیشت کو تباہ کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ (ماہنامہ نیاں، ۱۷ دسمبر ۱۹۷۲ء ص ۱۲)

قومی اسمبلی میں امامِ نورانی کی نظامِ مصطفیٰؐ کے نفاذ اور ختمِ نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت امامِ نورانی کو مستقبل میں ہونے والے واقعات و حالات اور ملک کو آمدہ درپیش دشمنی مسائل پر قبل از وقت تجویز کرنے کا وافر ملکہ عطا فرمایا ہے۔ وقت کے دھارے نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس دور میں قائد کے مستقبل کے بارے میں تجویز اکثر اوقات بالکل صحیح ثابت ہوئے جو آپ کے علم و فضل، فہم و فراست اور سیاسی بصیرت کا منہ بولا ثبوت ہے۔ قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہوتے ہی آپ نے مستقبل کی منصوبہ بندی تیاری کر لی تھی۔ امامِ نورانی نے نظامِ مصطفیٰؐ کے نفاذ و مقامِ مصطفیٰؐ

نظام کے تحفظ کے لئے پارلیمنٹ کے اندر آئینی و قانونی جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے اس آئینی جدوجہد کا آغاز کرتے ہوئے قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں ہی نظامِ مصطفیٰؐ کی نفاذ اور مسئلہ ختمِ نبوت کے بارے میں صدائے حق بلند کی۔ آپ نے مرزا انجیل کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کی بنیاد رکھنے کے لئے معزز ایوان میں مطالبہ کیا کہ آئین میں مسلمان کی تعریف درج ہوئی چاہیے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

”۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے امام شاہ احمد نورانی نے اسلام اور ختمِ نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز بلند کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ نعرہ حق بلند فرمایا کہ جو آئین فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور کو اس معزز ایوان کے لئے قابلِ قبول نہیں سمجھتا ہوں اور میں اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں اگر اس دستور کو نافذ ہی کرنا ہے تو وہ دفعات جو اسلام کے اندر اسلام کے محتلف ہیں۔ ان دفعات کے محتلف کسی کیلئے کے سامنے میں بیان دے سکتا ہوں بہت سے یہاں عالم موجود ہیں۔ وہ بھی بیان دیں گے اسلام کے مطابق دستور کی دفعات بتانے میں تعاون کریں اور ان دفعات کی تصحیح کی جائے جو اسلام کے خلاف ہیں پھر اس عارضی دستور میں ترمیم کر دی جائے تب یہ قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے؟ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے اس ملک میں اسلام کے بدترین قسم کے دشمن موجود ہیں۔ وہ مسلمان بن کر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے کے لئے یہاں آسکتے ہیں۔ مسلمان کی تعریف کروں گا آپ نے فرمایا کہ آئین میں یہ بات درج ہوئی چاہیے کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کی وحدانیت قیامت کے آنے، قرآن پاک خدا کی آخری کتاب ہونے، رسول اللہؐ کے خاتم النبیین ہونے اور رسول کریمؐ کی سنت و حدیث اور قرآن پاک کے احکامات پر کامل یقین رکھتا ہوں۔ اس قسم کی تعریف اور پابندی اس کے اندر موجود نہیں اگر کوئی کمیونسٹ ہے تو وہ بھی صدر مملکت بننے کے قابل نہیں ہے۔ سوشلسٹ اگر کمیونسٹ ہے تو وہ بھی اس

قابل نہیں ہے میں عرض کر رہا تھا وہ یہ ہے کہ دستور میں مسلمان کی تعریف نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان نہیں سمجھتے تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے آکر سلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں اور چاہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں میں وزیر قانون کی خدمت میں عرض کروں گا کہ دستور جو ہو وہ اسلام کے مطابق ہو۔ یہ آئین وزیر قانون کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور مکمل ہو سکتا ہے مگر ہم اس میں ترمیم کرنے کے بغیر اسے ٹھیک نہیں سمجھتے۔ اسے بڑا خوشنما بنا کر ہمارے سامنے سجا کر دکھا گیا ہے اس میں خوشنما ہی خوشنما ہے مگر کام کی بات نہیں رکھی گئی اور اس کے اندر اسلامی روح موجود نہیں ہے بلکہ اسلامی روح کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(روایت کو قومی اسمبلی: سہ ماہی ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء، صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

لہذا آپ کی کوششوں سے آئین میں مسلمان کی تعریف درج کی گئی۔

مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کا عظیم کارنامہ

امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ صاحب نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی عظمت و ولعت اور شان و شوکت کو بلند رکھنے کے لئے ۳۰ جون ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی میں ایک تاریخی قرارداد پیش فرمائی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے قرارداد کا مسودہ تیار کرنے کے بعد خان عبدالولی خان سے آپ نے فرمایا۔ خان صاحب! آج شام میں آرہا ہوں قرارداد کے مسودے پر آپ کے دستخط کروانے ہیں شام کو آپ خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے خان صاحب نے پوچھا ”مولانا فرمائیے! کیا حکم ہے؟ علامہ نورانی نے فرمایا کہ یہ مسودہ ہے بولے کیا اس پر میرے دستخط چاہیں میں نے کہا آپ کے دستخط سب سے پہلے ہوں گے۔ علامہ نورانی صاحب نے کہا کہ آپ مسودہ ایک نظر دیکھ لیں۔ بولے کوئی ضرورت نہیں اور بلا کسی تردد کے انہوں نے قرارداد کے مسودے پر دستخط کر دیئے اس وقت فورٹ بخش بن جو صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے بھی بغیر کسی ایت و لعل کے دستخط کر دیئے۔

اس قرارداد پر حزب اختلاف کے ۲۲ افراد (جن کی تعداد بعد میں ۳۷ ہو گئی) نے دستخط کئے۔ اہل بیت جمعیت العلماء اسلام کے (دوبہ ہندی مکاتب فکر) مولوی نظام نوٹ ہزاروی اور مولوی عبدالکیم نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کئے۔ اس تحریک میں امام نورانی کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیٹی کا ممبر بھی منتخب کیا گیا۔ آپ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ دونوں کمیٹیوں کے اجلاس میں شرکت کی۔ آپ نے قادیانیت سے منقطع ہر قسم کا لٹریچر اسمبلی کے ممبروں پر تقسیم کرنے کے علاوہ ممبروں سے ذاتی رابطہ بھی قائم کیا اور شتم نبوت کے مسئلہ سے انکس آگاہ کیا۔ اس تحریک میں تین ماہ کے دوران آپ نے صرف پنجاب کے علاقہ میں تقریباً چالیس ہزار میل کا دورہ کیا۔ ڈیڑھ سو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عام جلسوں سے خطاب کرنے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔

(کتاب: مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا ابوالفتح صادق ص ۱۶۰)

مذکورہ قرارداد اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے آپ نے اس کی ایک ایک کاپی تمام اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کو بھجوا دی تھی اور اخبارات نے اسے شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کر دیا تھا آپ کی قرارداد میں مرزا ناصر (ناسور) نے ایک بیان دیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ علامہ مولانا شاہ احمد نورانی کی قرارداد ایک طرف ہے انہوں نے ایک بیان میں مطالبہ کیا تھا کہ اگر شاہ احمد نورانی اس قرارداد کو قومی اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات کا حق دیا جائے کہ ہم بھی قومی اسمبلی میں اپنے موقف کی وضاحت کر سکیں جب آپ قرارداد کا مسودہ صاحبزادہ فاروق علی خان سلیٹر قومی اسمبلی کو پیش کرنے کے لئے ان کے چیمبر میں تشریف لے گئے وزیراعظم مسٹر بھٹو اور حفیظ جبرازہ بھی اس وقت وہاں موجود تھے مسٹر بھٹو اس وقت بہت پریشان تھے اور وہ اس قرارداد کے پیش کرنے پر علامہ نورانی سے خفا تھے ان کا موقف تھا کہ مولانا! آپ نے میرے لئے خواہ خواہ ایک مسئلہ اور مصیبت کمڑی کر دی ہے۔ مسٹر بھٹو آپ سے کہنے لگے دیکھئے مولانا! قومی اسمبلی کو قومی اسمبلی رہنے دیں کیا اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ ہوگی ویرہ وغیرہ۔ مسٹر بھٹو کا موقف یہ تھا کہ آپ لوگ قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس مسئلے میں علماء کرام کے فتوؤں سے ہم نے انکار تو نہیں کیا پھر اس معاملے کو قومی اسمبلی میں لانے کی

کیا ضرورت تھی؟ بھٹو نے کہا کہ یہ سب مذہبی جنون کی باتیں ہیں علامہ لورانی صاحب نے کہا بھٹو صاحب ایسے سبب مذہبی مسئلہ نہیں ہے پاکستان کے اندر یہ مسئلہ بہت حد تک سیاسی بن چکا ہے سبز بھٹو نے کہا کہ مرزا ناصر احمد نے جو بیان دیا ہے کہ یہ سب ایک طرف ہے آپ نے کہا کہ اس کا حل یہ ہے کہ آپ مرزا ناصر کو بلا لیجئے بھٹو کہنے لگے مرزا ناصر الدین کو اسمبلی میں کیسے بلایا جاسکتا ہے؟ علامہ لورانی نے کہا کہ مرزا ناصر الدین کو کیمبرے میں بلایا جاسکتا ہے اسے "پارلیمنٹ ان کیمبرہ" کہتے ہیں کوئی بھی شخص اس میں ترمیم نہیں کر سکتا ہم اراکین اسمبلی البتہ ہوں گے مرزا صاحب آئیں اور وہ اپنا بیان دے دیں آپ ان کی سن لیجئے اس کے بعد قومی اسمبلی جو مناسب سمجھے وہ کرے اس قرارداد پر قومی اسمبلی میں دو ماہ سات روز تک عام بحث ہوتی رہی۔

اسی دوران بھٹو صاحب سے اسی سلسلہ میں آپ کی تین میٹنگز ہوئیں۔ ایک میٹنگ رات دو بجے تک چلتی رہی۔ اس میں سردار شیر باز مزاری، حاجی مولا بخش سومرو (الحی بخش سومرو کے والد) اور جنس افضل چیمہ بھی موجود تھے۔ بھٹو صاحب نے کہا کہ اس قرارداد کے منظور ہونے سے پاکستان پیپلز پارٹی کی بہت بدنامی ہوگی۔ لوگ پاکستان پیپلز پارٹی کو ایک نیکو پارٹی سمجھتے ہیں۔ امام لورانی نے کہا کہ اگر کچھ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے بھی ہیں تو آپ کو ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ بات پیپلز پارٹی کے منشور میں شامل ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ بھٹو صاحب بڑی مشکل سے قائل ہوئے تو انہوں نے یہ قرارداد اسمبلی سے باہر اپنی پارٹی کے اراکین کے سامنے رکھی۔ بے رحم اور شیخ رشید نے اس کی بہت شدید مخالفت کی۔ مگر بھٹو صاحب نے کہا کہ یہ اسلام کی بات ہے مذہب کا معاملہ ہے۔ پیپلز پارٹی اس کی مخالفت نہیں کرے گی۔ بے رحم نے قرارداد کی مخالفت میں بہت ہنگامہ کیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ قرارداد اسمبلی میں منظور ہوا۔ اس دوران قادیانی بھی اپنا کام کرتے رہے اور مسلمان ممبروں کے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہے۔ چنانچہ ایک رکن اسمبلی نے حضرت امام لورانی سے کہا کہ مرزا ناصر کہتا ہے کہ جب کوئی مسلمان قادیانی الرسول کے جذبے سے سرشار ہو کر مقام صدیقیت پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کے لئے نبوت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ امام لورانی نے یہ بات سن کر اس

ممبر سے کہا کہ مرزا ناصر کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ جب مسلمان عبادت و ریاضت سے قادیانی اللہ کا درجہ حاصل کر لے تو کیا اس کے لئے الوہیت کی کھڑکی کھل جاتی ہے؟ یہ جواب اس ممبر کی سمجھ میں آ گیا۔ اس نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

اسمبلی میں حضور ﷺ کا زندہ مجرہ

قومی اسمبلی میں جب قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر پر جرح ہو رہی تھی اس موقع پر قومی اسمبلی کے اراکین نے اپنی ٹکٹوں سے حضور نبی کریم ﷺ کے زندہ مجرے کا مشاہدہ کیا۔ اسلام آباد میں کئی منزلہ عمارت میں جو چاروں طرف سے بند اور انٹیر کڑ بیٹھا ہے قومی اسمبلی کا اجلاس ہوتا تھا اور اسمبلی کے اجلاس کے دوران کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ اوپر سے کوئی چیز کسی بھی رکن پر پڑی ہو۔ لیکن اس وقت کے اراکین قومی اسمبلی اس امر کے شاہد ہیں کہ جب مرزا ناصر نے اپنا ۸۰ صفحات پر مشتمل مضمر نامہ پڑھنا شروع کیا تو کسی پرندہ کا ایک پر جو غلاطت سے بھرا ہوا تھا۔ چھوٹے پچھلے سے نکل کر آہستہ آہستہ گھومنا ہوا سیدھا مرزا ناصر کے مضمر نامہ پر گرا اور لوگوں نے دیکھا کہ مرزا ناصر کا مضمر نامہ گندہ سے بھر گیا اور وہ بڑی طرح کا پک چکا اور اس کے منہ سے لکھا "آئی ایم ڈسٹرڈ" بھر حال مضمر نامہ پڑھا گیا۔ اراکین اسمبلی نے مرزا ناصر سے ختم نبوت، حیات مسیح علیہ السلام اور دیگر متعلقہ ضروری مسائل پر ایک سو اسی سوالات کئے جن میں ۵۷ سوالات جمعیت علماء پاکستان کے اراکین کی طرف سے کئے گئے۔

سوالات لکھ کر اسمبلی کے سیکرٹری کو دیئے گئے اور ان سوالات کو پوچھنے کی ذمہ داری انٹرنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بخٹیار کے سپرد کی گئی۔ مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر سے جرح ہوتی رہی اور سوال اور جوابی سوال کیا جاتا رہا۔ مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پینہ چھوٹ جاتا اور آخر تک آکر کہہ دیتا کہ بس اب میں تھک گیا ہوں۔ انٹیر کڑ بیٹھا کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا اسے یہ گمان نہیں تھا کہ اس طرح عدالتی کٹہرے میں بیٹھا کر اس پر جرح کی جائے گی۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کا سہرا امام شاہ احمد نورانی کے سر ہے

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسلمہ کذاب جموں نے مدعی نبوت کا سر قلم کر کے اس فتنے کا قلع قمع کیا تھا۔ مرزا غلام قادیانی انگریزوں کا پروردہ ایجنٹ اور مسلمہ کذاب کا بیج و کار تھا۔ مرزا غلام قادیانی کے باطل نظریات کی بیخ کنی کا سہرا بھی اسی خاندانِ صدیقی کے چشم و چراغ عاشقِ رسول مقبول رضی اللہ عنہم جانشین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مدعی انقلاب نظام مصلوکی، امام المصلحت حضرت علامہ مولانا القاری الی فاضل الشیخ الشاہ احمد نورانی صدیقی صاحب مدظلہ العالی کے سر ہے۔ چنانچہ آپ کی پیش کردہ قرارداد پر ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی جماعت و لاہوری جماعت کے مرزائی قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (ش۔ دسمبر ۱۹۷۳ء) کے نمبر ۷۷۷ خصوصی کے ایک سوال کہ کسی بات کو آئین کا حصہ بنادینے سے حوام کو کیا حاصل، حوام تو معاشرتی زندگی میں اس کا نفاذ چاہتے ہیں؟ کا جواب دیتے ہوئے امام نورانی نے فرمایا ”ٹھیک ہے“ آئین پر عمل درآمد نہایت ضروری ہے۔ قادیانی مسئلہ میں ہم اللہ کے فضل سے کامیاب رہے ہم نے سخت جدوجہد کے بعد اسمبلی میں اس مسئلہ کو حل کرایا ہے۔ الحمد للہ یہ فیصلہ اب دستور کا حصہ بن چکا ہے اب اگر کوئی حکمران اس پر عمل نہیں کرتا تو یہ اس کی اپنی بدبختی ہے حضرت امام نورانی نے اس فیصلے کے بعد ملکی اور عالمی سطح پر اس کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانی ملک کے وفادار نہیں ان کی ہمدردیاں آج بھی اس ملک کے ساتھ ہیں جہاں ان کا ”قادیان“ ہے وہ ہمیشہ اکھنڈ بھارت کی علمبردار رہے ہیں۔ اس فیصلے سے ملک کی سالمیت کا تحفظ ہو گیا ہے اب وہ ہمارے ملک کے خلاف کوئی سازش نہیں کر سکیں گے جہاں تک عالمی سطح پر اس کے اثرات کا تعلق ہے تو قادیانی اخبار اور رسائل بھی چھپنے لگے ہیں کہ اب وہ دنیا میں تبلیغ کس طرح کر سکیں گے؟ قادیانیوں نے دنیا بھر میں مشہور کر رکھا تھا کہ پاکستان میں ”احمدیوں“ کی اکثریت ہے۔ اب یہ لوگ وہاں تبلیغ کرنے جائیں تو ان سے کہا جائے گا کہ پاکستان کے مسلمانوں نے تو تمہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے تم یقیناً ہمیں اسلام کی نہیں بلکہ کسی اور مذہب کی دعوت دے رہے ہو۔ حضرت امام نورانی

نے اپنے ایک اخباری بیان میں ایک اہم انکشاف فرمایا کہ پارلیمنٹ نے قادیانوں کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس فیصلے کے بعد پچاس ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا اگر اس فیصلے کی موثر طریقے سے تشہیر کی جاتی تو باقی ماندہ قادیانی بھی اسلام قبول کر لیتے۔

قادیانوں کی طرف سے پچاس لاکھ کی پیشکش

کراچی کی ایک دعوت کے موقع پر حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی صاحب اور مفکر اسلام پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب سے آگرہ کے اکبر عادل صاحب سی۔ ایس۔ پی ریٹائرڈ سیکرٹری وزارت صنعت و حرفت حکومت پاکستان نے ذکر کیا کہ ”آپ کے صدر جمعیت عجیب آدمی ہیں کہ بعض اپنی قرارداد سے دو لفظوں کے اخراج پر انہیں بہت بڑی رقم مل رہی تھی جو انہوں نے لشکر آدمی مفصل واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت کے دوران میرے مکان پر علامہ شاہ احمد نورانی کی دعوت تھی کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض آدمی مرزائی فرقہ کے لاہوری گروپ سے متعلق تھے وہاں آئے اور پوچھا کہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ہاں مولانا نورانی تشریف فرما ہیں ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں ان کو اندر لے گیا اور حضرت نورانی صاحب سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں حضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ ان لوگوں میں تین چار سرکاری افسر بھی تھے ایک صاحب نے کہا جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنی قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے حالانکہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے لہذا آپ کی قرارداد میں ہمارا ذکر درست نہیں ہے آپ یوں کریں کہ اپنی قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں ہم اس کے عوض آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔

علامہ نورانی نے فرمایا آپ کی پیش کش ہمارے جوتے کی ٹوک پر ہے اس لئے کہ ہمارا جوتا اس پیش کش سے قیمتی ہے مرزا مدعی نبوت ہے اور جہاں سے مجھ یا مسلمان مانتا ہے وہ بھی کافر ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہوگا آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں وہ لوگ چلے گئے تو علامہ نورانی نے فرمایا کہ کئی ایسے سرکاری افسر ہیں کہ وہ بار بار ان لوگوں کی سہارش کرتے ہیں کہ صاحب ان لوگوں کا آپ کیوں ذکر لے آئے ہیں یہ تو نبی نہیں مانتے لیکن الحمد للہ اللہ کریم نے استقامت عطا فرمائی ہے یہ پیسے آتی جاتی چیز ہے اصل

دولت، دولتِ ایمان ہے اور سرمایہ آخرت۔ (کتاب: سوانحِ شاہ احمد نورانی، مولانا ابوالکلام آزاد، دہلی، ۱۹۷۷ء)
قادیانیوں کے لئے نقلی تلوار

حضرت علامہ ارشدِ قادری صاحب جو اہل سنت و جماعت کے عالمی مبلغ، کثیر الاشاعت کتب کے مصنف اور ورلڈ اسلامک مشن کے سابق نیکرٹری جنرل ہیں نے ۱۹۹۱ء میں حیدر آباد (پاکستان) میں منعقدہ امام احمد رضا کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امام شاہ احمد نورانی کی جرأت و بے ہاکی کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سرینام جو سابقہ افریقہ میں واقع ہے۔ وہاں پر عید میلاد النبی ﷺ کا جلسہ تھا اس جلسہ میں سرینام کے وزیرِ اعظم کو مدعو کیا گیا تھا۔ جلسہ گاہ میں سٹیج پر پروفیسر سید شاہ فرید الحق، میں (علامہ ارشدِ قادری) اور دیگر علماء کرام تشریف فرما تھے۔ امام شاہ احمد نورانی صاحب تقریر فرما رہے تھے وزیرِ اعظم سرینام اپنے ساتھ ایک وزیر کو ساتھ لے آیا۔ سوہ اتفاق کیسے کہ وہ وزیرِ قادیانی تھا اور امام شاہ احمد نورانی اسے جانتے تھے کہ یہ قادیانی ہے۔ جیسے ہی اس وزیرِ اعظم نے سٹیج پر قدم رکھا امام نورانی نے ان کا خیر مقدم کیا اور فرمایا کہ پرائم منسٹر صاحب آپ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ تشریف رکھیے اور قادیانی وزیر کی طرف دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ ”غیبت“ کہاں سے آگیا؟ پرائم منسٹر صاحب آپ اس کو یہاں سے ہٹائیے گا آپ کی مہربانی ہوگی۔ یہ قادیانی ہے یہ ہماری سٹیج پر نہیں بیٹھ سکتا۔ چنانچہ وزیرِ اعظم کو مجبور ہو کر اس قادیانی وزیر سے کہنا پڑا کہ اچھا تم چلے جاؤ۔ اس طرح وہ قادیانی وزیر چلا گیا۔ علامہ ارشدِ قادری صاحب نے وردِ بھرے لہجہ میں کہا کہ لوگوں نے امام شاہ احمد نورانی کو سمجھا نہیں ہے جب وہ نہیں رہیں گے اس وقت آپ سمجھیں گے۔ اس وقت سمجھنا بے کار ہے۔ امام نورانی نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلا یا اور پوری دنیا نے اس فیصلے کی بیرونی کی۔

حسبِ خدا کی، اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایسا مردِ مجاہد بے لوث و ہڈ رو بہ خوف، مجاہد حق و صداقت، قادیانیوں کے لئے نقلی تلوار اور ایسا مستثنی قائم میں نے آج تک نہیں دیکھا اس لئے آپ کو ایسے بے باک قائد کی قدر کرنی چاہیے۔

اگست ۱۹۷۲ء کے ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت کراچی کے شمارہ میں امام شاہ احمد

نورانی مدظلہ کا مرزائیت و قادیانیت کے بارے میں ایک انٹرویو شائع ہوا اس مضمون کی مناسبت سے آپ سے کئے گئے چند سوالات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔

سوال: بیرونی ممالک میں کبھی قادیانیوں سے آپ کا واسطہ پڑا ہے؟

جواب: بیرونی ممالک میں متعدد بار قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہے۔ نیروبی، دارالسلام، مارشس اور لاطینی امریکہ میں سرینام، برٹش گیانا اور ٹرینیڈاڈ کے مقامات پر بھی ساتھ پڑا اور مناظرے بھی ہوئے۔

الحمد للہ! ان مناظروں میں جو پانچ پانچ چھ چھ کھینے جاری رہتے تھے۔ مجمع عام میں قادیانیوں کو کھل شکست دی۔ قادیانیوں کا لندن سے رسالہ نکلا ہے ”اسلامک ریویو“ اس کے ایڈیٹر سے ۱۹۶۸ء میں ٹرینیڈاڈ میں مناظرہ ہوا جو ساڑھے پانچ کھینے چلتا رہا۔ اور بالآخر وہ کتابیں لے کر بھاگ گئے دوسرا مناظرہ نیروبی امریکہ میں سرینام کے مقام پر ہوا۔

قادیانیوں کے مشہور مناظر موجود تھے اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی نیروبی میں مرزائی مناظر مبارک احمد کے نام سے تھا۔ مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوئی لیکن وہ فرار ہو گیا اس طرح بے شمار مناظرے ہوتے رہے اور یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے اس طرح میں نے عقیدہ ختم نبوت کو ثابت کیا اور ان کے کفر کو باطل کیا۔

سوال: اس کے نتیجے میں کچھ لوگوں نے توبہ کی یا ان پر کوئی اثر نہ ہوا؟

جواب: الحمد للہ! اس کے نتیجہ میں اب تک ۶۰۰ قادیانیوں نے توبہ کی ہے اور یہ مناظرہ اور ان کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد ہوا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ جھوٹے اور فریبی ہیں۔

سوال: تحریری طور پر اس سلسلے میں آپ نے کیا کچھ کام کیا ہے؟

جواب: انیسویں کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے جذبہ دینی میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کچھ دیر سے ہوتا ہے۔ تحریری طور پر ختم نبوت پر انگریزی زبان میں میرے پاس ایک کتاب ہے جس میں میں نے ایک سو سے زائد آیات اور تین سو سے زائد احادیث نبوی ﷺ سے صراحتاً حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے۔ لیکن وہ کتاب طبع

نہیں ہو سکی اور نہ ابھی اس کے طبع ہونے کی امید ہے اس لئے کہ وہ خیم بھی ہے اور اس کی طباعت کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ پہلے اس کی طباعت پر ۲۵ ہزار کے خرچ کا اندازہ تھا اب کاغذ کی گرانی کے سبب اس کے اخراجات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لئے فی الحال اس کی طباعت ممکن نہیں اور دوسری کتاب میں نے اس سلسلے میں لکھی تھی جس کو مرزا کی اپنے عقیدے کی بنیاد تھاتے ہیں۔ ”حیاتِ کجِ علیہ السلام“ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مرزا قلام احمد کے دعویٰ کہ میں مسیح ہوں جھوٹ پر مبنی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے۔ باہر کی دنیا چونکہ مرزائیوں کے حالات سے بہت ہی کم باخبر ہے اور ان میں دھوکہ دینے کا موقع (قادیانیوں کو) آسانی مل جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انگریزی اور فرانسیسی میں لٹریچر زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے اور تقسیم کیا جائے اگر صاحبِ خیر مسلمان اس طرف توجہ فرمائیں اور ان کی طباعت کا انتظام کروادیں اور انہیں مفت تقسیم کروادیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ان کا معاوضہ لوں۔ کوئی بھی انہیں شائع کرا کے کسی بھی قیمت پر فروخت کر سکتا ہے۔ میرا مقصد مسلمانوں کو قادیانیوں اور مرزائیوں کے خطرناک عزائم سے آگاہ کرنا ہے۔

سوال: قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۷۲ء کے مالی سال تک بیرونی ممالک کے تبلیغی اداروں پر جو رقم خرچ کی گئی اس میں قادیانیوں کا حصہ تھا یا نہیں؟

جواب: حکومت تبلیغی مقاصد کے لئے جو بھی رقم خرچ کرتی رہی ہے وہ اس سلسلے میں بڑی فراخ دلی سے رابطہ مرزا ایم ایم احمد کی معرفت تقسیم کراتی تھی۔ ہر مرزائی مبلغ براہِ راست ایم ایم احمد کی اجازت سے اسٹیٹ بینک پہنچتا تھا اور بڑی آسانی سے غیر ملکی زرمبادلہ حاصل کر لیتا تھا اور اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اس کے ساتھ ۱۹۵۳ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک میں نے تبلیغی دورے کئے۔ ایک ایک سال باہر رہا لیکن جب بھی اسٹیٹ بینک سے غیر ملکی زرمبادلہ کا مطالبہ کیا تو مجھے انکار کر دیا گیا اور کوئی زرمبادلہ نہیں دیا گیا میرا پاسپورٹ اس چیز کی وضاحت کرتا ہے۔

حضرت امام نورانی کی مخالفت کرنے والے بد نصیب ہیں

بعض علماء و مشائخ حضرت امام نورانی کی بین الاقوامی شہرت اور خدمات پر داد

حمین: بچے کی بجائے بغض و حسد کے مرض میں مبتلا ہو کر آپ کی بلا جواز مخالفت پر اتر آئے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ اس مرد مجاہد نے مختصر عرصہ میں ملک پاکستان، عالم اسلام اور بالخصوص اہل ملت و جماعت کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ وہ آپ کی خداداد صلاحیتوں کا حصہ ہیں اور تاریخ کا ایک اہم روشن باب۔ میں پوری ذمہ داری کے ساتھ بجاگ و دل یہ کہتا ہوں کہ حضرت امام نورانی کی مخالفت برائے مخالفت کرنے والے بد نصیب ہیں بالخصوص خوابوں کا شہزادہ جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب اس میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے نوجوانوں کو حقائق سے بے خبر رکھنے کے لئے اپنے ترقیاتی پروگراموں میں برملا اس بات کا اظہار کیا کہ ”امام نورانی ۱۹۷۰ء سے وادئی سیاست میں ہیں انہوں نے تین سال میں کیا کیا؟ وہ فرماتے ہیں ۱۹۷۰ء میں انہوں نے قومی اسمبلی کی سات نشستیں حاصل کیں جب کہ ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں صرف چار نشستیں ہی حاصل کر سکے۔ جس مکاری کے ساتھ یہ اعتراض کھڑا کیا ان شاء اللہ تعالیٰ بڑی آسانی کے ساتھ اس بھوڑے اعتراض کا قلع قمع کیا جائے گا۔ حضرت امام نورانی نے رکن اسمبلی کی حیثیت سے جو خدمات انجام دی ہیں۔ پروفیسر صاحب نے ان کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ وہ سب قائب کر دیں اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

دیدہ کور کو کیا آنے نظر کیا دیکھے

میں پروفیسر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ جمعیت علمائے پاکستان نے تو ۱۹۷۰ء میں پہلی مرتبہ عام انتخابات میں حصہ لیا اور اللہ کے فضل و کرم سے قومی اسمبلی کی سات سیٹوں پر کامیابی حاصل کی جب کہ ان کی نومولود سیاسی جماعت ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں نہ صرف سیاسی میدان میں بری طرح مات کھا گئی بلکہ قومی و صوبائی اسمبلی کی کوئی نشست بھی حاصل نہ کر سکی۔ کسی پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں ضرور جھانک لینا چاہئے پاکستان کا کوئی بھی عالم دین ہو یا سیاست دان وہ حضرت امام نورانی کی خدمات جلیلہ سے چشم پٹی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ کی چوتھ سالہ زندگی ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے نوجوان نسل کو معلومات بہم پہنچاتے ہوئے اختصار آپ کی خدمات جلیلہ کی جھلک پیش کی جاتی ہیں جو آپ نے رکن اسمبلی کی حیثیت سے انجام دیں مرزائیوں کو غیر

مسلم اقلیت قرار دلانے کا تفصیلی ذکر ہو چکا اور یہ بھی ذکر ہو چکا کہ آپ کی کوشش سے پاکستان کے آئین میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف درج کی گئی۔ علاوہ ازیں آپ نے اہل سنت و جماعت کے آئین مدارس کو فوج میں منظور کرایا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل کسی بھی سنی مدرسے کے قاری تحصیل عالم کو فوج اور دیگر سرکاری محکموں میں سرکاری ملازم نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ سرکاری اداروں میں غیر مقلد وہابی و دیوبندی چھائے ہوئے تھے۔

اس کے بعد آپ نے درس نظامی کی سند کو قومی اسبلی میں ایم اے کے برابر تسلیم کرایا۔ آئین میں لفظ سوشلسٹ کے اندراج کے بعد اس کو آئین سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ بات شامل کرائی کہ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔ اس سے قبل پاکستان کے کسی بھی دستور میں یہ بات شامل نہ تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ امام نورانی نے بیرون پاکستان تبلیغی دورے فرما کر ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ تکبوش اسلام کیا۔ آپ کی خدمات جلیلہ کا تفصیلی ذکر آئندہ کتابچہ جو ابھی زیرِ تحریر ہے میں کر دیا جائے گا ان شاء اللہ۔ خود ساختہ ”منکر اسلام“ کہلانے کے حقوق میں اخلاقی قصصوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حقائق و استدلال کو چھپانا نہیں چاہئے بلکہ حقائق و استدلال کا چہرہ منہ کرنے کی بجائے بزرگوں کی خدمات پر وسعت قلبی کے ساتھ سر تسلیم کرنا ہی سعادت مندی ہے۔ حقائق کو جانتے ہوئے یہ کہنا کہ نورانی صاحب نے بیس سال میں کیا کیا؟ حقائق سے چشم پوشی ہے جو دلائل مندی نہیں بلکہ تعصب و تنگ نظری ہے۔ ایسا شخص احمقوں کی جنت میں رہتا ہے یا پھر وقتی مریش۔ امام نورانی نے ایسے تاریخی کارنامے انجام دیے ہیں اگر ایک ہزار طاہر القادری بھی پیدا ہو جائیں تو وہ امام نورانی کی گردِ راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ دعا گو ہوں کہ مولیٰ کریم بغض و حسد کے مرض میں مبتلا افراد کو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت کے طفیل حق اور سچ کہنے کی ہمت و توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

عراق کی پسپائی میں ایران کا بھرپور کردار

۱۲، ۱۸ جولائی ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ اتوار جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی مجلس عاملہ و شوریٰ کے مشترکہ اجلاس سے حضرت امام نورانی نے اپنے صدارتی خطبہ میں ارشاد فرمایا اس وقت عراق کے لئے تمام راستے بند ہیں۔ صرف اردن کے راستے سے بارہ کھنٹے

میں کار کے ذریعے بغداد پہنچا تھا۔ قائد نے فرمایا کہ انہوں نے بغداد شریف میں جامعہ بغداد کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی اور ورلڈ مسلم پارلر کونسل کے اجلاس سے بھی خطاب کیا انہوں نے کہا کہ میں نے عراق میں دس دن گزارے اور مختلف علاقوں جن میں کربلا اور نجف اشرف بھی ہیں کا دورہ کیا۔ بغداد شریف سے کربلا معطی ۸۰ اور نجف اشرف ایک سو چالیس میل ہے۔ امام نورانی نے کہا کہ میں نے عراقی حکومت کی باتوں پر ہی اعتبار نہیں کیا بلکہ بغداد شریف، کربلا معطی، نجف اشرف، سامرہ اور وحیدہ اور دوسرے شہروں میں محام سے مل کر حالات کی تحقیق کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیج کی حالیہ جنگ نے عراق کی جہاں کے لئے امریکہ کے ساتھ ساتھ بعض مسلم ممالک نے بھی گٹا ڈنکا کھڑا کر دیا۔ مسلمان ملکوں نے خاص طور پر ترکی اور سعودی عرب نے مکمل کر عراق کی مخالفت کی۔ ترکی نے امریکہ اور سعودی عرب سے ۵۰ کروڑ ڈالر نقد رقم وصول کی۔ جب کہ سعودی عرب نے جو کھڑا کر دیا وہ کسی سے مخفی نہیں مگر انتہائی افسوس ناک کردار ایران کا ہے کہ اس نے دوستی کے رنگ میں عراق کی کریمیں بھجھ گھونپا ہے اور عراق کی جہاں کی پوری کوشش کی کیونکہ عراق کی جہاں ایران کا صدیوں کا خواب ہے کہ صفویوں نے اور اس سے قبل عباسی خلافت کے خاتمہ میں ابن علیؑ نے تاتاریوں سے مل کر بغداد پر جہاں نازل کی تھی اور پھر ایرانیوں نے امریکہ سے زیادہ عراق کو نقصان پہنچایا کہ جنگ کے دوران اس نے امدادی سامان کے ساتھ اپنے کمانڈروں بھی بھیجے اور کربلا، نجف اشرف میں جہاں نازل کی۔ سینوں کے گھروں میں گھس کر لوگوں کو جن جن کو قتل کیا گیا۔ ہزاروں سنی لڑکیوں کی عصمت دری کی سینوں کے گھروں کا مال لوٹا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور مولا کے کائنات شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عزائمات مقدسہ کے گنبدوں پر لگے ہوئے سونے کے پترے اتار کر لے گئے انہوں نے کہا کہ ایرانیوں نے نہ صرف سنی لڑکیوں کی عصمت دری کی بلکہ ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد انہیں قتل بھی کر دیا۔ امام نورانی نے کہا کہ نجف اشرف اور کربلا معطی میں واقع حرارات کے ارد گرد حجروں میں اب بھی گھنٹوں گھنٹوں خون کھڑا تھا اور بے پناہ حقن اور بدلو نے ماحول کو متعفن کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ ایرانی تحریک کاروں نے جنگ کے دوران نجف اشرف اور کربلا معطی پر قبضہ کر لیا اب امریکہ نے ترکوں کے ذریعے کردوں کو جھپٹا کر دیئے انہوں نے بھی بغاوت کی

ان حالات کے پیش نظر صدرِ صدام حسین کو کویت سے فوری طور پر لٹکانا پڑا۔ گویا صدام حسین کو امریکہ نے انہیں ایران اور کردوں نے کویت سے نکلنے پر مجبور کیا۔ امام نورانی نے کہا کہ میں نے عراق کے نائب صدر جناب عزت ابراہیم سے کہا کہ آپ ایرانیوں کی تاریخ سے واقف تھے۔ آپ نے ان لوگوں پر اعتبار کیسے کیا؟ اس پر جناب عزت ابراہیم نے اعتراف کیا کہ انہیں دھوکہ ہوا۔ امام نورانی نے بتایا کہ جنگ نے شدت اختیار کی تو عراق نے عوام کے تحفظ کے لئے ایران سے ملحق ہر فرد کو اس لئے کھول دیا کہ عوام ایک مسلم ملک میں پناہ حاصل کر سکیں مگر ایرانیوں نے تو اپنی وفاقی دھوکہ بازی سے عراق پر ظلم و ستم ڈھائے۔ امام نورانی نے بتایا کہ عراق میں جب سے صدام حسین بد سیرا اقتدار آئے ہیں تو انہوں نے عرم میں گھوڑے اور ماتم وغیرہ کے جلوس پر پابندی لگا دی تھی۔ اس وقت پورے عراق میں کوئی گھوڑا نہیں نکلتا بازار میں کہیں ماتم نہیں ہوتا۔ عزاداری صرف امام ہاڑوں تک محدود ہے انہوں نے کہا کہ عراق میں ۷۰ فیصد سنی مسلمان ہیں جب کہ شیعہ صرف ۳۰ فیصد ہیں۔ امام نورانی نے بتایا کہ نجف اشرف اور کربلا معلیٰ سے ایرانی قبضہ ختم کروانے کے لئے عراقی فوج نے اہم کردار ادا کیا۔ ایرانی عزیب کار نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کے جھروں میں اور آس پاس گھس گھے تھے۔ عراق کو مجبوراً انہیں نکالنے کے لئے کارروائی کرنا پڑی تو ایران نے پوری دنیا میں مقدس مقامات پر بمباری کا شور مچایا۔ امام نورانی نے بتایا کہ عراق کو نکلنے کرنے میں امریکہ کی طرح ایران نے بھی پوری کوشش کی مگر صدام حسین نے پھر قبضہ پالیا۔ آپ نے بتایا کہ ۳۲ دن تک عراق دفاعی جنگ لڑتا رہا جس میں اس کے ۸۰ فیصد کارخانے تباہ ہو گئے گیارہ ہزار بچے قتل ہوئے انہوں نے کہا کہ اس وقت اقوام متحدہ کی تمام قراردادیں منظور کرنے کے باوجود عراق کی ناکہ بندی ختم نہیں ہوئی بچوں کے لئے دوائیں اور دودھ بھی نایاب ہے مگر پورے عالم اسلام میں کوئی حجاج کی آواز نہیں اٹھی۔ (بشکریہ پندرہ روزہ نمائے طابعت لاہور۔ ۱۱ اگست ۱۹۹۱ء)

(نوٹ: جمعیت علماء پاکستان چوک اعظم ضلع لیہ نے کرائی قدر محمد سلیم مسند قادری کا یہ کتابچہ چوک اعظم میں سنی کانفرنس کے موقع پر ۲۳ فروری ۱۹۹۲ء کو شائع کیا جو اس کتابچہ کا چوتھا ایڈیشن تھا۔ اس کتاب پر حضرت علامہ ابراہیم نظامی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد کی تخریق بھی ہے۔)



انشانت خاص
کربارِ نورانی



منظوم و منشور.....منتخبات

جناب شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
جناب پاسان مسلک رضی علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق رضوی
جناب ملک التحریر علامہ شبیر احمد ہاشمی
جناب علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی
جناب قمر بیوانی، وقار صدیقی، وحامی بی اسے سنگ

(مرتبہ)

محمد طاہر فاروق نورانی



علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سید اختر عظیم ستریت (ڈیرہ گاہی پور) ہر گروہ روزہ جہان آباد (41200)
0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com



ہر زمانے کی ضرورت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ سب سامنے ہیں حقیقت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 سلب کر لیتا ہے وہن و دل سے تحریک فساد امن کامل کی ضمانت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 نظریں اغیار تک سے بھی روا رکھتا نہیں بس محبت ہی محبت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 آج اپنا لو تو آجائیں بہاریں آج ہی آج بھی دعوہ حقیقت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 غیر اہم کوئی کسی عنوان رہ سکتا نہیں اک اساس قدر و قیمت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 چاہتا ہے اور کیا فطرت سے صحرائے وجود اک بہار رنگ و گلہب ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 دستبردار اپنی عظمت سے نہ ہوتا چاہیے باعث اعزاز و عظمت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 درمیان خلق و خالق کوئی بت رہتا نہیں ایک عالمگیر وحدت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 غیر نظری اشتراکیت پنپ سکتی نہیں یمن حق ہے یمن فطرت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 کیوں نہ ہو انسانیت کے واسطے بچہ و قار حسب غنائے شیت ہے نظام مصطفیٰ ﷺ
 (دعا صدیقی: کتاب شاہ احمد نورانی، حصہ دوم صفحہ ۹۶)

☆☆☆
 ☆☆☆

السلام اے قائد فرخندہ خو السلام اے رہبر رخشدہ تو
 از صدائے نعرۂ مستانہ تو شیطنت لرزہ ما دیوانہ تو
 السلام اے حکمر علم و عمل ہمنہ فیض حبیب عزوجل



بہار اہل

تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ

اہلسنت کا ووٹ صرف اہل سنت ہی کی امامت ہے

ووٹ بہت بڑی طاقت ہے اس کا درست استعمال آپ کی اجتماعی قوت
 کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے

موجودہ ملکی حالات میں جس طرح اہل سنت کا مسلکی استحصال ہو رہا ہے
 سابقہ ادوار میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

سنی بھائیو! وقت بہت ضائع ہو چکا ہے مزید ضائع نہ کریں اپنی سیاسی قوت کو
 اکٹھا کر کے ملک میں اپنی شناخت بنائیے۔

اپنے نمائندے اسمبلیوں میں بھیجیے

تا کہ آپ کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کا تحفظ یقینی بن سکے

یاد رکھیے! یہی استحکام کے بغیر آپ کے دھار کی برائی ممکن ہے۔

مولانا دلدار حسین رضوی (مذہب: جامع کمال فاضل دارالعلوم)

0300-6077287 0454-711287

آمدی و ماند اسم آمدی مطہ فی العلم و الجم اسم آمدی
السلام اے کاشفِ رموز و نہاں واقفِ رازِ دونِ خسر و ال
ناشر حق ناصر دین شین حامی دستور قرآن بین
مبصری صر صر روزگار کہ استقلال بحر ہے کنار
اے ش روشن ضمیر مومنین یک لکھی بر فقیر رہ نشین
نتیجہ فکر: علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی

(بکریہ: ماہنامہ "ترجمانِ اہلسنت" کراچی، نظامِ مصطفیٰ ﷺ نمبر ۱۹۷۶ء، ص ۱۳۲)

☆☆☆

طلو عظمتِ اسلام کی برحانِ نورانی ظاہر ایک کاری ہے مگر قرآنِ نورانی
شرافت کا، صداقت کا، محبتِ امنِ عالم کا اخوت، عشقِ دوستی کا ہے اک بیانِ نورانی
جلالِ دینِ قیم ہے بحالِ رحمتِ عالم جنابِ عشق کے کرب و عمل کی جانِ نورانی
عدو سرورِ کونین پر ہے قہرِ فاروقی جنابِ حضرت صدیق کی پہچانِ نورانی
یہ علم و فضلِ حیدر ہے حیا و علمِ مثنوی وقارِ دینِ قیم کا ہے اک عنوانِ نورانی
نشانِ قرنِ اول ہے یہ پرچم ہے صحابہ کا ہے گویا ایک فیضِ حضرت نعمانِ نورانی
محمد بن حسن شیبانی صر رواں سمبو ابو یوسف و فرقاری کا ہے فیضانِ نورانی
جنابِ شیخِ اکبر کا فصوصِ احکم ہے یارو مجددِ الک فانی کا وجودِ آنِ نورانی
جنابِ غوثِ اعظم کی کرامتِ شہادت ہے شہدِ احمد رضا کی ہے عز و شانِ نورانی
فضائے جبر میں ہے ہد کی لکارِ نورانی فضائے کیف میں ہے عشق کی اک کانِ نورانی
رسولِ ہاشمی کے دینِ قیام کی صداقت ہے جنابِ سید شہید کی سمجھیں سیادت ہے
(علامہ شہید احمد ہاشمی رحمہ اللہ)

ممتاز عالم و روحانی پیشوا حضرت علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی کے جذباتِ عقیدت
و محبت پر مشتمل زیرِ نظر منقبت ان کے پہلے مجموعہ کلام "شانِ جمال" کے سلسلہ نمبر ۱۱۶ پر شائع
ہوئی یہ مجموعہ ۱۱ صفحہ ۱۳۲۰ء بمطابق ۲۷ مئی ۱۹۹۹ء کو پہلی بار شائع ہوا۔ قائل ہے
منقبت ۸۳-۱۹۸۳ء میں لکھی گئی۔ (ادارہ)

آپ میر کارواں ہیں قبلہ نورانی میاں قوم کی صبحِ صفا ہیں قبلہ نورانی میاں
انکارِ ملک و ملت آہوئے اہلِ دین اہلِ حق کے پاساں ہیں قبلہ نورانی میاں
عالمِ عالم پناہ ہیں حاجی ارشادِ الہی رہبرِ بندہ جہاں ہیں قبلہ نورانی میاں
بہلینِ بارغِ وطن کی گاری ہیں روزِ شب نو بہارِ بوستاں ہیں قبلہ نورانی میاں
اللہ اللہ چنگی عزم و استقلال میں غیرت کو گراں ہیں قبلہ نورانی میاں
ایک اک نقشِ کف پا زعمہ و جاوید ہے پائیدار و جاوداں ہیں قبلہ نورانی میاں
باخبر رہتے ہیں ہر دم دہر کے حالات سے واقفِ سود و زیباں ہیں قبلہ نورانی میاں
اہلِ باطل سے وفا ہوشیانت سے جنگ ہو کامیاب و کامراں ہیں قبلہ نورانی میاں
آتشِ سہاں بن جاتا ہے خونِ محمد وہ کیا شعلہ میاں ہیں قبلہ نورانی میاں
تشنہ کا ان محبت، مژدہ ہاد و مژدہ ہاد فیض کے بحرِ رواں ہیں قبلہ نورانی میاں
اک زمانہ معترف ہے آپ کے اوصاف کا رفعتوں کے آسماں ہیں قبلہ نورانی میاں
(علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی، سجادہ نشین: شاہ والا شریف)

☆☆☆

کل آئے ہیں میدان میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ محمد مجتبیٰ ﷺ حبیبِ کبریا ﷺ والے
پرستارِ باطل سے غمٹنے کے لئے ہر دم کفنِ بھٹاں ہیں لب بھی نہانے میں خدا والے
احد میں، ہد میں، اور کربلا میں ہو گیا ثابت خدا کی راہ میں مرکز بھی زعمہ ہیں خدا والے

یہی سارے زمانے میں ہر صحت ہے یکا
نہانی شان رکھتے ہیں عہد مصطفیٰ ﷺ
جنگی قدموں پہ آکر ان کے خود سلطنت ملائیں کی
وہ شان فخر رکھتے ہیں زمانے میں حوالے
خدا کی راہ میں مرکز کہ غالب آکے باطل پر
رہیں گے سرخرو آخر عہد مصطفیٰ ﷺ
اگر صحت ہو باطل میں تو اب بھی آئے میدان میں
کہ سر دینے کو زندہ ہیں انکی اور خدا والے
(انور علی انور)

☆☆☆

قید و بند کی آزمائش میں بخوبی عہدہ برآ ہو کر آنے پر خیر مقدم

مبارک ہو کہ نورانی میاں تشریف لے آئے
مبارک ہو ہمارے مہرباں تشریف لے آئے
لکالے گا جو گرداب بلا سے قوم کی کشتی
لئے دل میں وہی عزم بھی تشریف لے آئے
ترقی کی طرف ہے گامزن یہ کارواں اپنا
مبارک ہو امیر کارواں تشریف لے آئے
ہماری قوم جن کے دم سے ہے زندہ و پایندہ
جمعیت کے وہی روح و جان تشریف لے آئے
کیا ہے ملت خوابیدہ کو بیدار جنہوں نے
نہے قسمت وہی شطرنج تشریف لے آئے
جمعیت کی قیادت جن پہ فخر و ناز کرتی ہے
گمراہ نادش اسلامیاں تشریف لے آئے
(تقریر دہائی..... کتاب: شاہ احمد نورانی صفحہ نمبر ۱۲۳)

☆☆☆

نورانی تو ہے دین محمد ﷺ کی آمد
حیرے غلوں و عزم کا چمچا ہے چار سو
دینا میں کر دیا ہے جمعیت کو سرخرو
لکار من کے حیرتی ہر اسماں ہوا عدد

ملت کو ہر محاذ پر درہا عمل دیا
اعمال فکر قوم کا نیکر بدل دیا
فتنوں کو اپنے نعرۂ حق سے کھل دیا
دشمن کو جو حجاب دیا برہن دیا

زندہ کیا ہے دین رسالت مآب ﷺ کو
پھیلا دیا ہے درہا حدیث و کتاب کو
روکے اب ارض پاک میں اس انقلاب کو
یہ حوصلہ کہاں کسی خانہ غراب کو

اے شاہ عہد الصمیم کے فرزند ارجمند
پرہم کو مصطفیٰ کے کیا تو نے سر بلند
ہر قول دل نشین سے ہر فعل دل پسند
لاریب تیرا غیر اقبال ہے بلند

یہ تیرا دہہ یہ تیری شان مرجا
جوٹی جہاد و قوت ایمان مرجا
یہ تیرا عزم راسخ و ایمان مرجا
جگہیر لب پہ ہاتھ میں قرآن مرجا

ہر قلب مضطرب کی دعا تیرے ساتھ ہے
تائید شاہ کرب و بلا تیرے ساتھ ہے
سرکار وہ جہاں کی رضا تیرے ساتھ ہے
اے رہنمائے قوم خدا تیرے ساتھ ہے

تو وارث شریعت شاہ انام ہے
اعلائے دیوان حق کی گن مج و شام ہے
نازاں ہے جس پہ قوم وہ عالی مقام ہے
جاتی کو حیرتی مدح میں بھر کیا کلام ہے

یہ حیرتی کھتیں تیرے اسلوب زندہ باد
اے ملک اور قوم کے محبوب زندہ باد
تو نے کیا ہے کفر کو مطلوب زندہ باد
ہیں حاکمان وقت بھی مرعوب زندہ باد
(جاتی۔ بی۔ اے۔ علیک)

☆☆☆

ضمین میں سوز ہے جس کے نظم میں دعائی ہے
خط پر قدا جس کے بجا رنگیں بمانی ہے

طبردار حق ہے وہ صداقت کی نشانی ہے نہیں کوئی انسان یہ حقیقت کی کہانی ہے
 نظام مصطفیٰ جس کا قرار دعاگانی ہے ہونام ہر جگہ یہ دین اکمل کس نے فانی ہے
 اسی کی چار سو باتیں اسی کی کوہ کو باتیں اسی کی غوبہ باتیں وہی وہی وہی وہی ہے
 وہی بے جان مصلحت کی وہی ہے شان مصلحت کی وہی ہر ایک مصلحت میں جان خوش بانی ہے
 ہے صورت نور سے مملو ہے سیرت حسن کا ہر حق وہ نورانی نقیب شادمانی ہے
 شرف یہ اہل سنت کو ہے حاصل ایسے کامل کا دکھاؤ تو کسی آکر جو اس کا کوئی فانی ہے
 نہیں حیرے سوا کوئی بھی کامل اہل سنت کا تری ہی اہل سنت کے دلوں پر عکس رہا ہے
 ہے ترا مظلہ احکام حق ابطال باطل ہی ترا مسلک مقام مصطفیٰ کی پاسپالی ہے
 امام احمد رضا کی تو ہی ہے شک عہد حاضر میں سراپا تربیانی ہے سراسر مہربانی ہے
 رہے انوار کی بارش شہ میرٹھ کی تربت عطا ملت کو جس نے گفتہ اک نشانی ہے
 تری حکمت اسمیت اور تدبیر کے ہیں گن گاتے جنہوں نے کی ہر شہت سیاست میں جہانی ہے
 دین سے بھی کشن تو نے کئے سر سر ملے کتے عطا حق نے تجھے کی خاص طرز جالطانی ہے
 بھلا کے لئے تو کوئی لوستے کی ہے یہ چاشاہا حیرے جسے میں آئی حد سے بندہ کرل ستی ہے
 ہزاروں بیٹکوں کفار کو تبلیغی دوروں میں عطا دین یمن کی تو نے اک اک نشانی ہے
 تجھے حق کوئی سے کوئی بھی جھکا نہیں سکتا یہ دولت جس کو ملتی ہے تو ملتی جادوانی ہے
 ہوا مجبور بھی شامل ہے حیرے جاں نثاروں میں نہیں پورا مجھے اس کی کہ جاں تو آتی جانی ہے
 (سید عارف محمود مجبور رضوی)

☆☆☆

حق کے حامی دعوہ با دا دین کے شیدا ہوں دلشاد
 صدیقی سہرے والا نورانی چہرے والا

حق نے ہم کو بخشا ہے قوم کا سچا رکھوالا
 شاہ نورانی دعوہ باد بدخواہ سرگوں آباد
 ساتھی آپ کے قادی ہیں ساقی شیر نیازی ہیں
 جہ نظر ام نے فرمایا ان ہی پر ہم راضی ہیں
 خواجہ ملت قیام لہاد والی تونسہ دعوہ باد
 پاک نظام مصطفوی برکت رحمت خوش بختی
 دل کی حسرت ہے مولا دیکھیں ہماری آنکھیں بھی
 سن یہ نکالی کی فریاد پاک زمین پانچہ باد
 (راشد نکالی ایم چشتی)

☆☆☆

اے دیم اہل سنت شاد کام مصطفیٰؐ قریب قریب کو دیا تو نے پیام مصطفیٰؐ
 تیری ہر اک سانس وقف احترام مصطفیٰؐ کاش تیری طرح بن جائیں تمام مصطفیٰؐ
 حکمران راستے میں پر ہو قلام مصطفیٰؐ حل زمانہ کے مسائل کا قلام مصطفیٰؐ

حیرے دم سے لڑے براہ نام کفر و ارتداد ہو مکی دعوہ حیرتی تبلیغ سے رسم جہاد
 عالم اسلام میں پھوکی وہ دوح اتحاد دے رہا ہے دشمن جاں بھی تیری ہمت کی داد
 تیرا چہرہ ہے مہموم کلام مصطفیٰؐ حل زمانہ کے مسائل کا قلام مصطفیٰؐ

خوشنما انجام پنہاں ہے حیرے آغاز میں سحر رکھا ہے خدا نے وہ تری آواز میں
 لوگ نکلے گائیں گے جب بھی ترے اعلان میں اک ہی سی آئے گی آواز ہر اک ساد میں

اشاعت خاص
کوارڈینیٹرز



نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کی نورانی تحریک جمیعت علماء پاکستان

.....ایک ولولہ، ایک لاکار.....

(جھلکیوں کے آئینے میں)

تحریر

رشید احمد رضوی: علامہ شبیر احمد ہاشمی

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویۃ قادریہ سیدہ فحوت اعلیٰ حضرت (اردو کالج) سرگودھا روڈ، جہڑ آباد (41200)

0321/0300/0313-8429027 mahboobqadri787@gmail.com

220 کوارڈینیٹرز

کیفیت میں اک سے ہیں صحت و شام مصطفیٰ ﷺ حل زمانہ کے مسائل کا نظام مصطفیٰ ﷺ

غیرت اسلامیان پاک کو یہ کیا ہوا اہل ایمان پر مسئلہ آج ہیں اہل ریا
شاہ احمد کی قیادت میں یوحنا کا قافلہ بن نئے حلقہ بنی ہوگا نہ ملے یہ مرحلہ
ماہل تنہم و کوثر ایک جام مصطفیٰ ﷺ حل زمانہ کے مسائل کا نظام مصطفیٰ ﷺ

ہر کس و ناکس کی محفل میں بھی ہے گنگو باغبان نے لوٹ لی اپنے جن کی آمد
پھر ملے اعزاز سے معصود کی بچے جتو رنگ کھرے کا جودیں اہل وطن تازہ لبو
سردین پاک آئی ہے نام مصطفیٰ ﷺ حل زمانہ کے مسائل کا نظام مصطفیٰ ﷺ

کاش یہ کتبہ سمجھ جائے غلام مصطفیٰ ﷺ ہے وہی آزاد جو ہے زیر دام مصطفیٰ ﷺ
ضامن پیش و عالم انعام مصطفیٰ ﷺ آؤں مل کر کریں قائم نظام مصطفیٰ ﷺ
آدمیت کو بہت کافی ہے نام مصطفیٰ ﷺ عظمتوں کی حد سے آگے ہے مقام مصطفیٰ ﷺ
(جیل نظر)

☆☆☆



☆ جمعیت علماء پاکستان ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو مدرسہ انوار العلوم ملتان میں غزالی دوران
امام اہل سنت سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ الصلوٰۃ کی دعوت پر معرض وجود میں آئی۔
☆ قاضی کشمیر علامہ سید ابوالحسنات قادری اور ناظم اعلیٰ غزالی دہاں علامہ سید احمد سعید
کاظمی منتخب ہوئے۔

☆ جمعیت علماء پاکستان کے پہلے نائب ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قلام محمد زخم امرتسری
اور ناظم اطلاعات حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے منتخب ہوئے۔

☆ جمعیت کی پہلی مجلس شوریٰ میں شیخ الاسلام مولانا خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، حضرت
میر سید محمد فضل شاہ جلالپور شریف، حضرت علامہ خواجہ میاں علی محمد خان سی شریف،
حضرت علامہ عبد سید محمد اسماعیل شاہ کراٹوالہ، حضرت ثانی لاٹانی میاں قلام اللہ
شرقیوی، حضرت سید آل رسول علی خان، حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش
شامل تھے۔

☆ جمعیت نے ۱۹۴۸ء میں قیام پاکستان کے باعث آنے والے مہاجرین کی بحالی پر
فورا توجہ دی جانے اور موثر ترین کردار ادا کیا۔

☆ ۱۹۴۸ء میں جہاد کشمیر میں جمعیت نے بھرپور کردار ادا کیا۔ لاکھوں روپے مہاجرین کو
فراہم کرنے کے ساتھ کشمیری مہاجرین کے کیمپوں میں بھرپور امداد پہنچائی۔

☆ ۲۷ مئی ۱۹۴۸ء کو موچی دروازہ لاہور کے باغ میں تین روزہ آل پاکستان سنی
کانفرنس کے اعلامیہ میں سب سے پہلے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ

دارالعلوم کا علم و حکمت و بصیرت

درس نظامی عصری علوم

جامع اسلام کے تعلیم و روحانی ترقی و ترقی

تہذیب و شریعت حضرت خواجہ گوہر الدین احمد

دارالعلوم جامعہ لویہ گہری

پتہ: لاہور، پاکستان

دینہ و تربیت عبارت

مفتی کا اعلیٰ انتظام

اعلیٰ تربیت یافتہ شائق

مرکز تحقیقات اور تعلیم کا قیام نیز ملاقات و دعوت تفریح و عبارت کی عملی تربیت بھی شامل ہے

دارالعلوم کا قیام طلبہ کی روحانی تربیت کیلئے علم و عمل اور روح و فہم و سلوک پر توجہ دینا ہے اور خصوصاً کچھ

یکم نومبر سے یکم دسمبر تک نئے سال کا داخلہ جاری ہے

تعلیم المدارس مکمل کورس (سادہ ۲۰ - ۳۰ - ۴۰ - ۵۰ - ۶۰ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ - ۱۰۰)

تجوید و قرأت - حفظ و تائید القرآن

تہذیب القرآن اور حدیث اسلامی معلوماتی کورس - سکول تعلیم - دورہ حدیث شریف

مجلد ثانی - اے - ۱ - ۲ - ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰

مفت گوہر الدین

علامہ شاہد جمیل ایسی گوہری

ناظم تعلیمات و سرپرست

0333-3322022

کیا۔ (۱۹۳۹ء میں قرارداد مقاصد منظور کروانے میں اہم کردار ادا کیا)۔

☆ ۱۹۵۲ء میں سب سے پہلے علامہ سید احمد سعید کاشمی نے قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ (منیر رپورٹ)

☆ فروری ۱۹۵۲ء میں جمعیت علماء پاکستان مغربی پاکستان کے انتخابات میں قائد اہلسنت علامہ امام شاہ احمد نورانی نائب صدر منتخب ہوئے۔ ہفت روزہ رضوان لاہور ۱۰ مارچ ۱۹۵۲ء

☆ مارچ ۱۹۵۲ء میں آرام باغ میں علامہ شاہ احمد نورانی کی صدارت میں مشفقہ سنی کانفرنس میں سندھ میں حضرت سید سہیل اللہ شہید پیر آف پگارا کی گدی بحال کرنے اور موجودہ پیر صاحب پگارا کی وطن واپسی کا مطالبہ جمعیت نے کیا۔

☆ اگست ۱۹۵۲ء میں حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری نے شمس العارفین حضرت علامہ سید محمد اسماعیل بخاری حضرت کرم الوالہ رحمۃ اللہ علیہ کی چابیدادوں کی بحالی کروائی۔ جبکہ خود حضرت کرم الوالہ نے کسی سے چابیداد کا کوئی مطالبہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

☆ ۱۹۵۳ء میں قادیانوں کی جارحیت کے خلاف تحریک ختم نبوت کی قیادت جمعیت کے صدر علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ جبکہ مولانا عبداللہ بدایونی، مولانا مفتی صاحبزادہ خان، علامہ شاہ احمد نورانی نے تمام مکاتب فکر کی آل پارٹیز میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ (منیر رپورٹ ص ۸۰)

☆ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ۱۰ ہزار مسلمانوں نے شہادت کا وسیع پایا۔ فوج کی گولیوں کے سامنے سینہ کھول کر یا رسول اللہ ﷺ کا لہرہ لگا کر جان و دھارم ﷺ پر جان قربان کر دی۔ (تحریک ختم نبوت شورش کشمیری)

☆ ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت مومن میں حضرت شمس الاصفاء سید غلام محی الدین کوڑوی عرف حضرت بابو جی نے خصوصی کردار ادا کیا۔

☆ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا صاحبزادہ ظلیل احمد قادری کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

☆ ۱۹۵۳ء کی جنوری سے جمعیت کے لاہور سے تین اخبار جاری ہوئے۔ روزنامہ مغربی پاکستان (ایڈیٹر مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش)، ہفت روزہ سوار اعظم (ایڈیٹر علامہ سید غلام حسین الدین کا کاخیل ہفت روزہ انجمنیت) (ایڈیٹر مولانا سید ظلیل احمد قادری)

☆ ۱۹۵۶ء میں چوہدری محمد علی نے پہلا آئین بنایا۔ اس میں پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھنے، کتاب و سنت کی بالادستی قائم کرنے، کوئی قانون شریعت کے خلاف نہ بننے کے لئے جمعیت نے بھرپور کردار ادا کیا۔

☆ ۱۹۵۶ء کے دستور میں کتاب کے ساتھ ملت کا لفظ شامل کرنے پر طلوع اسلام کے چوہدری غلام احمد پرویز نے مخالفت کی مگر علامہ سید احمد سعید کاشمی نے ان سے تحریری مناظرہ کیا۔ حکومت کو لفظ "ملت" شامل کرنا پڑا۔

☆ ۱۹۵۶ء میں جمعیت نے قلم حنفی کو پبلک لائبریری کی بھرپور تحریک چلائی۔ مولانا مودودی مخالفت کرتے تھے مگر ملتان پھول ہسٹ کی مسجد میں علامہ سید احمد سعید کاشمی نے تین دن مودودی صاحب سے مناظرہ کیا۔ علامہ دیوبند مولانا خیر محمد چاندھری، سید حماد اللہ شاہ بخاری، مفتی محمود، مولانا محمد علی چاندھری نے علامہ کاشمی کو قلم حنفی کا ترجمان تسلیم کیا بالآخر مولانا مودودی قلم حنفی کو پبلک لائبریری کے قائل ہو گئے اور زندگی بھر اس کے قائل رہے۔

☆ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ایوب خان کا مارشل لا آگیا۔ تمام جماعتوں کے ساتھ جمعیت کو حکمت عملی بدلنا پڑی۔

☆ جمعیت نے ایوب کے بالواسطہ بی ڈی نظام کو قبول نہ کیا۔ ۱۹۶۲ء کے آئین کو غیر اسلامی اور غیر جمہوری کہا کہ اس میں عورت کی سربراہی کی بھی اجازت تھی۔

☆ مہترم فاطمہ جناح نے ایوب خان کے خلاف انتخاب لڑا۔ جمہوریت نے عورت کی سربراہی کے عدم جواز کی بناء پر ان کی حمایت نہ کی۔ جبکہ مولانا مودودی نے عورت کی سربراہی کو اس وقت جائز قرار دے دیا۔

☆ جمعیت نے ایوب آمریت میں پیدا شدہ مسئلے مابقی قوانین، مسجد ہنگوان کی طرف سے پنجابی میں نماز، ڈاکٹر فضل الرحمن کی طرف سے پیشی وسمہ وغیرہ کی دہر دست مخالفت کی۔

☆ ۳ اپریل ۱۹۷۰ء کو لاہور میں حضرت سید احمد شین امام المسلمین علامہ سید ابوالبرکات رحمہ اللہ کی دعوت پر جمعیت کے ۶ گروپوں کا مشترکہ اجلاس ہوا۔ اس کی صدارت حضور سید صاحب کے حکم پر علامہ شاہ احمد نورانی نے کی۔

☆ ۱۳ اپریل ۱۹۷۰ء کو علامہ نورانی کی صدارت میں تمام گروپ توڑ دیئے گئے۔ تمام گروپوں نے جمعیت کا نام سنی مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان رکھا۔

☆ سنی مجلس عمل جمعیت علماء پاکستان کے کوئیٹر علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ مقرر ہوئے۔

☆ سنی مجلس عمل کے اجلاس میں امام نورانی ۱۳ جون ۱۹۷۰ء کو جمعیت علماء پاکستان کے نئے انتخابات بھی ٹوپے۔ سگہ میں جمعیت علماء پاکستان کے زیر اہتمام آل پاکستان سنی کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا کیونکہ ٹوپے سگہ میں کیونٹ لیڈر مولانا..... نے ملک میں کیونٹ نافذ کرنے کا اعلان کیا تھا۔

☆ ۳۱ جون ۱۹۷۰ء کو جمعیت علماء پاکستان کے نئے انتخابات بھی ٹوپے۔ سگہ میں ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ علامہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی صدر، علامہ سید محمود احمد رضوی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

☆ جمعیت نے اسی دن دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

☆ اسی دن پوری مجلس شوریٰ نے حضرت قائد اہل سنت علامہ امام شاہ احمد نورانی اور

☆ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ کرم شاہ رحمہ اللہ کو جمعیت کا نائب صدر منتخب کیا اور سندھ کے پارلیمانی بورڈ کا چیئرمین بھی امام نورانی کو مقرر کر دیا گیا۔

☆ جمعیت نے دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قومی اسمبلی کی سات، پنجاب اسمبلی کی چار، سندھ اسمبلی کی چھ نشستیں جیت لیں اور ۱۰ لاکھ ووٹ حاصل کیا۔

☆ جنوری ۱۹۷۱ء میں سرگودھا اجلاس میں پوری شوریٰ نے امام نورانی کو پارلیمانی لیڈر (قومی اسمبلی)، ناصر بلوچ (پارلیمانی لیڈر پنجاب)، پروفیسر شاہ فرید الحق (پارلیمانی لیڈر سندھ) منتخب کیا۔

☆ انتخابات کے بعد مشرقی پاکستان سے شیخ مجیب الرحمن اکثریتی پارٹی کے چھ نکات پر بات چیت کے لئے حضرت خواجہ سیالوی نے امام نورانی کی قیادت میں حضرت علی محمد کرم شاہ اور ظہور الحق بھوپالی مرحوم کا تین رکنی وفد بھیجا۔

☆ شیخ مجیب الرحمن کے سامنے امام نورانی نے چھ نکات کے مقابلہ میں چھ نکات دیئے جسے انہوں نے تسلیم کرنے کا عندیہ دیا۔

☆ یحییٰ خان اس وقت صدر پاکستان تھے انہوں نے ایوان صدر ڈھاکہ میں مشرعی پاکستان کے پارلیمانی لیڈروں کا اجلاس بلایا۔ اس میں امام نورانی نے تمام پریشان کن حالات کا ذمہ دار قادیانوں کو قرار دیا۔ اس وقت یحییٰ خان کے پاس شراب پڑی تھی۔ امام نورانی واحد لیڈر تھے جنہوں نے جام دینا کی موجودگی میں صدر پاکستان سے بات کرنے سے انکار کر دیا۔

☆ یحییٰ خان نے ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا تھا۔ بھٹو نے اعلان کیا کہ ادھر تم ادھر ہم جو مغربی پاکستان سے ڈھاکہ جانے کا اس کی باتیں توڑ دیں گے۔ جواب میں نیشنل پارک کراچی کے تاریخی جلسے میں امام نورانی نے ڈھاکہ جانے کا اعلان کیا۔

☆ دسمبر ۱۹۷۱ء میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی جمعیت علماء پاکستان

میں ہا کاندہ طور پر شامل ہوئے۔

☆ جنوری ۱۹۷۲ء میں حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے مجاہد ملت مولانا نیاز کی جمعیت پنجاب کا کنوینئر مقرر فرمایا۔

☆ بھٹو نے دسمبر ۱۹۷۱ء میں اقتدار سنبھال لیا تھا۔ اس سے پہلے دن جمعیت نے اپوزیشن میں بیٹھنے کا اعلان کر دیا۔

☆ مارچ ۱۹۷۲ء ملتان میں پنجاب کے انتخابات میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیاز کی جمعیت پنجاب کے صدر، شیخ الحدیث مولانا محمد شریف جنرل سیکرٹری اور محمد اکبر ساقی مرحوم سیکرٹری اطلاعات منتخب ہوئے۔

☆ دسمبر ۱۹۷۲ء میں حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اداکارہ کافرنس میں امام نورانی کو حضرت عیسیٰ کرم شاہ کی تجویز پر قائم مقام صدر جمعیت منتخب کر لیا گیا۔

☆ ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کو خانوالہ کے جامعہ عثمانیہ مبنی منڈی کے اجلاس میں ۱۶ کھٹے کی بحث کے بعد جمعیت کا تنظیمی دستور منظور ہوا۔ یہ دستور مولانا محمد حسین حقانی نے پیش کیا تھا۔ علامہ سید محمود احمد رضوی، حضرت صاحبزادہ محمد فضل رسول بھی شریک تھے۔

☆ ۲۷ مئی ۱۹۷۳ء کے اجلاس خانوالہ میں قومی اسمبلی کے اندر مشترکہ جدوجہد کرنے کے لئے پارلیمانی پارٹی کو اجازت دی گئی۔

☆ اسی اجلاس میں امام نورانی صدر، عیسیٰ طریقت مولانا حامد علی خان نائب صدر، صاحبزادہ سید محمود شاہ گھراتی نائب صدر اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیاز کی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

☆ اسی اجلاس میں شیخ القرآن مولانا غلام علی اداکار ڈوی صدر پنجاب اور ملک محمد اکبر ساقی جنرل سیکرٹری پنجاب منتخب ہوئے۔

☆ قومی اسمبلی کے اندر حصہ پارلیمانی پارٹی تشکیل دی گئی۔ ولی خان اپوزیشن لیڈر، امام نورانی سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

☆ امام نورانی کے ایم این اے ہاسٹل کے کمرہ میں بھٹو کے خلاف متحدہ جمہوری محاذ تشکیل دیا گیا۔

☆ ۱۹۷۳ء کا آئین بنانے کے لئے ۲۵ رکنی آئین ساز کمیٹی میں امام نورانی نے دستور سازی میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ اس میں موثر کام کا نام شامل نہ ہونے دیا۔ بھٹو صاحب نے جب آئینی معاہدہ سے انحراف کیا تو پاکستان ٹی وی پر امام نورانی نے تاریخی تقریر کی۔

☆ بھٹو صاحب نے اسمبلی کی اکثریت کی بنا پر آئین منظور کروا لیا۔ مگر امام نورانی نے آئین کو اس بنا پر روک دیا کہ یہ مکمل اسلامی آئین نہیں ہے۔

☆ اسی موقع پر امام نورانی نے نظام مصطفیٰ ﷺ کی اصطلاح قومی سیاست میں داخل کی۔

☆ آئین کے غماز کے بعد قومی اسمبلی کے اندر وزیراعظم کا انتخاب ہوا۔ امام نورانی نے بھٹو کے مقابلہ میں اپوزیشن کی طرف سے وزیراعظم کا انتخاب لڑا۔

☆ امام نورانی کی جدوجہد سے آئین میں اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب، پاکستان کا سربراہ مسلمان ہونا قرار پایا اور مسلمان کی تعریف آئین میں شامل ہوئی۔

☆ امام نورانی نے ۳۰ جون ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔ جو ۷ جنوری ۱۹۷۴ء کو مکمل اتفاق رائے سے منظور ہو کر آئین کی ترمیم نمبر ۲ قرار پائی۔ اب تک آئین میں ۱۳ ترامیم ہو چکی ہیں۔ یہی ایک ترمیم مکمل قومی اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

☆ ۱۹۷۴ء کی ختم نبوت تحریک میں امام نورانی نے حصہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے لئے شارح بخاری، علامہ سید محمود احمد رضوی، سید محمد رفیع کو سیکرٹری جنرل اور مجاہد ملت

- ☆ مولانا عبدالستار خان غازی کو نائب صدر مقرر کر دیا۔
- ☆ امام نورانی نے بھٹو سے شدید اختلاف کے باوجود عظیم المدارس اہل سنت کی سند ایم اے تک منظور کروائی اور جی ایچ کیو G.H.Q میں سنی مدارس منظور کروائے۔
- ☆ بھٹو نے امام نورانی کو شہید کرانے کی کئی بار کوشش کی۔ آپ ٹرین میں سفر کر رہے تھے اس پر حملہ ہوا۔ آپ کے مکان پر کئی حملے ہوئے۔
- ☆ امام نورانی نے بھٹو کے خلاف ۱۹۷۷ء کی تحریک کو تحریک عظام مصطفیٰ ﷺ کا نام دیا۔
- ☆ امام نورانی ان سیاستدانوں میں شامل تھے جن کو بھٹو اپنا شدید مخالف سمجھتے تھے۔
- ☆ لکھا جہ ہے کہ امام نورانی کو سندھ میں چیکب آباد کے قریب گڑھی خیرہ میں شدید گری میں نظر بند کیا گیا۔ جبکہ دوسرے سیاست دان سہارہ ریسٹ ہاؤس میں نظر بند کئے گئے۔
- ☆ بھٹو کے خلاف P-N-A کی تشکیل بھی مولانا نورانی کی دعوت پر اس وقت جمعیت کے نائب صدر رفیق باجوہ صاحب کے گھر پر ہوئی۔
- ☆ بھٹو کے خلاف تحریک کے دوران مساجد میں اذانیں دینے کا تصور بھی امام نورانی نے دیا۔
- ☆ علامہ شاہ احمد نورانی نے بھٹو کے زوال کے بعد ضیاء الحق کی حکومت کے خلاف ایک سال تک کوئی بات نہ کی۔ کیونکہ نظر بندی کے دوران مری میں ملاقات پر ضیاء الحق نے سال کے اندر اسلام کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا اس لئے اس کو موقعہ دیا گیا۔
- ☆ ضیاء الحق نے جب وعدہ کے مطابق نفاذ اسلام نہ کای تو ایک سال تک اسے وعدہ یاد دلایا گیا۔
- ☆ ضیاء الحق نے ایک بیان دیا کہ اکتوبر ۱۹۷۹ء میں ہونے والے انتخابات میں نے سیاستدانوں کے کہنے پر ہٹوئی کئے ہیں۔ اسی اجلاس میں امام نورانی نے سوال کیا کہ ان سیاست دانوں کا نام تو مگر ضیاء الحق کو جرأت نہ ہوئی۔

- ☆ بھٹو اور ضیاء الحق نے غیہ ایجنسیوں سے امام نورانی کے خلاف پوری تحقیقات کروائیں مگر ایک پھوٹی کوڑی کی کوئی بد عنوانی تلاش نہ کی جاسکی۔
- ☆ ضیاء الحق نے محکمہ اوقاف سے آرڈر جاری کر دیا کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام نہ پڑھا جائے۔ اس کے خلاف امام نورانی کی قیادت میں جمعیت نے نعرہ حق بلند کیا۔ مقابلہ کا اعلان کیا حکومت نے اعلان واپس لے لیا۔
- ☆ ضیاء الحق نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کی سرکاری سرپرستی کی۔ امام نورانی نے اس کو فرقہ واریت قرار دے کر مذمت کی۔
- ☆ ضیاء الحق کے دور میں سعودی حکومت نے اہل حضرت کے ترجمہ کنز الایمان پر پابندی لگائی۔ امام نورانی نے اس کی عالمی سطح پر مذمت کی۔
- ☆ ضیاء الحق کے دور میں نجدی حکومت نے حرمین مطہرین میں محفل میلاد پر پابندی لگائی۔ جمعیت علماء پاکستان نے لاہور میں مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان غازی کی قیادت میں تاریخی جلوس نکالا۔ جس پر پولیس نے شدید لاشمی چارج کیا۔
- ☆ ضیاء الحق نے غیر جماعتی انتخابات کے لئے امام نورانی سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے بھرپور دلائل سے اس کو لا جواب کیا اور غیر جماعتی انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔
- ☆ ۱۹۸۶ء میں جو مجبور مرحوم کے غیر جماعتی منتخب اسمبلی کے دور میں امام نورانی نے فخر پارک کراچی اور سوہی دروازہ لاہور میں تاریخی جلسے کئے۔
- ☆ ضیاء الحق کے پورے دور میں امام نورانی زبردست مارشل لاء دشمن شخصیت کے طور پر ابھرے۔
- ☆ جو مجبور مرحوم نے وزیراعظم کی حیثیت سے مسئلہ افغانستان پر گول میز کانفرنس منعقد کی۔ امام نورانی نے اس میں ضیاء الحق پر شدید تنقید کی اور مسئلہ افغانستان میں امریکی مفادات کے تحفظ کا الزام لگایا۔ جو مجبور کا بیٹہ کے وزیراعظم خٹک کی امام

نورانی سے جھڑپ ہوئی۔

☆ ضیاء الحق نے جو نوجو اسمبلی کو برخاست کرنے کی تقریر میں مولانا نورانی کی اس تجویز کا بھی ذکر کیا۔

☆ امام نورانی نے اہل بیڑی کیمپ میں آتش زدگی کی عدالتی تحقیق کا مطالبہ کیا۔

☆ امام نورانی پہلے سیاست دان ہیں جنہوں نے سیاستن گلیشیئر پر بھارتی قبضہ کا انکشاف کیا۔

☆ امام نورانی نے ضیاء الحق دور کے کراچی میں پیدا کردہ لسانی دہشت گردوں سے کبھی صلح نہ کی۔

☆ ضیاء الحق نے جو نوجو اسمبلی برخاست کی۔ جو نوجو مرحوم نے مسلم لیگ کا اپنا گروپ تشکیل دیا۔ وہ ضیاء الحق کی نفرت میں بڑا گروپ تھا۔ جو نوجو نے دعوت اتحاد دی۔ امام نورانی نے مولانا نیازی سے مشورہ کے ساتھ جو نوجو سے اتحاد کیا۔

☆ ۱۹۸۸ء کے انتخابات سے قبل مسلم لیگ جمیعت علماء پاکستان اور تحریک استقلال پر مشتمل پاکستان حمایتی اتحاد تشکیل پایا۔ جمیعت نے دونوں پارٹیوں سے تحریری ضمانت لی کہ برسر اقتدار آکر غلبہ منی کی روشنی میں نظام مصطفیٰ نافذ کریں گے۔

☆ جو نوجو کے بروقت سکرین سے آؤٹ ہونے اور نواز شریف کی شدید دشمنی کے باوجود جمیعت کے چار ارکان قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ۱۸ لاکھ جمیعت نے ووٹ لیے۔

☆ ضیاء الحق کی موت کے بعد ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں بے نظیر بھٹو وزیراعظم اور نواز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ اور جنرل کا مہر حزب اختلاف بنے۔ جمیعت نے دونوں کو کھولنے کے قرار دیا۔

☆ امام نورانی اور جمیعت نے بے نظیر بھٹو کی شدید مخالفت کی۔ بے نظیر کے خلاف مردم

۱۵۰ کا ووٹ دیا مگر یہ عدم اعتماد نواز شریف کی سازش سے کامیاب نہ ہو سکی کہ نواز شریف کو وزیراعظم بننے کی امید نہیں تھی۔

☆ ۱۹۹۰ء میں نواز شریف جیت گئے۔ جمیعت نے مولانا فضل الرحمن کے ساتھ مل کر اسلامی جمہوری اتحاد بنایا۔

☆ نواز شریف نے امریکہ کی غلامی کرنے کے لئے عراق کے خلاف فوج کو استعمال کیا۔ یہ فوج گھرانہ وزیراعظم غلام مصطفیٰ جتوئی نے کبھی تھی مگر نواز شریف نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا۔

☆ امام نورانی نے عراق کے مسلمانوں کی حمایت کے لئے ملک گیر دورے کئے۔ عراقی ہائیڈرو کی امداد کے لئے رضا کار بھرتی کرنے کا اعلان کیا۔ تین لاکھ مسلمانوں نے جمیعت کا فارم پر کیا۔

☆ نواز شریف کے خلاف سیاسی جماعتوں کے لائیک مارچ میں جمیعت نے شمولیت کا اعلان کیا۔

☆ نواز شریف کی اسمبلی کو غلام اعلیٰ نے برطرف کیا مگر سپریم کورٹ نے بحال کر دیا۔ لیکن ایک فوجی اسر کی چھڑی دیکھ کر نواز شریف نے اسمبلی توڑنے کا اعلان کر دیا۔

☆ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں پھر بے نظیر بھٹو اقتدار میں آ گئیں۔ جمیعت علماء پاکستان واحد قومی سیاسی جماعت ہے۔ جس نے بے نظیر بھٹو کے پہلے بجٹ کو مسترد کرنے کے لئے اسلام آباد میں قومی کانفرنس منعقد کی۔ اس میں نواز شریف، نواب زادہ نصر اللہ، شیخ حزاری، اجمل حنیف جیسے اکابر سیاست دانوں نے شرکت کی۔

☆ ۱۹۹۶ء میں نواز شریف جمیعت علماء پاکستان کے دفتر آئے۔ امام نورانی سے ملازمت کنکھوں کی سعادت چاہی۔ جمیعت نے ۲۷ جماعتوں کے مشترکہ جلسوں میں بے نظیر بھٹو کے خلاف بھرپور مظاہرہ کیا۔ بی بی سی نے اس جلسوں کی نمایاں دو جماعتیں قرار دیں ایک مسلم لیگ اور دوسری جمیعت علماء پاکستان۔

☆ بے نظیر بھٹو کے اس دور میں نواز شریف اور شہباز شریف نے امام نورانی سے ملاقاتوں کا تانتا بانتا کر دیا۔ مگر ۱۹۹۷ء کے انتخابات کے موقع پر پھر بددیانتی کی۔ جمعیت نے مجبوراً انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔

☆ انتخابات جیسے بھی تھے جمعیت نے تصادم کا راستہ اپنانا مناسب نہ سمجھا کہ اس طرح بے نظیر بھٹو کی سیاست کو فروغ ملتا تھا۔

☆ ۱۹۹۱ء سے جمعیت کے سیکرٹری جنرل کے منصب پر بزرگ سیاست دان، محبت وطن لیڈر مجاہد اسلام جناب جنرل کے ایم اعلیٰ خان فائز ہیں۔ انہوں نے ہر موقع پر بالغ فکری اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔

☆ نواز شریف نے جمعیت کے غلوں کی ہر موقع پر توہین کی۔ جس کا خیال وہ وہ بھگت رہے ہیں۔

☆ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو نواز شریف اپنے ملاقات عمل کا شکار ہو گئے۔ جنرل پرویز مشرف برسرِ اقتدار آ گئے۔

☆ جنرل پرویز مشرف نے اپنی پہلی تصویر شائع کی اس میں وہ دو چھوٹے چھوٹے پلے (یعنی کتے کے بچے) اٹھائے ہوئے تھے۔ اس پر سب سے پہلے امام نورانی کا بیان آیا کہ اسلام کا جنرل وہ ہوتا ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن ہو۔

☆ جمعیت اور امام نورانی نے نواز شریف کے دور میں خیر سگالی کے باوجود واجپانی کے دورہ لاہور، اعلان لاہور کی شدید مذمت کی تھی۔ نواز شریف حکومت کی کارگل پالیسی کی ہمیشہ مذمت کی۔ اس لئے فوجی انقلاب کو طلب نہیں کیا۔

☆ پرویز مشرف نے آئین کو معطل کیا تو اس کی اسلامی دفعات بھی معطل ہو گئیں۔ قادیانی برسرِ عام شہرہ گردی کرنے لگے۔ اس کا امام نورانی نے سخت نفوس لیا۔

☆ ۲۷ مارچ ۲۰۰۰ء کو منصورہ میں تمام دینی جماعتوں کے اجلاس کی صدارت امام نورانی نے کی۔ فوجی حکومت کے اس اقدام کی مذمت کی۔

☆ ۸ مئی ۲۰۰۰ء کو جمعیت کی دعوت پر لاہور میں دینی جماعتوں کی تاریخی قومی فتنہ نبوت کانفرنس امام نورانی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میں پانچ لاکھ مطالبہ پیش کیا گیا۔ جس میں اسلامی دفعات کا فوجی حکومت کے پی سی او میں شمولیت سر فہرست تھا۔ فوجی حکومت نے یہ مطالبہ مان لیا۔

☆ امام نورانی نے جمعیت کی صدارت سے ۱۷ جنوری ۲۰۰۰ء کو استعفیٰ دے دیا۔ یہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ ۲۵ جنوری ۲۰۰۰ء کو عاملہ نے استعفیٰ نامہ منظور کر دیا اور منظر اسلام پر پروفیسر شاہ فرید الحق قائم مقام صدر جمعیت علامہ پاکستان فرائض انجام دینے لگے۔

☆ جمعیت کی یہ جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے کہ بعد یہ بھی ملاحظہ ہو کہ جمعیت پنجاب میں ۱۶ مئی ۱۹۹۹ء اور پھر ۲۹ جولائی ۲۰۰۰ء سے انتہائی صورت حال پیدا ہوئی ہے کہ اس دن سے صوبائی انتخابات میں نوجوان رہنما قاری زوار بہادر صوبائی جنرل سیکرٹری اور پروفیسر محمد محفوظ شہیدی پنجاب کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ اس کے بعد پنجاب میں جمعیت کے اندر تحریک، حرکت، دلولہ و جوش پیدا ہوا ہے۔ قاری زوار بہادر نے ہر ضلع کا دورہ کیا۔ کارکنوں سے براہ راست ملے اس پر الگ تفصیل آنے گی ان شاء اللہ۔

☆ جمعیت علامہ پاکستان کے اتحاد کے لئے گزشتہ ۵ سال سے کوششیں جاری تھیں۔ یہ کوششیں الحمد للہ ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو مارا اور ثابت ہوئیں اور جمعیت علامہ پاکستان کے دونوں بزرگوں قائد اہل سنت امام شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان تھانی نے جمعیت کے اتحاد کا اعلان کر دیا۔ یہ تاریخ ساز اجلاس دارالعلوم جامعہ محمدیہ رضویہ گلبرگ III میں منعقد ہوا۔

☆ ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء اتحاد کے بعد قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی چیئر مین، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان تھانی صدر، پروفیسر شاہ فرید الحق سیکرٹری جنرل اور پروفیسر امیر شاہ گیلانی جمعیت علامہ پاکستان کے سینئر نائب صدر منتخب قرار پائے۔



تحریر..... مولانا محمد علی نقشبندی

پچھلے دنوں نوائے وقت میں پاکستان میں سیاسی جماعتوں کا مستقبل کے عنوان سے مسٹر آفتاب علی خاں ایم اے نے مختلف جماعتوں کی ہیئت ترکیبی اور دائرہ اثر و اقتدار پر بحث کی ہے۔ اس میں انہوں نے جماعت اسلامی، پیپلز پارٹی، جمیٹل حمای پارٹی، جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان، کونسل مسلم لیگ، پاکستان جمہوری پارٹی، تحریک استقلال پاکستان اتحاد پارٹی، تحریک خاکسار اور دیگر سیاسی، مذہبی گروہ بندیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ حرف آخر میں مسٹر آفتاب علی خاں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ:

- ۱۔ اکثر جماعتیں حقیقی سیاست چلا رہی ہیں جو کسی طور پر بھی ملک و ملت کے لئے سودمند نہیں۔
- ۲۔ فحش اختلاف جب نظریاتی اختلاف کا روپ دھار لے اور یہ اختلاف اس کتب فکر کو جنم دے جو نظریہ پاکستان سے متصادم ہو تو ایسی حقیقی سیاست قوم و وطن کے لئے زہرست مہلک ہے۔

۳۔ حقیقی سیاست کے یہ رجحانات خود بھارتی قیادتوں کے لئے خطرہ ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ قیادت کی بنیاد اثباتیت Positivism پر رکھی جاتی ہے۔

۴۔ ملک میں کسی جماعت کا اقتصادی پروگرام قومی امکانات کے مطابق نہیں۔ کسی کاب ے حد قدامت پسند اور کسی کا نہایت جدید ہے۔

۵۔ اسلام سے انحراف کا تصور بھی پاکستان کے لئے گناہ عظیم ہے۔ اسلام کے اقتصادی پروگرام کی مناسب تشہید نہ ہو سکی جس کے باعث عوام، اسلام کے اقتصادی

پروگرام کی عقلیتوں سے واقف ہی نہ ہو سکے اور پیپلز پارٹی نے میدان خالی دیکھ کر ڈیرہ جمالیا۔

الغرض ان کی اپنی تحقیقات کے مطابق کوئی جماعت معیار حق پر پوری نہیں اترتی۔ بدستور اقتدار پارٹی کے متعلق ان کی رائے یہ ہے کہ اس کی اٹھان نعرہ ہادی سے ہوئی تھی جب لوگوں کو نہ سوشلزم نظر آیا اور نہ مساوات محمدی تو ماسوائے بددوے چند مراتب فور اور احتضالی گروہ کے پارٹی کی اکثریت قیادت سے بیزار ہو کر بنی راہیں تلاش کر رہی ہے۔ "تحریک استقلال مقالہ نگار کی منظور نظر عظیم ہے اور وہ مستقبل میں ایک مؤثر طاقت کی حیثیت سے اس کے ابھرنے کی توقع رکھتے ہیں۔ بشرطیکہ احقر خاں عوام کو کوئی واضح جامع اور حقیقت پسندانہ اقتصادی و سیاسی پروگرام دے سکیں۔ دوسری متوقع قیادت ان کی نظر میں جماعت اسلامی کی ہے مگر اس کی بابت بھی وہ لکھتے ہیں کہ جب تک جماعت قیامت کو حریہ فضا نہیں ملتی موجودہ حالت میں رہے گی۔

ان کی ساری تحقیق کا لب لباب یہ ہے کہ ملک کی تمام جماعتوں میں سے کسی ایک کی بے پناہ اور فیصلہ کن کامیابی کا دارومدار حقیقت پسندانہ واضح اور جامع اقتصادی پروگرام پر ہوگا جو اسلام کے معانی بھی ہو اور جدید تقاضوں کا ساتھ دے سکے اور سیاسی توازن پیدا کرنے میں بھی مدد دے۔ گویا مسٹر آفتاب علی خاں کی تو سن فکر کی تک و تار موجود پر نہیں بلکہ ممکنات پر ہے۔

اس اظہار سے جب سیاسی جماعتوں کے مستقبل بلکہ خود پاکستان کی ترقی اور سر بلندی کی بابت جائزہ لیا جائے تو موجودہ مبہم، مستقبل، مخدوش اور ممکنات شاعر ہیں جب ترقی کا تمام تر انحصار اور دواد ممکنات پر ہے تو پھر ایک جماعت کی دم پکڑ کر مصائب اور آلام کے دریاؤں کو عبور کرنا حماقت اور کوہ اندیشی ہے اس طرح کسی کی جزوی فضیلت کچھ حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ انگریز کی آمد سے قبل برصغیر پاک و ہند میں سواد اعظم اہل ملت ملک کی واحد نمائندہ جماعت تھی جس کا مشترک قانون "قادیانی حاکمیری" کے ماتحت ہی ملک کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتا تھا۔ انگریزی اقتدار کے ابتدائی دس سال تک ہماری

عدالتیں ملتی کورٹ یہاں کا امن و امان قائم رکھتی تھیں۔ انگریزوں نے آتے ہی جہاں مسلمانوں کی اقتصادی و سیاسی برتری کو ختم کیا وہاں پر اس نے ہمارے تہذیبی، معاشرتی اور دینی نظام میں غلط ڈالنے کے لئے خوفناک سازشیں کیں کہیں توحید کی آڑ میں منصب رسالت کا استخفاف کر لیا کہیں مادر پدر آزاد اجتماع کی آڑ میں ملت کی اجتماعی وحدت و استحکام کو پاش پاش کیا کہیں خاندان خود کا شہر نبوت کے ذریعے اسلامی غیرت کو تباہ کرنا چاہا اور کہیں دین و سیاست میں تفریق پیدا کر کے قدیم و جدید طبقات میں خوفناک اہلو کی میں چند با غیرت فرزندان اسلام اٹھے اور نہایت ہی حرمت و پامردی کے ساتھ ان تمام طوفانوں کا مقابلہ کیا بطل حریت مولانا فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ان عاشقان پاک طینت کے سالار و سرخیل تھے۔ انہوں نے ملت کے سوا دعوہ کو ایک مرکز پر لانے کے لئے ہر مصیبت کو دعوت دی۔ انگریزوں کی قہرمانی قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کے خلاف فتویٰ جہاد صادر کیا ان کے شانہ بشانہ کام کرنے والے دوسرے مرادان حق حضرت العظام فضل رسول شاہ بدایونی، مجاہد اہل سنت مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی، مولانا شاہ احمد اللہ مداری، والد گرامی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولانا فیض احمد عثمانی اور شیخ طریقت سید محمد احمد شاہ کچھ چھو، مولانا فضل امام خیر آبادی، مفتی صدر الدین خاں آذرہ اور قاضی فیض اللہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سرگرم عمل رہے۔ جہاد کے نام پر اور بھی بہت لوگ میدان میں آئے مگر ان کا نقشہ جگ سکھوں سے جہاد اور انگریزوں سے اتحاد کے گرد گھومتا رہا تاہم روزگارہ سراپا عشق و مستی علامہ فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ فعلیات عطا فرمائی کہ سارے کفر سے جہاد اور صرف اسلام سے وفاداری و اتحاد ان کی جدوجہد کا نقطہ پرکار تھا بلکہ صاف کہہ دوں کہ ملت کو صرف اس تحریک کی ضرورت تھی جو سوا دعوہ اہل سنت و جماعت کو منظم کر کے مسائل دینی کا حل پیش کرے۔ میرا مقصد قارئین کو ماضی کی بھول بھلیوں میں الجھانا نہیں بلکہ ماضی سے حال اور حال کے حکم سے مستقبل کے گہرائی گہرائی نکال کر خلاصہ رہنمائی کرنا ہے اور وہ یہ کہ ہم جماعتوں، تحریکوں، لیگوں، پارٹیوں اور محاذوں کے گچھلوں سے نکال کر ساری ملت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیں۔

قائد اعظم کا نسخہ اتحاد

قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسلام کا دین ہے اس کے مطابق ہمیں دینی بسر کرنے کا موقع ملا تو دونوں جہانوں میں ہماری بھلائی ہوگی۔ کافروں کے ساتھ ایک سلطنت میں رہ کر ہماری اجتماعی حیثیت، قوی کردار اور سیاسی زندگی اسلام سے محروم ہو جائے گی۔ جب قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقصد کی خاطر ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر ایک جھنڈے تلے اور ایک قیادت کے ماتحت متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا تو مسلمان انگریز کے پیدا کردہ مختلف مذہبی فرقوں، سیاسی جماعتوں، صوبائی صوبیتوں، اقتصادی رجحانوں اور قبائلی امتیازات میں الجھے ہوئے تھے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان فرقوں کی خدمت میں اپنا زیادہ وقت یا کوشش صرف نہیں کی۔ انہوں نے برصغیر میں بسنے والے مسلمانوں کے نکلنے دارالسلام پاکستان کا مطالبہ کیا اور ہر گروہ کو دعوت دی کہ وقتی طور پر دیگر اختلافات کو ملتوی کرتے ہوئے اس مشترکہ نصب العین کو اپنالیا جائے۔

اب بھی ضرورت ہے کہ ہم اسی نسخہ اتحاد کو پیش نظر رکھ کر ملت کے سوا دعوہ کو منظم کریں اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر اسلام کے ہر غیر اجتماعی نظام یعنی جمعیت علمائے پاکستان سے منسلک ہو جائیں اور مادی اقتدار کی خواہاں جماعتوں میں رج کر ادھر ادھر ناک ٹوئیاں نہ مارتے رہیں۔

مسٹر آفتاب علی خاں نے جمعیت علماء سے پاکستان کے پروگرام، نظام اور تاریخ سے ناواقفیت کے سبب ملت کی اس اجتماعی کوشش کو بالکل غیر اہم قرار دیا ہے اور جسارت کی انتہا کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ خود جماعت کے رہنما جماعتی شخص کے بارے میں زیادہ عجیدہ معلوم نہیں ہوتے۔

تحریک پاکستان میں سوا دعوہ

جمعیت العلماء نے پاکستان سوا دعوہ اہل سنت کی ترجمان ہے۔ ۱۸۵۷ء کے

اقتاب کے طہر دار سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے ہی مقتدا تھے پھر اگر بڑی دور میں کفر، الحاد، زندقہ اور اسلام کے نام پر گمراہ کن، انحراپی، تحریلی، احتزالی، خاریجہ خود ساختہ اسلام کے ماحیوں اور نچری تحریکات کا مقابلہ بھی انہی مردان حق نے کیا۔ انگریز نے جب مسلمانوں کو کرکٹ کھانے کے لئے پادری فخر اور دیگر دشمنان حق کے ذریعے آرتھوڈوکس تحریک شروع کی تو اس کا مقابلہ بھی علماء اہل سنت نے کیا حتیٰ کہ ملک کے اندر دور ذوال میں بھی سواد اعظم کا اجتماعی نظام قائم و دائم رہا۔ جمعہ، جماعت، خطبہ، ختم قرآن اور مجلسِ زندقہ میں حلال و حرام میں تمیز، خیر و شر کے درمیان امتیاز اور عبادت و معاصیات کے لئے انگریزی حکومت کے عدالتی نظام کے باوجود مسلمانوں کے اپنے طریقہ دارالافتاء دارالافتاء قائم رہے۔ پھر ملک میں جنگ طرابلس ہو یا بلقان، مسجد کاندھار کے انہدام پر احتجاج ہو یا تحریک ہجرت و خلافت میں ایثار و قربانی کی فراوانی پیش کش اور تحریک عدم تعاون وغیرہ تمام موقعوں پر سواد اعظم نے ہی انہیں ہامتی بنایا۔ ملک بھر میں ہماری دینی انجمنیں مثلاً ہر شہر میں انجمن اسلامیہ، مسجد کئی، حیدر گاہ کئی، دارالافتاء، اسلامی اسکول، کالج، دارالعلوم، مدارس اور مشائخ عظام کی خانقاہوں میں نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی، ذکر و فکر کے جلتے اور تعلیمی و تحقیقی ادارے سب کی رونق سواد اعظم سے تھی۔ مسلم لیگ کی تحریک پاکستان کو بھی سواد اعظم نے کامیاب بنایا۔

آل انڈیائی کونفرنس:

۱۲ اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیائی کونفرنس میں سواد اعظم اہل سنت کے بڑوں علماء و مشائخ نے متفق ہو کر مطالبہ پاکستان (دارالسلام) کی پر جوش تائید کی بلکہ یہاں تک کہ ایک مفصل قرارداد میں اس قدر زور دیا کہ خدا خواستہ اگر قائد اعظم بھی اس مطالبہ کو ترک کر دیں تو ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ سنی کونفرنس کے شرکاء میں امیر ملت سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری، خواجہ حافظ سید بدر الدین صاحب تونسوی، خواجہ حافظ قمر الدین صاحب سیالوی، خواجہ غلام محی الدین صاحب گولڑوی، امین الحسنات، میر آف باگلی، مولانا عبدالحکیم صاحب صدیقی، میر غلامی، مولانا مفتی مسعود علی

صاحب میر غلامی، مولانا عبدالہامی قرنگی بھٹی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا عبدالحمید بدایونی، مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا ابوالحسنات محمد احمد صاحب قادری، علامہ ابوالبرکات سید احمد لاہور، مولانا سید احمد سعید کاشمی، مولانا ابوالہو محمد بشیر صاحب مدنیہ، مولانا محمد یوسف صاحب سیالکوٹی، مولانا محمد ابراہیم صاحب چشتی، قاضی فضل ہند، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی وغیرہم کے اسامہ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

اس آل انڈیائی کونفرنس بنارس میں پاک و ہند کے دو ہزار علماء و مشائخ نے مندرجہ ذیل قراردادیں پاس کیں۔

- ۱۔ آل انڈیائی کونفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصولوں کے مطابق ہو۔
- ۲۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل علماء کرام کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔ (اس سلسلہ میں معتدترین تیرہ حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی)۔

- ۳۔ علاوہ ازیں فیصلہ کیا گیا کہ اس تحریک کو ہر حال میں جاری رکھا جائے گا اگرچہ قائد اعظم نے اس کو ترک بھی کر دیں اور اس سنی کونفرنس کے دو لاکھ سے زائد حاضرین عوام نے پر زور نعروں کی گونج میں تائید و حمایت کا اعلان کیا۔

الغرض میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت صدر اول سے لے کر آج تک ایک مستقل اجتماعی نظام رہا ہے جو تحریک یا جماعت اس کی تائید سے محروم رہی وہ ناکام ہو گئی اور جسے اس نے اپنا وہ کامیاب و ہامراد ٹھہری۔ مسلمانوں کی جس قدر سیاسی اور مذہبی جماعتیں برصغیر میں کامیاب رہیں۔ صرف اسے مقبولیت

کوئی میٹنگ و اجلاس ایسا نہیں جس میں آزادی وطن عظمت اسلام، تحفظ مقام نبوت اور تدوین و تکمیل، آئین اسلامی پیش نظر ہو اور اس میں مولانا نیازی صاحب نمایاں اور قابل فخر بلکہ لائق صدر شک انداز میں پیش کش موجود نہ ہوں۔ مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے جنوری ۱۹۷۲ء تک تمام صوبہ پنجاب کا قریب قریب تحصیل و ضلع اور قصبہ و قلعہ میں طولانی دورہ کر کے جمعیت کی شاخیں منظم کیں۔ ستمبر ۱۹۷۳ء کے آخر میں ملتان میں صوبائی کنونشن کا انعقاد ہوا۔ جس میں تین روزہ مجلس مضامین اور پبلک جلسے منعقد ہوئے رہے۔ کنونشن میں کم از کم دو ہزار مندوبین شامل ہوئے اور ہر پبلک جلسے کی حاضری ایک لاکھ سے تجاوز تھی۔ اس کنونشن میں مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ کو مختلف اور متحدہ طور پر صوبہ پنجاب کا صدر چنا گیا۔ راقم الحروف کو بھی اسی موقع پر نائب ناظم کی خدمات سونپی گئیں۔

۶۔ مئی ۱۹۷۳ء میں بمقام خاندان جمعیت کا کل پاکستان کنونشن منعقد ہوا جس میں صوبائی مجالس شوری، صوبائی مجالس منتظمہ مرکزی مجلس شوری اور مرکزی مجلس عاملہ کے علاوہ خصوصی دعوت پر مندوبین شامل ہوئے جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے تجاوز تھی۔ اس کنونشن میں جمعیت کا نیا آئین منظور ہوا اسی خاندان کنونشن میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کو صدر اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

۷۔ پاکستان کے مستقل آئین کی تدوین کے سلسلہ میں جمعیت نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ مولانا نورانی صاحب کی خدمات زبان زد خاص و عام ہیں۔ اسمبلی کے اندر اور باہر آئین کی تدوین کے علاوہ بھگہ دیش کے فتنہ سے قوم کو نجات دلانے کے لئے اکابرین جمعیت نے ملک میں سینکڑوں جلسے کیے صرف مولانا نیازی صاحب نے اس سلسلہ میں بھگہ دیش کے خلاف اسی جلسوں سے خطاب کیا۔ مولانا کے خلاف مقدمات کھڑے کیے گئے اور جیل میں ڈال دیا گیا مولانا کے علاوہ جمعیت کے دیگر اکابرین صوبائی ناظم، اعلیٰ نائب ناظم، ناظم اطلاعات اور صوبہ سندھ کے اکابرین پر مقدمات چلائے گئے۔

الغرض مسٹر آفتاب علی کا خیال کوتاہ اندیشی اور لامطی پر مبنی ہے کہ جمعیت کی کوئی

عظیم انہیں جمعیت کی آل پاکستانی تنظیم موجود ہے کیونکہ عمومی انتخابات میں مجموعی طور پر جمعیت نے باقی جماعتوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ووٹ لئے تھے۔

جماعتوں کا مستقبل

جماعتوں کے مستقبل کی کامیابی کے لئے مسٹر آفتاب علی نے جو شرائط پیش کی ہیں وہ سب ایک مطالبہ نفاذ شریعت سے پوری ہو جاتی ہیں۔ کسی جماعت کا اپنی قیادت کو فعال بنا کر یا اپنے منشور میں اسلامی اقتصادی نظام شامل کر کے کامیابی سے ہمکنار ہونا اس وقت تک بے معنی رہے گا جب تک یہ جماعت شریعت مطاہرہ کو اذیت پہنچاؤ نہیں بناتی اب صرف اس جماعت کا مستقبل باقی ہے جو شریعت کی تعلیم دینی، تبلیغ کرنی، اور شریعت پر عمل کرتی ہے۔

کرل محرم قدانی کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ انہوں نے کوئی عظیم اقتصادی منشور پیش نہیں کیا اس کا لغو تھا۔ لہذا نکلون نکلون ہم بھی کہتے ہیں کہ اب صرف اسی جماعت کی ضرورت ہے جو اس ملک میں شریعت نافذ کرے۔ اب کسی سیاسی جماعت کی ضرورت باقی نہیں رہی جب کہ آئین میں اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ قرارداد مقاصد کے چھوٹے حیرانگراں میں تمام مسلمانوں کو شریعت کا پابند بنانے کی ذمہ داری قبول کی گئی ہے۔ تمام قوانین کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کا اقرار کیا گیا ہے۔ اسلامی کونسل کو شرعی قانون سازی کا نگران بنایا گیا ہے۔ اور صدر مملکت اور وزیر اعظم دونوں نے اپنے حلف منصبی میں ایمان باللہ، ایمان بالکتاب، ایمان بالرسالت مشروط باقرار ختم نبوت، ایمان بالآخرت اور شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کا اقرار صراحہ کیا ہے لہذا اب اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں صرف اس جماعت کی ضرورت ہے جو شریعت حق کو نافذ کرے اور دین حالات میں تو یہ کہوں گا کہ سواد اعظم اہل ملت و جماعت کے تمام افراد جو مختلف سیاسی جماعتوں میں شامل ہو کر وقت ضائع کر رہے ہیں اپنے مرکز ثقل پر واپس آجائیں۔

الوکھا معیار حق

مسٹر آفتاب علی نے دائیں بازو اور بائیں بازو پر مثبت تحریک اور منفی تحریک کی پامالی اصطلاحات بیان کر کے وضاحت کی بجائے لفظ بھٹ کیا ہے۔ دائیں بائیں کی تقسیم جدید ذہن کی پیداوار ہے جس کی رو سے دائیں معتدل یا کسی حد تک رجعت پسند اور بائیں متحرک اور انقلابی ہوتا ہے لیکن اسلام کی رو سے دائیں بازو والے (اصحاب الیمین) انسانیت کے سچے خادم، خدا ترس اور انقلابی ہوتا ہے لیکن ہیں اور بائیں بازو والے (اصحاب الشم) جاہل، بے کرد رجعت پسند تاریک خیال، کج دماغ اور دشمنان انسانیت لوگ ہوتے ہیں یعنی پہلے مومن اور دوسرے کافر۔

علی ہذا التیاس مسٹر آفتاب علی کی مثبت اور منفی کی اصطلاح بھی محل نظر ہے۔ حق زرا مثبت ہے اور نہ محض منفی بلکہ نفی اور اثبات مل کر کلمہ حق ترکیب پاتا ہے۔ لا الہ کی نفی ہے اور لا اللہ اثبات، بتائیں یہ کہنا کہ اکثر جماعتیں منفی سیاست چلا رہی ہیں۔ مبہم اور لائینی ہے یہ کیوں نہیں کہتے کہ اکثر باطل پرست، ہیں ان کے مقابلہ میں مثبت سیاست کا تصور بھی اپنی جگہ نامکمل اور ناکافی ہے۔ اعلیٰ قیادت کی بنیاد بقولہ ہمیشہ اثبات پر رکھی جاتی ہے کے بجائے یہ کہنا درست ہوگا کہ اعلیٰ سیاست کی بنیاد ہمیشہ حق و صداقت اذلی پر ہوتی ہے۔ مثبت اور منفی کے پیچھے جب تک الہامی نظریہ حق نہ ہو دونوں لغو ہیں اور پھر آپ کی دوڑ بھی اقتصادی سہولیات اور اقتصادی تحفظ تک محدود ہے حالانکہ اقتصادیات کے ساتھ ساتھ جب تک تہذیبی، تمدنی، اخلاقی، ثقافتی اور دینی انقلاب نہ ہو تو معاملہ محض مساوات حکم تک محدود رہ جاتا ہے اسلام میں اقتصادی پروگرام کی عظمت، علیحدہ کوئی شے نہیں پورے ضابطہ حیات کا ایک پہلو ہے۔

مسٹر آفتاب علی صاحب نے تحریک استقلال کی مقبولیت اور شامدار مستقبل کی وجہ یہ بتائی ہے کہ پہلے پارٹی سے ٹوٹ ٹوٹ کر لوگ اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ تحریک کے لوگ ظلم اور جبر کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔ ۶۹-۱۹۶۸ء میں بھی

کیفیت پہلے پارٹی میں شامل ہوئے تھے اور آج..... اقتدار سے ہم کنار ہونے کے لئے مختصر رات (شارٹ کٹ) کے حلاشی تھے۔ آج بھی اقتدار کی خاطر لوگ بے طالع آزماؤں کے پیچھے لگنا چاہتے ہیں۔ ہماری قوم تلخ عاجلہ کی خواہاں ہے اور اقتدار کی حرصیں ہو گئی ہے جمہوریت کا راستہ صبر آزما انتظار بے لوث ایثار اور اعلیٰ روایات پر چلنے کا راستہ ہے اس لئے مقصد حصول اقتدار کی بجائے شریعت کی فرمانروائی اور قانون کی بالادستی ہونی چاہئے۔

ظلم کا مقابلہ کرنا اور مار کھانا، صبر و استقامت کا مظاہرہ ہے مگر جب تک اس کے پیچھے کوئی جامع اور مضبوط فلسفہ حیات نہ ہو یہ محض اقتدار کی جنگ رہ جاتی ہے بقول حضرت علامہ اقبالؒ:

زہام آ کر اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا طریق کہ کن میں بھی ویسی جیلے میں پروزی کل کے ظالم مظلوم ہیں تو آج کے مظلوم برسرِ اقتدار آنے کے بعد کل پھر وہ خود ظالم بن جائیں گے پھر ظلم کا مقابلہ اور صبر و استقامت صرف تحریک استقلال کی اجاری داری نہیں۔ حالیہ سول نافرمانی میں متحدہ جمہوری محاذ کے کارکنوں نے زیادہ ایثار و استقامت کا ثبوت دیا ہے۔

مقصد سے فرار

جماعتوں کا مستقبل متعین کرنے سے پہلے مقاصد متعین کرنے ضروری ہیں اور یہ بتانا ضروری ہے کہ پاکستان کا قیام دو قومی نظریات کی بنیاد پر عمل میں لایا گیا تھا۔ اور دو قومی نظریہ کی بنیاد سوائے اسلام کے کچھ نہ تھی اور نہ ہے۔ لہذا جس قدر اسلام کو پاکستان کا ضابطہ حیات بنانے میں تاخیر ہو رہی ہے۔ اسی قدر پاکستان کی سالمیت، اتحاد و استحکام میں غلل پیدا ہو رہا ہے جب قوم کی توجہ اسلامی شریعت کے نفاذ سے ہٹائی جاتی ہے تو سوائے صوبہ پرستی، زبان پرستی، علاقائیت، ذاتیات، پارٹی بازی، اشتراکیت، اشتعالیت، لامرکزیت اور تحریمی تصادم کے دوسرا کوئی نصب العین سامنے نہیں رہتا۔ غرض اسلامی

شریعت سے جدا ہو کر انتشار و فساد پیدا ہوتا ہے اور اس کے اپنے دوستوں کے کام آنے کی استعداد بھی کم ہو جاتی ہے۔

منافقت، سازش اور انتشار

قیام پاکستان کے فوراً بعد اس ملک میں اسلامی شریعت کا نفاذ عمل میں آنا چاہئے اسلامی حدود اور تعزیرات کو فی الفور نافذ کیا جاتا۔ حلال و حرام کی حدود متعین کی جائیں اور ہنگامی خزانے کو بیت المال المسلمین سمجھ کر اس امانت کی حفاظت کی جاتی۔ مگر افسوس ہے کہ ہر برسر اقتدار طبقے نے منافقانہ طرز عمل اختیار کرتے ہوئے اسلام کی آڑ میں اسلام دشمنی کی۔ اس کھلی منافقت نے دشمنان دین کے لئے سازش کا راستہ کھولا اور نتیجتاً سارا ملک خوفناک انتشار اور انحلال کی نذر ہو گیا۔ مسٹر آفتاب علی کو سب سے پہلے قوم کو ان خطرات سے آگاہ کرنا چاہئے تھا۔ اور تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کو ملانی، منافقت کی راہ دکھانی چاہئے تھی مگر انہوں نے اس بنیادی اساس سے ہٹ کر وقتی اور ہنگامی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی حکمت و فلسفہ کا دفتر کھول دیا ہے۔

صرف ایک آواز شریعت کا نفاذ

مسٹر آفتاب علی خاں کو چاہئے تھا کہ وہ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کو اس بھرانہ کو تباہی پر فوکتے۔ ان کا محاسبہ کرتے اور اصلاح احوال کا راستہ دکھاتے۔ ہمارے سامنے گزشتہ چھ بیس سالہ منافقت، سازش اور انتشار کا طالع بقیں، محکم نظم اور عسکریت ہے جو اسلامی شریعت کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے۔ جمیعت علماء پاکستان بفضلہ تعالیٰ اسی پروگرام پر گامزن ہے۔ ہم نے غیب، آخرت، توحید، رسالت، سنت اور خلافت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں انسان کی اجتماعی زندگی کا جو نقشہ مرتب کیا ہے اس میں حاکم و محکوم اور سلطان یا رعایا کے متعلق تصورات کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ حکومت کا رعایا سے جدا کوئی وجود نہیں۔

ہمارا نصب العین خلافت علی منہاج نبوت

خلافت کے نظام حکومت کے ماتحت خود ساری امت ہی اپنے آپ کو ایک اخوت کی صورت میں منظم کر کے امارت اور امامت کے فرائض ادا کرتی ہے امیر صرف اس لئے امیر ہے کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے احکام یا اوامر و انہی کو نافذ العمل کرواتا ہے امام اس لئے امام ہے کہ وہ شریعت نافذ کرانے کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں سلاطین اور بادشاہوں کا ذکر اس لحاظ سے گمراہ کن ہے کہ مسلمان سلاطین کو کبھی فرنگی اور رومی سلاطین کی طرح حرام اور حلال یا نص تبدیل کرنے کا حق حاصل نہیں رہا۔

اسلامی ریاست کے دو پہلو قابل توجہ ہیں۔ داخلی طور پر اسلامی ریاست کسی ایک طبقہ یا گروہ کی نمائندہ نہیں ہوتی بلکہ کل خلق عیال اللہ کے اصول کے ماتحت حکمران گروہ اگر کسی خاص نسل یا خاندان سے تعلق رکھتا ہے تو کم از کم اصولاً اسے یہ اقرار ضرور کرنا پڑتا ہے کہ حکومت رعایا کے تمام طبقات کی یکساں خبر گیری اور بہتری کے لئے قائم ہے یہ صورت تمام غیر اسلامی نظام ہائے حکومت کو اصولاً جامدہ قاہر اور صاحب تسلط تسلیم کیا جاتا ہے۔ مغرب میں ریاست کا یہی قاہرانہ تصور تھا جس نے مارکس کو اس نتیجے پر پہنچنے کی جانب مائل کیا کہ حکومت چونکہ اللہ جبر Weapon of Coasion ہے اس لئے یہ آلہ جبر سرمایہ دار کے ہاتھ سے چھین کر مزدور کے ہاتھ میں دینا چاہئے تاکہ مزدور اور باقی تمام معاشرتی طبقات پر جبر کر سکے۔ جمہوری نظام حکومت میں اقتصادی مساومت اور مقابلہ کا اصول تسلیم کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ امیر چونکہ کمانے کی دوڑ میں آگے بڑھ گیا ہے اور غریب پیچھے رہ گیا ہے اس لئے سرمایہ دار کو حق ہے کہ وہ داؤ پیش دے اور غریب مستحق ہے کہ وہ محروم رہے۔ برعکس اس کے اسلامی ریاست میں انسانیت کا بلور ایک کلبے کے تصور یہ سکھاتا ہے کہ جس طرح کوئی خاندان اپنے نافرمان اور سرکش بچوں کو بھی ضروریات زندگی اور تعلیم و

ہدایت سے کبھی محروم نہیں کرتا اسی طرح گنہگار بلکہ کفار پر بھی ظلم اور محرومی مسلط نہیں کی جاسکتی۔ نہ ہی اسلامی شریعت کسی حاکم کی ذاتی برتری کی خاطر اس کے رقبوں کو اس طرح قتل کر دینے یا تلخیر کی دینی مثالیں مہیا کرنے کی اجازت دیتی ہے جس طرح بعض کیونسہ ممالک کے واقعات مظہر عام پر آتے رہتے ہیں۔ جمہوری ممالک میں سیاسی رقبوں کو رسوا کرنے اور ان پر بہتان تراشی کی ہم چلانے کی جیسی مثالیں سینئر میکاوتی ہام پریڈنٹ روز ویلف یا فرانس اور برطانیہ کی بعض سیاسی پارٹیاں پیش کرتی ہیں۔ انہیں اسلامی اخلاق کی رو سے جائز تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ فرض داخلی طور پر اسلامی ریاست ایمان، حرقان، تقویٰ، حیا، مساوات، اخوت، حریت اور آخرت کے بنیادی اصولوں پر چلتی ہے خارجی طور پر اسلامی ریاست ملکوں اور قوموں کی تقسیم کو اصولاً تسلیم نہیں کرتی اسلامی ریاست اپنا دائرہ کار اعتقاد و اعمال کی حدود سے متعین کرتی ہے جغرافیائی کوائف کو اسلامی ریاست اپنا دائرہ کار کی حیثیت سے مد نظر رکھتی ہے۔ وہ ان کی کوئی اصولی حیثیت نہیں مانتی۔ اس طرح اسلامی ریاست کا وہ عالمگیر تصور شہد اعلیٰ الناس پیدا ہوتا ہے جو مغرب میں زوال روما کے بعد ناپید ہو چکا ہے اور جسے کیونزم نے فرانسیسی کے ساتھ ہی دفن کر دیا۔ ہم بلا خوف و لومہ لائم اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان میں لادینی پارلیمانی جمہوریت اشتراکیت اور ملوکیت کے نظریات کو ہمیشہ کے لئے روک کر تے ہوئے خلاف علی منہاج نبوت کے قیام کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

آخر میں ہم مسز آفتاب علی سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ہمارا طرز استدلال جس میں نصب العین کو معیار حق قرار دیا گیا ہے اور اسی پر ملکی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کا محاسبہ کرنا چاہئے یا ان کی روش ٹھیک ہے جہاں ان سب جماعتوں کو مسترد کرتے ہوئے اپنی منظور نظر صرف رد جماعتوں کو نمایاں کر کے ایک کی قیادت کو مزید فعال بنانے کا مشورہ دیا گیا ہے اور دوسری کو اقتصادی پروگرام پیش کر کے مستقبل کی ایک مؤثر طاقت کی حیثیت سے ابھرنے کی توجہ جانفزا سنائی ہے حالانکہ ان دونوں جماعتوں سمیت تمام جماعتوں کو

اسلام کے مکمل ضابطہ حیات کو اپنانے کا مشورہ دیا جانا ضروری تھا۔

جمعیت علماء پاکستان تحریک نفاذ شریعت کے لئے انتظامی پروگرام پیش کرتی ہے اس کی رو سے شریعت کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کا خاکہ کر دیا جائے گا اور خود ہم سب (کارکنان جمعیت و خادین ملک و ملت) شریعت کی خاطر خاکے کے گھاٹ اتر جانے کو حیات جاوداں تصور کریں گے۔ (اخبار میں شائع شدہ مقالہ یہاں تک ہے)

وقت کا تقاضہ

جمعیت علماء پاکستان جس نصب العین، نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے معروف عمل ہے۔ یہ سواد اعظم اہل سنت کے لئے طرہ امتیاز اور سرمایہ افتخار ہے۔ سواد اعظم اہل سنت کے سالاران و سرخیان اولیاء کرام اور مشائخ عظام ہیں۔ جس طرح برصغیر پاک و ہند میں اسلام لانے اور پھیلانے اور حصول پاکستان کی جدوجہد میں مشائخ عظام اور علماء کرام نے عظیم کردار سرانجام دیا تھا اور جس طرح ماضی قریب میں ختم نبوت کا مسئلہ عالم اسلام اور اسلامیان پاکستان (سواد اعظم کعبین عقائد اور اسلام کے مطابق حل ہوا ہے اس میں بھی اولیاء کرام، ان کے مریدین و حوصلین اور علماء کرام کی بے پناہ قربانیاں اور صعوبتیں شامل ہیں۔ اسی طرح آئندہ بھی۔ عظمت اسلام اشاعت اسلام، تحفظ ملک و ملت اور نظریہ پاکستان کو بروئے کار ملانے کے لئے یہی نفوس قدسیا و ران کے ہیرو کار حضرات عظیم کردار سرانجام دے سکتے ہیں۔

حصول مقصد کی راہ

- 1۔ دور حاضر میں تمام مشائخ عظام و اولیائے کرام اپنے اپنے دامنوں سے وابستہ علماء و عظام، مفکرین و علمائین، وکلاء و دانشور، صنعت کاراں و مزدور، زمینداران و حزارمان۔
- ب۔ خانقاہوں کے متولیوں و راہنما یا ان اپنے اپنے عقیدت مندان اور ذکر و فکر میں

اہلِ حلقہ۔

ج۔ درسگاہوں کے اساتذہ، محدثین و مفسرین کرام اپنے اپنے حلقوں کے ناظمین، معلمین و محصلین۔

د۔ اہل علم و قلم اپنے حلقہ کے اہل علم و شعرا اور علامہ بلکہ بلا تفریق پوری ملت کے سب خواص و عوام کو صحیح اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ اور مجاہدانہ خدمات سے بھرپور کر کے تاکہ ہر کروہ، صمیم قلب، خلوص نیت اور مخلصانہ راہ ایثار اختیار کر کے ملک و ملت کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہو سکیں اس کے لئے ضروری ہے (معذرت کے ساتھ) کہ یہ بزرگانِ دین اور راہنمایان ملک و ملت خود بھی اپنی ذمہ داری اور فرض منصبی کے مطابق تقویٰ، پرہیزگاری، فقر و غنا اور سادگی و انکساری میں سنت نبوی ﷺ، تعلقہ فی الدین میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ، نور و عرفان میں حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ، دین و ایمان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور علم و بصیرت میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ کے خصائل و شمائل کا عمل نمونہ ہوں اور اسی بنیاد پر رشد و ہدایت کے فریقہ کو جاری ساری رکھیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے۔

سرکاری و غیر سرکاری اور ادنیٰ یا اعلیٰ ملازمین ہوں۔ زمیندار یا صنعت کار ہوں، مزدور یا دکاندار ہوں سب حضرات اپنے اپنے حلقہ کار اور دائرہ اختیار میں شرافت، دیانت، ایثار و ہمدردی اور خلوص محبت سے کام لیں۔

ایک تجویز، ایک اپیل

اس مقصد کے حصول کے لئے ملک بھر میں ایک اجتماعی نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سوادِ اعظم کے سب احباب خصوصاً اولیائے عظام و علماء کرام اپنے اپنے علاقوں میں جمعیت علماء پاکستان کی شاخیں قائم کریں۔ جمعیت کے دستور کے مطابق رکن اور خادم بنائیں۔ والسلام مع الاکرام۔

اشاعت خاص
کردارِ نورانی دعوہ

انوارِ رضی



مظلوم قوموں کی آواز

قائد اہل سنت حضرت علامہ

امام شاہ احمد نورانی صدیقی

تصنیف

محمد جہانگیر خان صدیقی

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ (جگہ نمبر ۱) سرگودھا روڈ جہڑ آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com

PINDI COACHES



پنڈی کوچز

حاجی عبدالعزیز ایڈجسٹڈ جاتی رہنما

راولپنڈی تا کراچی
0303-5308786, 0303-5887596

راولپنڈی تا کوئٹہ
0300-5340878

راولپنڈی تا ڈیرہ اسماعیل خان
0306-5094788

راولپنڈی تا علی پور صادق آباد
0306-5094786

ڈیرہ اسماعیل خان
صبح 6:00 سے رات 11:30 تک
ہر گھنٹے بعد سروس

0300-5038786
0300-9100786

سٹینڈ نمبر 35 منزل بس سٹینڈ پیر و حاتی راولپنڈی



نامہ شیل کراچی کیلئے

10:00 صبح 2:00 دن 6:00 شام

نامہ شیل کوئٹہ کیلئے

3:00 صبح 4:00 شام

نامہ شیل علی پور کیلئے

4:00 صبح 6:00 شام

نامہ شیل صادق آباد کیلئے

6:00 صبح 8:00 شام

0300-9100786



انسانیت کی فلاح اور کامرانی میں جہاں کتاب ہدایت رہنمائی کرتی ہے اور ایک بہترین دستور حیات ثابت ہوتی ہے۔ وہاں اس لاریب کتاب کے عالموں کا بھی بڑا کردار ہے جنہوں نے علم نبوت کی روشنی میں لوگوں کو اطاعت خداوندی اور اتباع رسول ﷺ پر کمر بستہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین (اسلام) کی نورانی کتبوں سے بنی نوع انسان کو باطل خداؤں کی پرستش کی محنت دور کر کے ایمان کی دولت عطا کی۔ قرآن عظیم کی تعلیمات جہاد کی ترغیب دے کر اسلام اور ایمان کی جہاد و سلامتی اور غلبہ کا درس دیا۔ مسلمان مجاہدین اسی فکر کو لے کر میدان کارزار میں اترتے رہے اور باطل قوتوں کا ایمانی جذبہ سے کبھی جہاد باطلان اور کبھی جہاد بالسیف کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔

قرآن و سنت کے ایسے ہی باعمل ہاکردار علماء و مشائخ میں ایک نام قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی کا ہے۔ جن کی زندگی کا مقصد مسلم قوم کے افراد کو عزت و وقار سے جینے اور غلبہ دین کے لئے جہد مسلسل اور محکوم اور مظلوم قوموں کی حمایت کرنا اور غلامی سے آزاد کرنا رہا ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی اس جمعیت کا نام ہے جس نے مسلم قوم کو فرقہ پرستی سے باز رکھ کر مختلف اخیال لوگوں کو اتحاد بین المسلمین کے پرچم تلے جمع کیا۔

اس پرچم کو انہوں نے دنیا کے طول و عرض میں لڑایا۔ یہود اور ہندو کے پروردہ انہیں اپنی راہ کا کاٹنا سمجھتے تھے۔ ان کے راستے میں ہمیشہ رکاوٹ کھڑی کرتے رہے لیکن مولانا نے حق و صداقت جرات اور بے باقی کا علم بلند کرتے ہوئے اپنی منزل کی جانب سفر جاری رکھا۔ کہیں محاذوں پر جتنے لڑتے رہے۔ خواہ لسانی، علاقائی، صہبت، فرقہ داریت، ہو اسلام و ملک دشمن قوتوں کو ہمیشہ چیلنج کیا۔ مولانا نورانی مسلمانوں کی دیوں حالی کا ذمہ دار

بزدل اور بے حس مسلم حکمرانوں کو ٹھہراتے تھے۔ آپ کی جدوجہد اور مسائی جیلہ کو دیکھ کر یہ کہنا میافہ نہیں ہے کہ آپ لاعوف علیہم ولاحد یحدون کی تفسیر ہے۔

آپ بیودہ نصاریٰ، ہندو اور دیگر مسلم دشمن طاقتوں کے ہاتھوں پسے والے محکوم اور مظلوم مسلمانوں کی آواز میں آواز ملا کر باطل قوتوں کے خلاف بولتے رہے۔ آپ نے بظاہر کبھی تیر و تلواریں چلائے لیکن جہاد باللسان کے درپے ثابت کیا کہ مسلمان بے تنق بھی لڑتا ہے سپاہی! حالانکہ وہ پوری دنیا کا تبلیغی مسٹر کرتے تھے۔ پابندی کے خطرات موجود ہونے کے باوجود معروف جہد رہے۔ تاریخ میں ایسے بے خوف لوگوں کی تعداد قلیل ہے لیکن ایسے ہی لوگوں کے کردار سے تاریخ حسین ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت نے شاید ایسے لوگوں ہی کے لئے فرمایا۔

اتعاہدشی اللہ من عبادہ العلماء

مظلوم افغان

مولانا نورانی ایک صاحب بصیرت اور وسیع النظر سیاسی و سماجی و مذہبی رہنما تھے۔ روس دنیا کی مادی طور پر ایک سپر پاور کی حیثیت رکھتا تھا، نوآبادیاتی نظام کا خالق تھا جس کے پیش نظر اس نے کئی ریاستوں کو مرے تک غلام بنائے رکھا۔ اسی طرح افغانستان کے راستے پاکستان میں بھی داخلے کا خواہش مند تھا۔ جب وہ افغانستان میں داخل ہوا تو دوسری طرف سے امریکہ بھی کود گیا۔ مسلمان سرزمین پر دو بڑی مادی طاقتیں پنجاب آزمائی کرنے لگیں اس کا تمام تر نقصان مسلمانوں کو ہو رہا تھا۔ مسلمان کی زمین خون مسلم سے رنگین ہو رہی تھی۔ آپ نے روس و امریکہ دونوں کو مجرم جان کر افغان قوم کی حمایت میں آواز بلند کیا۔ امریکی اور روسی کمپانیوں کو مسلم ممالک میں مفادات کی جنگ لڑنے سے باز رکھنے اور مسلمانوں کو ہوشیار کرنے کی غرض سے عالم دنیا میں احتجاج بلند کیا۔

گو آپ نے افغانستان میں اپنے لوگوں کو جمعیت کی صورت میں داخل نہیں کیا۔ لیکن مظلوم اور محکوم افغانیوں کے سیاسی، سفارتی، اخلاقی، مادی مدد کے لئے اہم



نشر پارک کراچی کے تاریخی جلسہ عام سے حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی خطاب

ایک صوفی اور شیخ طریقت کا دلکش انداز



شیخ الاسلام حضرت قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ حیدرآباد سندھ میں
ارادت مندوں کو سلسلہ طریقت سے وابستہ کرتے ہوئے

فقیر اعظم مولانا پار محمد بندہ لونی رحمہ اللہ کا سالانہ عرس مبارک

16 اپریل 2002ء



قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی جامعہ مظہریہ امدادیہ بندہ پال شریف میں
اس دن ڈاکٹر مولانا عبدالحق بندہ پالوی سے ملاقات کر رہے ہیں مکہ محبوب الرسول قادری
بھی موجود ہیں جنس مظہریں پھر ان دنوں پالوی گھر سے ہیں



عراق کا طریقہ حرکت اور توجہ دہانی شیخ علیہ السلام اور شیخ محمد باقر علیہ السلام کے مابین اختلافات کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔
وہ کوشش کر رہے تھے کہ وہ اپنے مصلحتاً فریقین کے مابین صلح ہو سکے اور یہی صلح ہو گئی تھی۔
جس کی وجہ سے عراق میں بھی امن و امان برقرار رہا۔

کردارِ نورانی کیا۔ اسی طرح (۱۱/۹ تا ۱۱ جون کے بعد) جب امریکہ نے اتحادی فوجوں کے ساتھ افغانستان پر حملہ کیا۔ تو آپ نے دوسرے مکتب فکر کے علماء کے ساتھ مل کر دفاع افغانستان کونسل تشکیل دی۔ افغانستان کے تحفظ، امن اور تعمیر کے لئے قائدانہ کردار ادا کیا۔ اور مظلوم افغانوں کی ہر قسم کی حمایت کی۔

علامہ شاہ احمد نورانی نے افغانستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل کی شدید مذمت کی اور اسے بڑا انسانی اور اسلامی جرم قرار دیا۔ حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے ہکاتہ انداز میں تنبیہ کیا کہ اس کا انجام بہت بُرا اور بھیا تک ہوگا۔ مقامی صحت روزہ کو اکثر دہاوتیہ ہوتے آپ نے فرمایا کہ افغانستان میں امریکی جارحیت کے دوران جو کچھ ہوا۔ اس کی سزا ہم کو آخرت میں ملے گی۔ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کے قتل عام کا نتیجہ دنیا نے افغانستان میں دیکھ لیا۔ جنرل ضیاء الحق نے اپنے حادثے سے پہلے یہ کہا تھا کہ ہم نے کونسل کی دلالی میں ہاتھ کالے کئے۔ افغانستان میں ایک لاکھ مسلمان مارے گئے، دس لاکھ بے گھر ہوئے، ہزاروں اپالچ اور معذور ہو گئے اور ہم اس کا ذریعہ بنے۔ چیکب آباد و دیگر مقامات پر ہمارے ہوائی اڈے استعمال ہوئے۔ افغانستان میں امریکی جارحیت کی حمایت ہمارا جرم تھا اور ہے اور آج بھی عراق پر حملے کے حوالے سے امریکہ کی حمایت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمرانوں کو معذرت خواہانہ رویہ ترک کر دینا چاہیے۔ امریکن جو پاکستان میں آئیں ان تمام امریکیوں کی رجسٹریشن ہونی چاہیے۔ مولانا نورانی نے بہت عرصہ پہلے موجودہ دور کے فحش آنے والے حالات کا پتہ دے دیا تھا۔ آج امریکی اور مغربی ایجنسیاں پاکستان میں بڑا خطرناک کیمیکل کیمیل رہی ہیں۔ پرویز مشرف کے دور میں بڑی تعداد میں لوگوں کا عجب ہو جانا۔ خود کش حملے اور دہشت گردی کے پیچھے امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی ایجنسیوں کا ہاتھ ہے۔ اگر ان ممالک کے لوگوں کی رجسٹریشن ہوتی۔ آنے جانے پر نظر رکھی جاتی تو آج یہ حالات پیدا نہ ہوتے۔

ایران عراق جنگ

ایران عراق کے درمیان طویل عرصہ تک جنگ جاری رہی۔ جس سے دونوں

طرف سے شدید نقصان ہوا۔ آپ نے جنگ کے خاتمے کے لئے غصہ و کوشش کی۔ آپ اس مصالحت کشی کے رکن تھے۔ جس نے ان دونوں ممالک کے درمیان جنگ کے خاتمے میں اہم کردار ادا کیا۔

عراق اور کویت

عراق نے جب کویت پر حملہ کیا تو امریکہ نے برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا اور دیگر جماعتوں کو ملا کر اتحادی فوج بنائی اور پچیس ۳۶ ممالک پر مشتمل اس فوج نے عراق پر حملہ کر دیا اور یہ کہا کہ عراق غاصب ہے۔ امریکہ کو کویت کی حمایت مقصود نہیں تھی اسے تیل کی تلاش تھی یہی وجہ ہے کہ اس نے عرب کے بعض ملکوں سے سو سالہ فوجی معاہدہ کر دیا۔ صدام حسین اور عراقی فوج سے عربوں بالخصوص سعودی عرب وغیرہ کو بھی خوف زدہ کر دیا کہ صدام حسین سعودی عرب پر قبضہ کر لے گا اور اپنی فوجوں وک سعودی عرب میں اتار دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ان حالات میں اتحادیوں کی سازشوں کو بھانپتے ہوئے مسلم قوم کی بیداری کے لئے عراق کا بھرپور ساتھ دیا۔ ملک پاکستان اور بیرون ملک میں مظلوم اور محکوم عراقی مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کی۔ آپ کا موقف تھا کہ مسلمان ممالک عراق کے خلاف او۔ آئی۔ سی کے پلیٹ فارم سے کارروائی کریں۔ اور حرمین شریفین کی حفاظت مسلمان فوج کرے۔

آپ نے عراق کی حمایت کے لئے چلے جلوس کے علاوہ جنرل کے ایم اے ایم ایچ انصاری کی قیادت میں رضا کاروں کو بھرتی کیا۔ (جس کو حکومت نے جانے کی اجازت نہ دی) اور لاکھوں روپے کی امداد عراق بھیجی۔ اسی طرح چھیننا، یوٹینیا، الجزائر اور مشرق وسطیٰ کی روس سے آزاد ہونے والی ریاستوں کے حق میں دو لاکھ اسلاک مشن جمعیت علماء پاکستان اور متحدہ مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے جاندار کردار ادا کیا۔

افغانستان کو تباہ اور برباد کرنے کے بعد امریکہ پر جنگی جنون طاری تھا کہ مسلسل جنگ رکھنا چاہتا تھا۔ دراصل امریکہ اسلحہ اور بارود کے بل بوتے پر ساری دنیا کی چودہواں

کے خواب دیکھ رہا ہے۔ بش سینٹر نے نیو ورلڈ آرڈر پیش کیا اور اس کی تکمیل کے لئے بش جوئیئر نے کوششیں جیز کر دیں۔ صدر بش نے کہا کہ عراق کے پاس تباہ کن ہتھیار موجود ہیں اپنے ہتھیاروں کی تیاری بند کرنے سے متعلق عراق سے اپنے وعدے پورے نہیں کئے۔ بش سے وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر نے عراق کے خلاف دوبارہ کارروائی کرنے کے لئے عالمی طاقتوں کی حمایت حاصل کرنے کی سرکردہ کوششیں کیں۔ جیسے کہ سوڈان اور افغانستان میں کارروائی کے لیے عالمی برادری کی حمایت حاصل کی گئی۔ امریکہ اور اس کے حواریوں کا عراق پر ایک بھونڈا الزام تھا جو ثابت نہ ہو سکا لیکن پھر بھی امریکہ نے عراقی عوام پر مظالم کے پھاڑ توڑ دیئے اور صدام حسین اور اس کے رفقاء کو مظہر عام سے ہٹا دیا۔ امریکہ اور خوف زدہ مغرب کسی بھی مسلمان مملکت اور بے خوف مسلمان سربراہ کو اپنی راہ میں کاٹنا کچھ کرہنا دینے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔ صدام حسین بھی مسلمان ملک کے بے خوف بادشاہ تھے۔ عراق کا کویت پر حملے کرنے سے متعلق مولانا نورانی کا موقف یہ تھا کہ کویت عراق کا حصہ ہے۔

۱۹۹۰ء کا اٹلس اٹھا کر دیکھیں۔ کویت نام کی کوئی ریاست یا خطہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ عراق کی تحصیل تھی۔ خود عراق سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھا۔ ۱۹۱۸ء میں سلطنت عثمانیہ ختم ہو گئی اور اقتدار کی بندر بانٹ ہوئی لہذا یہ کہنا کہ کویت پر عراق نے جارحیت کی تھی، صحیح نہیں۔ اس بات پر اسلامی ممالک عراق کی حمایت کیوں کریں۔ تو دیکھیں کہ اگر عالم اسلام امریکی ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں متحد نہ ہوا تو پھر امریکہ امت مسلمہ کو برباد کرنے کے لئے تمام حربے استعمال کرے گا۔

اگر آج تمام اسلامی ممالک امریکہ سے اپنے سفارتی تعلقات محدود کر دیں اور اقتصادی طور پر امریکہ اور یورپ کا بائیکاٹ کریں تو انہیں مظلوم ہو جائے گا کہ یہ کہاں کھڑے ہیں۔ مولانا نورانی کی پالیسی جذباتیت پر مبنی نہ تھی بلکہ فہم و فراست پر مبنی تھی۔ آپ کی باتیں بظاہر سادہ اور عام سی لگتی لیکن حقیقت میں ان میں امت مسلمہ کے مسائل کا حل موجود تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ان کی باتیں بگڑ اور فلسفہ بن کر سامنے آتی۔ بہت

سے لوگوں نے عراق کے کویت پر حملے کو جارحیت سے تعبیر کیا لیکن آپ نے تاریخی حیثیت سامنے رکھتے ہوئے عالمی گماشتوں کے سامنے مضبوط معاشی اور اقتصادی قوت بننے کے لئے عراق کی حمایت کی۔ کویت اور عراق کا جغرافیائی مسئلہ ایسے ہی ہے جیسے بنگلہ دیش اور پاکستان یا یوں سمجھیں کہ گلگت بلتستان کشمیر کا حصہ ہیں عارضی طور پر پاکستان کی نگرانی میں ہیں کچھ حصہ کشمیر کا چین کے پاس ہے اگر کشمیر مکمل آزاد ہو جاتا ہے تو ۸۷۰۰ مربع میل کشمیر کا جغرافیہ پورا کرنا ان کا حق ہے۔ کویت اور عرب کے بہت سے ممالک محض عربوں کی معاشی کے اڈے ہیں۔ کویت کے بادشاہ کے ہارے میں مولانا نے انکشاف کیا تھا کہ اس کی ستر بیویاں تھیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورا کویت شیخ کے خاندانوں اور اولاد پر مشتمل ہے۔ کویت اور دیگر عرب ممالک نے امریکہ سے سو سال کا فوجی معاہدہ کے تحت مفت تیل دینے کو تیار ہیں۔ لیکن مسلم ممالک کی غربت بے روزگاری کے خاتمے اور معاشی اور اقتصادی مضبوطی کے لئے کچھ نہیں دے سکتے حتیٰ کہ عرب ممالک سعودی عرب، یو اے ای، قطر وغیرہ میں ملازمت کرنے والوں کی اکثریت بھارت کی ہے جبکہ مسلم ممالک میں غربت اور بے روزگاری دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ مولانا نورانی امت مسلمہ کا درد رکھنے والے عظیم رہنما تھے اور انہی حمایت کے حامی تھے، باطل قوتوں کے مقابلے میں مسلم ممالک کے مضبوط طاقت ور دیکھنا چاہتے تھے۔

مظلوم فلسطینی

فلسطینی مسلمان ایک عرصے سے یہودیوں کے ظلم کا شکار ہیں۔ اسرائیل، یہودیت کی نظریاتی فکری ریاست اور صیہونی طاقت ہے دنیا میں سب سے بڑی دہشت گرد ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اسرائیل کے درالحکومت تل ابیب میں تیار ہوتی ہیں۔ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ قادیانیت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر قائل ہے۔ دنیا نے اسلام میں بالعموم اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بالخصوص ہامی انتشار اور تفرقہ بازی کے پیچھے قادیانیت سازش کا فرما ہے اور اس کا مرکزی دفتر تل

لعب میں ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس کا انکشاف ۱۹۷۴ء میں اسبلی کے فورم پر کیا تھا۔ اسرائیل صیہونی قوتیں، عراق، افغانستان، فلسطین اور کشمیر میں صلیبی جنگوں کی حکمت و ریخت کا بدلہ لے رہی ہیں۔ آپ نے مفتی اعظم فلسطین کی دعوت پر فلسطین کے دورے فرمائے۔ فلسطین پر ہونے والے مظالم اور بیت المقدس کی آزادی کی جدوجہد فرمائی۔ فلسطینی عوام کی بھرپور حمایت کی۔ آپ نے فرمایا تھا اقوام متحدہ جو امریکی اشاروں پر ناچتی ہے۔ امریکہ اسے اسرائیل مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے، فلسطینیوں کو لولی پاپ دے کر آج تک فرخا رہا ہے۔ جب بھی فلسطینی اسرائیلی جارحیت کے خلاف بھرپور جدوجہد کا آغاز کرتے ہیں تو امریکہ امن کا روڈ میپ لے کر پہنچ جاتا ہے ہمارے اکثر مسلمان حکمران کفار اور باطل قوتوں کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی سلامتی سمجھتے ہیں جہاد اور مجاہد انہیں خوف اور دہشت میں مبتلا کئے ہوئے ہیں۔ امریکہ سے خوف زدہ ہو کر جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ہمیشہ فلسطین کی آزادی یہودی اور صیہونی قوتوں کی بڑھتی ہوئی ریشہ دورانیوں پر مسلم امہ اور مسلمان ممالک کے حکمرانوں میں جہاد کا جذبہ اور حقوق شہادت اسلامی غیرت و حمیت کو زندہ اور بیدار کرتے رہے ہیں۔

خادمین کے ایک اجتماع میں لاہور میں خطاب کرتے ہوئے امریکی مستعار اور سامراج کی طرف سے شروع کی گئی صلیبی جنگ کے ختم کو قبول کرتے ہوئے عالم اسلام سے امریکہ کے خلاف نفیر عام کے اعلان کا مطالبہ کیا اور اس یقین کا اظہار کیا کہ امریکی استبداد کا وقت مولانا نورانی جب بھی دُعا کرتے۔ مظلوم مسلمانوں کی آزادی کے لئے دُعا ضرور کرتے اور اپنی تقریروں میں اکثر صلاح الدین الہی، محمد خان غوری، محمود غزنوی، محمد بن قاسم جیسے عظیم سپہ سالاروں کا ذکر کرتے۔ قوم کے نوجوانوں میں ان کی جرأت و بہادری کی فکر دے کر جذبہ جہاد اور شوق بیدار کرتے۔ حالانکہ کچھ علماء و مشائخ ایسی دُعا کو سیاست جان کر احتراز کرتے ہیں۔

تحریک آزادی کشمیر اور مولانا نورانی

علامہ شاہ احمد نورانی جب دنیا میں بسنے والے مظلوم مسلمانوں کی حمایت کرتے رہے تو کشمیر ان کا اپنا گھر تھا اور کشمیر کا پاکستان کے ساتھ روحانی رشتہ بھی ہے۔ کشمیری عوام کے دلوں میں پاکستان کا نقشہ حبیب ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی جغرافیہ کشمیر اور کشمیری عوام کے زبردست حامی تھے۔ آپ کے خطابات سے ایسا لگتا تھا کہ آپ کشمیر ہی میں پیدا ہوئے۔ آپ تقسیم کشمیر کے سخت مخالف اور حق خود ارادیت کے زبردست حامی تھے۔ کشمیری عوام کی بھی خواہش وقتاً ہے کہ پورے کا پورے کشمیر بھارت سے آزاد ہو۔ پاکستان کا حصہ ہے۔

ہر عزم جوان قابلِ توقیر ہے گا

بہت جلد کشمیر ہماری جاگیر بنے گا

کشمیر میں ذیلی تنظیمیں

پاکستان کی کچھ جماعتوں کی ذیلی تنظیمیں آزاد کشمیر میں کام کرتی ہیں جن میں پیپلز پارٹی، مسلم لیگ، جماعت اسلامی، تحریک انصاف نمایاں ہیں۔ ہر ایک جماعت الحاق پاکستان کی دعویدار ہے لیکن الحاق کی سوچ مختلف ہے۔ پیپلز پارٹی چاہتی تھی کہ آزاد کشمیر پاکستان کا صوبہ بن جائے۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور حکومت میں اس پر بڑا زور دیا گیا اور قریب تھا کہ آزاد کشمیر پاکستان کا صوبہ بن جاتا۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے اس کے خلاف تھے، آپ نے کشمیری علماء کو متوجہ کیا اور اس سازش کا مقابلہ کیا۔ آپ کا موقف تھا کہ آزاد کشمیر پاکستان کا صوبہ بن جانے کی صورت میں کشمیر مسئلہ نہیں رہے گا۔ اقوام متحدہ جس نے ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کی قراردادوں میں حق خود ارادیت کو تسلیم کیا اور استعواب رائے کرانے کا حکم جاری کیا۔ اقوام عالم یہ کہیں گی کہ کشمیر کا مسئلہ ختم ہو گیا۔ جس طرح پاکستان نے آزاد کشمیر کو سنبھال لیا اور مقبوضہ کشمیر خود بخود بھارت کو حاصل ہو جائے گا۔ وہ اس بات کے مخالف تھے کہ پاکستان کی سیاسی جماعتیں آزاد کشمیر میں اپنی ذیلی تنظیمیں

بنا لیں۔ چنانچہ جمیعت علماء جموں و کشمیر ریاستی تنظیم ہے۔ جمیعت علماء پاکستان کے ساتھ عقائد کی بنیاد پر نظریاتی تعلق اور وابستگی رکھتی ہے۔ گہری ہم آہنگی کی بنا پر علامہ شاہ احمد نورانی اکثر جمیعت اور علماء اہل سنت کی دعوت پر آزاد کشمیر کے دورے کرتے رہے حتیٰ کہ مجاہدین کشمیر اور مجاہدین کشمیر سے ملاقات کے لئے سرحدوں تک گئے۔ جہاں اٹھ یا اور پاکستان کی فوجیں آسنے سانسے ہیں۔ آپ نے بیرونی ممالک میں بھی کشمیر کی آزادی کے لئے انٹرنیشنل جہاد کا نظریہ منعقد کیا اور عالمی برادری کو مسئلہ کشمیر سے آگاہ کرنے اور مظلوم کشمیری عوام کی حمایت پر آمادہ کرنے کے لئے کئی ممالک میں دورے کئے۔ جن میں کشمیری علماء اور دانشور بھی ہمراہ رہے۔

ایک مرحلہ آزاد کشمیر کے دورے کے دوران راولا کوٹ پوسٹ گریجویٹ کالج میں اساتذہ اور طلبہ اور علماء کرامین شہر سے خطاب کرتے ہوئے انہیں مسئلہ کشمیر کی حقیقی فکر سے آگاہ کیا اور اساتذہ سے کہا کہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ نوجوان نسل کو تحریک کشمیر کو منطقی انجام تک پہنچانے کے لئے تیار کریں۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کے اندر سے اٹھنے والی آواز عالمی خمیر کو جھنجھوٹنے میں صحیح مددگار ثابت ہوگی اور یہی طالب علم مستقبل میں کشمیر کی آزادی اور اس کی تعمیر میں بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔

مولانا نورانی کشمیر کو پاکستان کے لئے ذمہ داری اور موت کا مسئلہ سمجھتے تھے۔ آپ نے کئی مرتبہ اپنے خطاب میں کہا کہ کشمیر کے بغیر پاکستان نامکمل ہے اور پاکستان کی حقیقی آزادی کا جشن اسی وقت بہتر منایا جائے گا جب کشمیر بھارت کے چنگل سے آزاد ہوگا۔ خرید کہا کہ پاکستان کی معیشت کا بڑا حصہ زراعت اور صنعت پر مشتمل ہے اور اس کے لئے پانی بہت ضروری ہے پاکستان میں پہنے والے دریاؤں کا منبع کشمیر ہے، بھارت چاہے تو پاکستان کو صحرا میں تبدیل کر سکتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ بھارت ایسے عزائم رکھتا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھارتی پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم پاکستان کو صحرا بنا کر رکھ دیں گے۔

سیاحن گلشیر

سیاحن گلشیر کا حصہ ہے اور ہائیس ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ فیاض الحق کے عہد اقتدار میں بھارت نے سیاحن گلشیر پر قبضہ کر لیا۔ اس رسوائی کو انہوں نے بہت دنوں تک چھپائے رکھا۔ بالآخر مولانا شاہ احمد نورانی نے اس راز کو فاش کر دیا، فیاض الحق چلا کر بولے: سیاحن گلشیر کی کوئی اہمیت نہیں ہے، نہ یہاں گھاس اگتی ہے، نہ تیل لگا ہے، نہ ہی پانی ملتا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے فیاض الحق کو پاور کر لیا کہ آپ نے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کا حلف اٹھایا ہے اور اس کی پاسداری نہ کر سکتے۔

شمسہ معاہدہ

۱۹۷۱ء میں جب بھارت میں شمسہ معاہدہ ہوا تو مولانا نورانی نے اس کی شدید مخالفت کی اور خدشات کا اظہار کیا کہ شمسہ معاہدہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد میں تبدیل کر دے گا۔ کشمیری خاندان مزید منقسم ہو جائیں گے۔ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے عوام ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے۔ عید الفطرین فیض پوری صاحب کے بقول کہ آزاد کشمیر کے اس وقت کے حکمرانوں نے مولانا سے بعد میں کہا کہ آپ کا موقف صحیح تھا۔

مولانا کے اس موقف کو موجودہ حالات کے پیش نظر دیکھا جائے تو یہ بات سب کے سامنے عیاں ہے کہ کنٹرول لائن مستقل سرحد بنانے پر کام ہو رہا ہے۔ کنٹرول لائن سے چند راستوں کا کھول دینا مسئلہ کشمیر کے حل کی طرف تیش دیتا ہے بلکہ تحریک آزادی کی بڑھتی ہوئی تیزی کو روکنے کا حربہ ہے۔ بھارت سے مسئلہ کشمیر کو حل کئے بغیر تجارتی معاہدہ کرنا کشمیری شہداء کے خون سے غداری ہے اور مسئلہ کشمیر کو سرد خانے ڈالنے کے مترادف ہے۔ کشمیری عوام ایسے کسی حل کو قبول نہیں کریں گے جس میں وہ شامل نہ ہوں یا ان کی انگلیوں کے خلاف ہو۔ کشمیری عوام یہ سمجھتے ہیں کہ تجارتی معاہدہ اور بھارت سے دوستی کے لئے ہاتھ بڑھانا کشمیری عوام دونوں کے مفادات کی بھینٹ چڑھ جائیں گے۔

ریاست جموں و کشمیر پاکستان کے لئے بہت سی وجوہات کی بنا پر اہمیت رکھتی ہے۔ آپ نے ہمیشہ حکمرانوں کی کشمیر پالیسی کا بنیادی موقف کشمیری عوام کی انگلیوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کے حل کی حمایت اور ہر اس پالیسی کی مخالفت کی، اسے مسترد کیا جس سے آزادی کشمیر اور پاکستان کے وجود کے لئے خطرہ ثابت ہو۔ بھارت میں آنے والے ہر حکمران (نمبرو سے لے کر من موہن تک) کا ایک موقف رہا ہے لیکن بد قسمتی سے بھارت، حکمران پالیسیاں بدلتے رہے۔

بے نظیر کے پہلے دور حکومت میں راجیو گاندھی کی آمد پر راولپنڈی میں کشمیر کے نام کے سامنے بورڈ راسے سے ہٹا دیئے گئے اور کشمیر سے حلقہ داخج دو ٹوک موقف اختیار نہیں کیا گیا۔ میاں نواز شریف کے دور میں واجپائی پاکستان آئے تو لوگوں کو بڑی امیدیں تھیں کہ مسئلہ کشمیر پر کوئی تیش دفت ہوگی، کشمیری عوام پر بھارتی مظالم میں کمی کی لیکن یہ ملاقات بھی کشمیری عوام کے لئے کوئی اچھا پیغام نہ دے سکی۔ (ر) جنرل پرویز مشرف جنہوں نے بحیثیت چیف آف آرمی اسٹاف کارگل پر مکمل کنٹرول سنبھالنے کے بعد استہ ر کی سازشوں کا انکار ہو کر کوئی حوصلہ افزا پیغام کشمیری عوام کو نہ دے سکے۔ تقریباً ۲۰۰۰ء کے قریب فوجی جہانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ دنیا کے سامنے رسوائی کے سوا کچھ نہ ملا اور آج تک عوام صحیح صورتحال سے آگاہ نہ ہو سکی اور کشمیری عوام پر بھارتی ظلم و ستم میں مزید اضافہ ہو گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے ان تمام مواقع پر کشمیری عوام کے حق میں آواز بلند کی اور حکمرانوں کی دغلی پالیسی کی مذمت کی۔ کشمیر میں ہندوستان کی سات لاکھ قابض فوج کے مظالم کی مذمت کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ہماری نظر میں تحریک آزادی کشمیر کو ختم کرنے کے لئے بھارت، اسرائیل اور امریکہ اور پاکستان کے موجودہ حکمران (پرویز مشرف حکومت) برابر کے شریک ہیں۔ پاکستان کے موجودہ حکمران جہاد ختم کرنے کا اعلان کر کے تحریک آزادی کشمیر کو ناقابل حلانی نقصان پہنچا چکے ہیں۔ ہم پاکستان کے حکمرانوں کو خبردار کرتے ہیں کہ تحریک آزادی کشمیر کے اس واحد آپشن کی حمایت کرے۔ جس میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیریوں کو استعواب رائے کا حق دیا گیا

ہے۔ کشمیری مجاہدین نے ایک لاکھ جانوں کی قربانی بے شمار محنتوں کے خزانے صرف حصولِ آزادی کے لئے پیش کئے ہیں۔ ان کی ہر طرح کی اخلاقی، سیاسی اور عملی مدد کی جائے۔ یہ امر حقیقت پر مبنی ہے کہ مولانا نورانی تحریکِ آزادی کشمیر کی کامیابی کے لئے محض کوششیں کرتے رہے۔

ایک مرتبہ جماعتِ اہل سنت کے کاروانِ جہاد کشمیر سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا: مائے استعجاب رائے کے مسئلہ کشمیر کا کوئی حل نہیں ہے۔ برطانیہ نے جس قدر کشمیر کو نقصان پہنچایا اتنا کسی اور وجہ سے نہیں پہنچا۔ یہ برطانیہ ہی تھا جس نے ریاستِ گورداس پور کو تقسیم کر کے بھارت کا مقبوضہ کشمیر جانے کا راستہ بنایا۔ مولانا نے ہاماگ محل کہا کہ یورپی ممالک میں پاکستانی سفارت خانے عشرت کدے ہیں۔ صرف حرام خوریاں کرتے ہیں، کوئی بھی پاکستانی سفارت خانہ مسجد کی سے مسئلہ کشمیر پر کام نہیں کرتا۔ وزارتِ خارجہ والے بیرون ملک جا کر کشمیریوں کو بھول جاتے ہیں اور کشمیر کے حوالے سے بیرون ممالک جانے والے وفد زہانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے ہر دور کے بدلے تہذیب نے مسئلہ کشمیر کو سر و خانوں میں ڈال دیا یہ باتیں مولانا شاہ احمد نورانی نے ۱۹۹۵ء میں کہیں تھیں۔ مولانا نورانی کی وسعتِ نظری اور دورِ اندیشی کو ملاحظہ کیجئے کہ کچھ ماہ قبل یہ خبر اخبارات میں پڑھنے کو ملی کہ سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر کو اپنے ایجنڈے سے نکال دیا۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تیس (۳۰) سال سے مسئلہ کشمیر پر سلامتی کونسل میں کوئی بات ہی نہیں کی گئی۔ مولانا نورانی نے بہت عرصہ قبل قوم کو خبردار کر دیا تھا کہ حکمرانوں نے کشمیر پر سودے بازی کر لی ہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی اور ان کی جماعت نے مقبوضہ کشمیر میں لڑنے والی قوتوں کی بھرپور حمایت کی۔ پاکستان سے کسی تنظیم کو لاؤنج نہیں کیا البتہ مقبوضہ کشمیر کی نای گرامی تنظیم البرق مجاہدین سے تعاون کرتے رہے۔

وہ کشمیری عوام کی آزادی چاہتے تھے۔ ذاتی شہرت کے لئے جہاد اور چندے جمع کرنے کے حامی نہیں تھے اور نہ ہی بے گناہ انسانوں کی جانوں سے کھیل کر اس کی

سیاست کرنے کے قائل تھے۔ ایک مرتبہ امیر جماعتِ اسلامی آزاد کشمیر عبدالرشید تڑابی ایک وفد لے کر مولانا سے ملے آئے۔ جہاد کشمیر کے بارے میں اپنی سرگرمیوں سے آگاہ کرنے لگے۔ مولانا نے بڑے تحمل سے تمام گفتگو کو سنا اور پھر آپ نے فرمایا۔ جماعتِ اسلامی اس فتویٰ کا کفارہ ادا کر رہی ہے۔ جو اہلِ اہلِ مودودی نے ۱۹۳۸ء میں کشمیر کے جہاد کے حوالے سے دیا تھا۔

قد بلان اللہ کہتے تھے ع رخصت ہوئے

خافواہوں میں جہاد نہ گئے یا گورکن

جہاد کی بات ہے جب جہاد فرض تھا اور قوم ساری کی ساری آزادی کی جنگ لڑ رہی تھی تو مولانا مودودی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور جب جہاد فرض کفارہ ہوا تو جماعتِ اسلامی نے اپنی تمام تر توجہ کشمیر پر لگا دی اور قوم کے نوجوانوں کو جہاد کی طرف ترغیب دینے لگے۔ قوم مقبوضہ کشمیر میں جماعتِ اسلامی کے کردار سے واقف ہے اور اہل فکر و نظر پر راضی نہیں۔ بھرست گل کی صورت میں جماعت کا کردار بڑا دھندلہ ہے۔ جنہوں نے درگاہِ حضرت بل کے نقش کو پامال کیا اور اس میں آگ لگائی۔ مولانا شاہ احمد نورانی قائدِ اعظم کے اس قول کو (کشمیر پاکستان کی شہرگ ہے) بڑی اہمیت دیتے تھے۔ پاکستان کی سلامتی و ترقی میں کشمیر بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ کشمیر میں پیدا ہونے والی بہت سی اشیاء آج بھی پاکستان کی معیشت کے لئے فائدہ بخش ہیں۔ فروٹ، بکڑی، پانی، بجلی، بڑی بوٹیاں اور سیاست وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان کے سیاستدانوں، مذہبی رہنماؤں میں تحریکِ آزادی کے لئے سب سے زیادہ موثر آواز انگریجیل فورم پر ہونے والی کوششوں میں زیادہ حصہ مولانا شاہ احمد نورانی کا ہے۔

اکابرینِ اہل سنت نے ۱۹۴۷ء میں جہاد کشمیر کے فرض ہونے کا فتویٰ دیا اور پاکستان میں آنے والے مجاہدین کشمیر کی آباد کاری میں حصہ لیا۔ امیرِ اہل سنت والجماعت بریلوی کی قیادت میں مجاہدین کشمیر کی لاکھوں روپے مدد کی۔ مولانا شاہ احمد

نورانی کی کشمیر کے حوالے سے خدمات ملوں یا درکنی جائیں گی۔ موجودہ حکومت کو بھارت کے ساتھ کشمیر کا سودا کر کے دوستی چھٹی پڑے گی۔ موجودہ حکمرانوں کی بدلتی پالیسی سے کشمیری عوام بڑی مایوسی کا شکار ہیں۔ پاکستان کی حکومت ہر دور میں یہ کہتی رہی کہ ہم کشمیریوں کی سیاسی، اخلاقی اور سفارتی حمایت کرتے رہیں گے لیکن موجودہ حکومت نے اس کے برخلاف کشمیریوں کو کشمیر میں لڑنے والے مجاہدین کو دہشت گرد قرار دے دیا۔ کشمیر کی آزادی کے لئے ایک ہزار سالہ جنگ لڑنے والے آج ان ساری باتوں کو بھول کر بھارت سے دوستی کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ قائد اعظم نے کہا تھا کہ ہندو کبھی کسی کا دوست نہیں ہو سکتا۔ یہ بات انہوں نے کشمیر کے لیڈر شیخ عبداللہ مرحوم سے کہی تھی کہ میں آپ کے باپ کی مانند ہوں اور میں نے سیاست میں اپنے ہال سفید کئے میرا تجربہ ہے ہندو پر اہتمام نہیں کیا جاسکتا میں نے دہرگی بھران کو اپنانے کی کوشش کی لیکن میں ان کا اتحاد حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ ایک وقت آئے گا کہ آپ کو میری بات یاد آئے گی اور آپ انہیں فہم کریں گے۔

حکمرانوں کو قائد اعظم کے اس قول کو سامنے رکھ کر بھارت سے بات کرنی چاہیے۔ اہل سنت کے وہ رہنما جو گلے پھاڑ پھاڑ کر کشمیر کی آزادی اور کشمیری مجاہدین کی حمایت پر لوگوں کو تیار کرتے رہے۔ لیکن آج جب انہیں حکومتی فورم پر موقف بیان کرنے کا موقع ملا تو ان کی زبان کو چپ لگ گئی۔ تحریک آزادی کشمیر بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ بھارتی ظلم بھی حد سے بڑھ چکا ہے یہاں تک کہ اس عظیم لیڈر کو بھی شہید کر دیا۔ جس نے لاہور میں آکر پاکستان کی سرزمین کو چھو۔ حیف ہے حکمرانوں پر کہ اس شخص کے ان جذبات کا بھی خیال نہ رکھا۔ اس سے بڑھ کر کشمیری عوام پاکستان سے محبت کا ثبوت کیا دیا جاسکتا ہے۔ مسئلہ کشمیر کو حل کئے بغیر پاکستان کا بھارت کے ساتھ کسی قسم کا تجارتی معاہدہ کشمیریوں کے خون سے خدائی کے مترادف ہوگا۔

اہل سیاست نے دربار غلامی کو سجا رکھا ہے
زبان حریت پر پہروں کو بٹھا رکھا ہے

۲۰۰۵ء میں آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں قیامت خیز زلزلہ آیا۔ بڑی بڑی عمارت زمین یوں ہو گئی۔ لاکھوں انسان بے گھر ہو گئے اور ہزاروں افراد شہید ہو گئے۔ اس مشکل ترین گھڑی میں پاکستان کی بہت سی سیاسی، مذہبی اور سماجی جماعتوں اور عوام نے بھرپور مدد کی۔ ۱۹۶۵ء کے بعد پہلی مرتبہ پاکستانی عوام نے اس قدر جوش و جذبہ سے کشمیری عوام سے ہمدردی اور تعاون کا اظہار کیا ایسا محسوس ہوا کہ پاکستانی عوام کے دل کشمیریوں کے ساتھ دھڑک رہے ہیں۔

علامہ شاہ احمد نورانی کی قائم کردہ عظیم ورلڈ اسلامک مشن کے تعاون سے آپ کے صاحبزادے شاہ محمد انس نورانی لاکھوں روپے کی امداد لے کر خود کشمیر میں گئے۔ اس کے علاوہ اہل سنت و جماعت کی متعدد تنظیموں نے بڑا اہم اور مثالی کردار ادا کیا۔ کشمیری عوام دہتی دنیا تک پاکستانی عوام کے تعاون کو یاد رکھیں گے۔ لیکن حکمرانوں نے متاثرین زلزلہ کی آباد کاری تعمیر نو اور بے سہارا ہونے والوں کے لئے کوئی خاص تعاون نہیں کیا۔ ۸ اکتوبر کو تین سال ہو چکے ہیں۔ آج بھی سینکڑوں دنیا شیلٹر زمین دہرگی گزار رہے ہیں۔ بے سہارا افراد کسی سہارے کی تلاش میں ہیں۔ بیرونی ممالک سے جو امداد ملی وہ صحیح معنوں میں متاثرین زلزلہ پر خرچ ہوتی تو آزاد کشمیر اور سرحد کے وہ شہر دنیا کے مشہور ترین شہر بن جاتے اور ان علاقوں کی پس ماندگی دور ہو جاتی۔

کشمیر بھیلیں، چشموں، دریائوں، آبشاروں، کہساروں اور باغوں کا دیس ہے۔ کئی مشہور جھیلیں، چشمے اور باغات دنیا کے سیاحوں کو اپنی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔ زلزلے میں بہت ساری جنگیں تباہ ہو گئیں اور کئی جگہوں سے نئی جھیلیں اور چشمے پیدا ہو گئے۔ یہ تو کارساز حقیقی خالق کل کے کن کہنے سے لکھن سب کچھ ہو گیا۔ لیکن جو کام انسانوں کے سپرد تھا۔ تین سال گزر جانے کے باوجود ویسا ہی ہے۔

مولانا کا اسلوب سیاست

علامہ شاہ احمد نورانی کا اسلوب سیاست، بے چلک موقف اور اصولوں پر کھنوت

نہ کرنا ان کی شخصیت کا طرہ امتیاز تھا۔ انہوں نے مفادات کے لئے کبھی مفادت اختیار نہیں کی۔ حکمرانوں سے مفادت بھی کی تو قومی اور ملی مفادات کو پیش نظر رکھا اسی لئے کچھ لوگوں کی سیاست کرنے والے اور اقتدار کی محبت میں گرفتار لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کچھ لوگ کہا کرتے تھے کہ اہل سنت و جماعت کے اتحاد اور ترقی میں مولانا رکاوٹ ہیں۔ پانچ سال گزر چکے ہیں، اتحاد اہل سنت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا اور نہ ہی سیاسی اقتدار سے کوئی کامیابی مل سکی۔ البتہ یہ ضرور ہوا ہے کہ مختلف ٹولیوں میں منقسم مفاد پرستوں نے اپنی اپنی نوکریاں چکی کر لی۔ اپنے آپکا اجداد کی عزت و وقار روحانی ملی اور فکری میراث کے وارث نظام مصطفیٰ کے لئے اپنی دھواں دار تقریروں اور تحریروں میں سیکرٹو توں کو چیلنج کرنے والے اہل سنت و جماعت قیادت کے دھویدار اپنے دور کے رازی و غزالی کی انقلابی فکر کے امین اور پاکیزہ نسبت رکھنے والے، جن کی قدم پوی کو لوگ شرف و سعادت سمجھتے تھے، وہ اچانک سیکولر جماعت کے ٹکٹ کے حصول کی قطار میں کھڑے نظر آئے اور لونا نہ بننے کی شرط پر ٹکٹ جاری ہو گئے۔ جن لوگوں کو تکلیف یہ تھا کہ مستقبل میں اہل سنت کے قائد ہوں گے اور ان کی قیادت میں نظام مصطفیٰ کے مقدر ثابت ہوگا، انہوں نے سیکولر ازم کے لئے خود کسی اور کی قیادت قبول کر لی۔ آج ہر زبان سوال کرتی ہے۔

ادھر نہ ادھر کی باتیں کر یہ فنا کہ قافلہ کیوں لوتا؟

مجھے رہزموں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

علامہ شاہ احمد نورانی سیاسی ذمہ داریوں اور قیادت کے تقاضوں کو نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ پورے بھی کرتے تھے۔ اطراف عالم میں پھیلی بے چینی نت نئے پیدا ہونے والے مسائل پر نظر رکھتے رہتے تھے۔ آپ کی شخصیت اللہ کی تائید و نصرت سے ایک مکمل سیاسی اور مذہبی رہنما کی حامل تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سلاسل تصوف و روحانیات کا ترجمان

ماہنامہ السیف الصارم



حضرت چیرا بریقت ڈاکٹر محمد سر فر از محمدی سیفی مدظلہ

ہر طرح کی دینی، روحانی راہنمائی کے لیے اس کا مطالعہ کریں
خصوصاً

مفتاح اسلام، صوفیاء کے طرز معاشرت، اتحاد اہل سنت و روحانی بالیدگی،
کے حوالے سے اس رسالہ کا مطالعہ نفع اور خیر کا باعث ہے

خود خریدار بنیں دوستوں کو خریدار بنائیں
آپ کا یہ عمل کار خیر میں تعاون کے مترادف ہوگا

آپ کا اپنا..... ماہنامہ السیف الصارم

پوسٹ بکس نمبر 147۔ جی پی اور اولڈنڈی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ (ترول) اسلام آباد 4777147-0313

نہ کرنا ان کی
نہیں کی۔ حکم
سمجھوتوں کی
دیا۔ کچھ لوگ
ہیں۔ پانچ۔
اقتدار سے کو
نے اپنی اپنی
صراحت کے
نیکر رتو تو ر
رازی وغیر
شرف و س
کمرے کا
مستقبل ب
مقدور کا ب
زبان سوا

ہمارا مقصد حیات

معاشرے میں صحت مند اقدار کا فروغ

ہم صحت مند دینی علمی اور تحقیقی لٹریچر کے ذریعے ایسے رجال کار
تیار کرنا چاہتے ہیں جو ملک و ملت کے لیے مفید اظہار ثابت ہوں
ہم! اس دھرتی پر نفاذ نظام معطلی کے لیے مصروف عمل ہیں
آئیے! معاشرتی اصلاح و فلاح کے لیے ہمارا ساتھ دیں

ذمہ داریاں و سہا

دفتر
بی بی پریش
علا
صاحبزادہ
سید فیض الحسن شاہ بخاری

قائمین و کارکنان

انجمن محبان محمد

مکتبہ اعلیٰ اسلامیہ دارالعلوم اسلامیہ جامعہ اسلامیہ

0300-5169745

تھے بلکہ
والے م
سیاسی ا

